مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِی اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا مِنْ اَمْرِ دِیْنِهَا
بَعَثَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِی الْفُقَهَاءِ وَالْعُلَمَاءِ (حدیث)



فوائد محمودیہ علی شرح اربعین نوویہ

بنام

نور الاحادیث

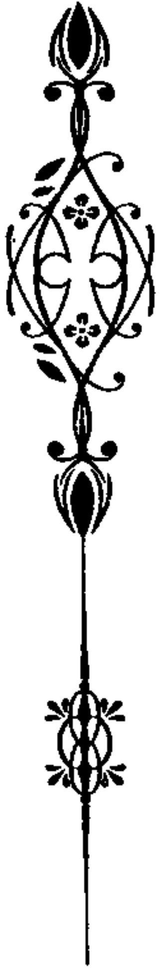


مصنف: ابو زکریا یحیٰی بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم و شارح:
علامہ مولانا خالد محمود قادری المدنی



ناشر: المدینہ فاؤنڈیشن پاکستان (گوجرانوالہ)



مَنْ حَفِظَ عَلٰى اُمَّتِی اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا مِنْ اَمْرِ دِیْنِهَا
بَعَثَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِی الْفُقَهَاءِ وَالْعُلَمَاءِ (الحدیث)

فوائد محمودیہ علیٰ شرح اربعین نوویہ

بنام

نورالاحادیث

مصنّف:

ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم وشارح:

علامہ مولانا خالد محمود قادری المدنی

ناشر

المدینہ فاؤنڈیشن پاکستان (گوجرانوالہ)

کتاب کا نام : فوائد محمودیہ علیٰ شرح اربعین نوویہ بنام نورالاحادیث
مصنف : ابوزکریا یحیٰ بن شرف نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی
مترجم وشارح : حضرت علامہ مولانا ابوعکاشہ خالد محمود قادری عطاری المدنی
کمپوزنگ وپرنٹنگ : القمر ایڈورٹائزر (گوجرانوالہ) 0301-6484029
ناشر : مدینۃ المؤلفین: المدینہ فاؤنڈیشن پاکستان (گوجرانوالہ)
اشاعت : اوّل
سن طباعت : 2015
ہدیہ : ....

انتساب

میں اپنی اس سعی کو محسن انسانیت سید انس و جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی بدولت انسان کو کھویا ہوا وقار ملا اور

حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ اور اپنے والدین غفر لہما کے نام منسوب کرتا ہوں جن کی نگاہ کرم اور تربیت کے باعث میں اس قابل ہوا کہ شرح اربعین نوویہ لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

﴿......تقریظ......﴾

خلیفہ مجاز شہزادۂ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد رضاء المصطفیٰ ظریف القادری دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا و مصلیا و مسلما

کسی موضوع پر قلم اٹھانا بالخصوص ایسے موضوعات کہ جن کا تعلق وحی متلو سے ہو یا غیر متلو سے کتنا دشوار اور کٹھن کام وسفر ہے وہی جانتے ہیں جو کبھی ایسی وادیوں سے گزرے ہوں۔

زیر نظر کتاب ''نور الاحادیث علیٰ شرح اربعین نو ویہ'' چونکہ اسی سفر سے متعلق ہے اس کی تکمیل تک شارح کو کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور کس طرح ان کی کشتی ساحل تک پہنچی یہ جانیں یا خداوند تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب ﷺ۔

بہر حال انتہائی مختصر وقت میں اس سرح کے بعض مقامات کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ احادیث مبارکہ کی خدمت شرح میں فاضل مکرم مولانا ابوعکاشہ خالد محمود قادری عطاری سلمہ الباری نے جس عرق ریزی سے مواد مہیا فرمایا اور قارئین کے علم ومعلومات میں اضافہ فرمایا ہے، یہ وہ احسان ہے کہ جس کی جتنی قدردانی کی جائے کم ہے۔ ان چند سطور کے بعد فقیر کی دعا ہے کہ مولیٰ کریم جل و علا اپنے حبیب کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے موصوف کے علم وعمل اور ذوق خدمت دین میں مزید برکتیں پیدا فرماتے ہوئے اس سعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ آمین!

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

محمد رضاء المصطفیٰ ظریف القادری

(مہتمم جامعہ قادریہ وخلیفہ مجاز شہزادۂ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ گوجرانوالہ)

۱۵ ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ

کلمات ابتدائیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للّٰه رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین اما بعد

فاعوذ باللّٰه من الشیطن الرجیم بسم اللّٰه الرحمن الرحیم

اللہ عزوجل نے اپنی مخلوقات اور بالخصوص انسان اشرف المخلوقات کی ہدایت کیلئے آخر میں سید انس و جان لالہ رخاں سرنشینِ مہوشاں رازدار مااوحی سرکار مدینہ تاجدار انبیاء ختم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے تمام مخلوق بالخصوص انسان کی شریعت کے سنہری اصولوں میں تربیت فرمائی جس کی بدولت انسانیت کو کھویا ہوا وقار دوبارہ ملا اور محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وصال ظاہری فرمایا تو اپنے بعد وہ سنہری اصول چھوڑے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں تک پہنچانے کا حکم ارشاد فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَةً'' میری طرف سے پہنچادو اگرچہ ایک ہی آیت ہو، اور ان پر عمل کرنے والا معاشرے میں نمایاں فخر وسکون محسوس کرتا ہوا اپنے رب کی بے پناہ رحمت کی آغوش میں آنے کی امید کرتا ہے۔ ان سنہری اقوال کا عامل (عمل کرنے والا) مبلغ (تبلیغ کرنے والا) کاتب (لکھ کر دوسروں تک پہنچانے والا) ہمیشہ بامراد تروتازہ رہتا ہے کیونکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''یُبَلِّغُ الشَّاهِدُ مِنْکُمُ الغائبَ'' چاہیے کہ تم میں سے جو موجود ہے وہ غائب کو میری بات پہنچائے۔ ''نَضَّرَ اللّٰهُ امْرءً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعاها فَاَدَاهَا کَمَا سَمِعَهَا'' اللہ عزوجل اسے تروتازہ رکھے جس نے میری بات کو سنا پھر یاد کیا پھر دوسرے تک ویسے ہی پہنچایا جیسے اس نے سنا۔

''مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا مِنْ اَمْرِ دِیْنِهَا بَعَثَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِی الْفُقَهَاءِ وَالْعُلَمَاءِ '' وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ دَرْدَاءٍ'' وَکُنْتُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شَافِعًا وَّ شَهِیْدًا ''۔ جس نے میری ایسی چالیس احادیث یاد کیں جو دینی معاملہ سے ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن فقہاء اور علماء کے گروہ میں اٹھائے اور حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا شفیع وگواہ ہوں گا۔

ان احادیث مبارکہ میں وارد ہونے والے فضائل کے حصول کیلئے شرح اربعین نووی کا ترجمہ کرنے کی سعی کی۔ میرے دل میں زمانہ طالبعلمی سے تدریس، تحریر وتخریج اور افتاء کا شوق تھا درس نظامی وغیرہ سے فراغت کے بعد یہ خواہش ہوئی کہ تحریر کی ابتداء قرآن واحادیث (یعنی اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے متعلق مثلاً قرآن میں بیان ہونے والے موضوعات یا حدیث مبارکہ) سے کروں۔ لہٰذا قیامت کے دن شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول کیلئے شرح اربعین نووی کا ترجمہ اور اُسکی تشریح کی۔ اللہ تعالیٰ مجھ حقیر محتاج کی مختصر سعی کو قبول فرما کر اپنی شان کے لائق انعام، شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور بلا حساب و کتاب جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔

آج سے تقریباً دو سال قبل شرح اربعین نووی کا ترجمہ اور شرح لکھی مگر منظر عام پر نہ آسکی۔ پھر مسبب الاسباب کے اسباب پیدا کرنے پر اس کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہوا۔

اس کی تحریر پر اس کا کوئی خاص نام ذہن میں نہ آیا تو ایک دن میرے بڑے بھائی محمد بوٹا اطال اللہ عمرہٗ نے فرمایا حضرت پیر علاؤالدین صدیقی صاحب سے اس کا نام رکھوائیں تو اس نسخہ کو خواجہ خواجگان پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا علاؤ الدین صدیقی دامت برکاتہم العالیہ کی بارگارہ میں نام رکھنے کیلئے پیش کیا گیا، جس پر آپ دامت برکاتہم العالیہ نے عاجزی فرماتے ہوئے علماء کی موجودگی میں فرمایا یہ عظیم کام ہے تو اس کا نام بھی عظیم ہونا چاہیے آپ سب علماء مشورے سے اس کا نام تجویز فرمائیں۔ تو میں نے اصرار کیا کہ آپ ہی ارشاد فرمائیں پھر آپ نے نہایت عاجزی فرمائی اور فرمایا کہ اس عظیم (بابرکت) کام کا نام فی الوقت میرے ذہن میں نہیں۔ آپ دامت برکاتہم العالیہ سے گفتگو ہو رہی تھی (کہ پہلے میرے ذہن میں اس کا خاص نام نہ تھا مگر) آپ دامت برکاتہم العالیہ کی برکت سے میرے ذہن میں دو نام آئے جو آپ دامت برکاتہم العالیہ سے عرض کیے جن میں ایک نام ''نور الاحادیث'' تھا تو آپ دامت برکاتہم العالیہ نے اس کا نام ''نورالاحادیث'' رکھا۔

اس ترجمہ وشرح (نورالاحادیث) میں درج ذیل خصوصیات کا لحاظ رکھا گیا ہے

(۱): عربی متن (شرح اربعین نووی) میں تمام آیات جو نامکمل تھیں انہیں شرح میں مکمل مقصود تک لکھا گیا۔

(۲): تمام آیات کا ترجمہ شرح میں ترجمہ کنزالایمان سے لیا گیا۔

(۳): عبارت، ترجمہ وشرح نہایت سادہ۔

(۴): شرح کو بحوالہ تخریج کے ساتھ اور تعریفات کو لکھا گیا۔

(۵): جو عبارت نقشہ میں آسکتی تھی حتی الامکان اُسے نقشہ میں بیان کیا گیا۔

(۶): ہر متن حدیث کا مختصر خلاصہ بیان کیا گیا۔

(۷): احادیث کے راویوں کے حالات زندگی بیان کیے گئے۔

(۸): ہر حدیث وشرح کے مشکل الفاظ کے معانی شرح کے آخر میں بیان کیے گئے۔

میں حضرت علامہ مولانا قاری محمد اسماعیل دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت علامہ مولانا محمد اشرف دامت برکاتہم العالیہ کا بے حد مشکور ہوں جنہوں نے اس سعی میں میری رہنمائی فرمائی اور حضرت علامہ مولانا محمد صابر قادری عطاری المدنی (مدرس جامعۃ المدینہ گوجرانوالہ)، المدینہ فاؤنڈیشن پاکستان (گوجرانوالہ) کا جن کے تعاون سے اس کی اشاعت ہو پائی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس عطا فرمائے۔ آمین!

ابو عکاشہ مدنی عفی عنہ

فہرست

﴿...... التقدیم ......﴾

﴿...... بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ......﴾

حدیث کی تعریف:

حدیث کا لغوی معنی کلام ہے جبکہ جمہور محدثین کی اصطلاح میں امام الانبیاء ﷺ، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین رحمہم اللہ کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

تقریر کا مطلب:

تقریر کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا (نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین رحمہم اللہ) نفوس قدسیہ کے سامنے کوئی عمل یا بات کہی گئی اور انہوں نے منع نہ فرمایا بلکہ ان نفوس قدسیہ نے خاموشی اختیار فرمائی۔

حجیت حدیث:

حجیت کا معنی کسی چیز کا دلیل ہونا ہے اس لیے حجیت حدیث کا مطلب یہ ہے کہ احکام شرع کو حدیث سے ثابت کیا جائے اور حدیث مبارکہ کو قانونی حیثیت حاصل ہو۔ حدیث کا حجت ہونا قرآن پاک کی متعدد آیات مبارکہ اور احادیث طیبہ سے ثابت ہے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے

(۱) ''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ''۔ [اٰل عمران ۳۱]

ترجمہ کنزالایمان: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔

(۲) ''اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُو الرَّسُوْلَ''۔ [اٰل عمران ۳۲]

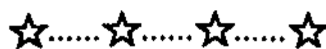
ترجمہ کنزالایمان: تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا۔

(۳) ''وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا''۔ [الحشر ۷]

ترجمہ کنزالایمان: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

(۴) ''وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ'' [اٰل عمران ۱۶۴]

ترجمہ کنزالایمان: اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔



﴿......اصطلاحات واقسام حدیث......﴾

(۱) مرفوع: جس حدیث کی سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہو۔

(۲) موقوف: جس حدیث کی سند کسی صحابی تک پہنچتی ہو۔

(۳) مقطوع: جس حدیث کی سند کسی تابعی تک پہنچتی ہو۔

(۴) مسند حدیث: سند یا اسناد ان افراد کو کہتے ہیں جن سے حدیث مروی ہو۔

(۵) متن حدیث: وہ کلام جس پر سند ختم ہو جائے۔

(۶) حدیث صحیح: وہ حدیث جو عادل، تام الضبط اور متصل السند راویوں سے مروی اور منقول ہو۔

﴿......مراتب ارباب حدیث......﴾

(۱) طالب: حدیث کے متعلم کو کہتے ہیں۔ (۲) شیخ: حدیث کے معلم کو محدث یا شیخ کہتے ہیں۔

(۳) حافظ: جس شخص کو ایک لاکھ احادیث متناً وسنداً اور اس کے رواۃ کے احوال جرحاً وتعدیلاً محفوظ ہوں۔

(۴) حجۃ: جس شخص کو تین لاکھ احادیث متناً وسنداً اور جرحاً وتعدیلاً محفوظ ہوں۔

(۴) حاکم: جس شخص کو تمام احادیث مرویہ متناً وسنداً و جرحاً وتعدیلاً محفوظ ہوں۔

﴿......کتب احادیث......﴾

(۱) صحیح (۲) جامع (۳) مسند (۴) سنن (۵) اربعین

﴿......صحاح ستہ......﴾

(۱) صحیح بخاری۔

مصنف کا نام: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری التوفی ۲۵۶ھ۔

(۲) صحیح مسلم۔

مصنف کا نام: ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری نیشاپوری التوفی ۲۶۱ھ۔

(۳) جامع ترمذی۔

مصنف کا نام: ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن ضحاک بن سکن سلمی المتوفی ۲۷۹ھ۔

(۴) سنن ابی داؤد۔

مصنف کا نام: ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی المتوفی ۳۰۳ھ۔

(۵) سنن نسائی۔

ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی المتوفی ۲۷۵ھ۔

(۶) سنن ابن ماجہ۔

مصنف کا نام: ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ المتوفی ۲۷۳ھ۔

﴿......امام نووی کے حالات زندگی......﴾

شیخ الاسلام امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ ماہ محرم کے پہلے عشرہ ۶۳۱ھ میں دمشق کے ایک گاؤں نوی میں پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچپن ہی سے حصول علم کا اس قدر ذوق عطا فرمایا تھا کہ ہم عمر بچوں کے مجبور کرنے پر بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کھیل کود کی طرف نہ جاتے بلکہ قرآن پاک یاد کرنے اور علم حاصل کرنے کی طرف متوجہ رہتے۔ ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دوکان پر بٹھایا تاکہ خرید وفروخت کا تجربہ حاصل ہو لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تر توجہ علم حاصل کرنے کی طرف مبذول تھی چنانچہ بعض اوقات گاہک سے فرماتے لے جایئے اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو برکت عطا فرمائے۔

۶۴۹ھ میں جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اٹھارہ سال تھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو والد ماجد دمشق کے مدرسہ رواحہ میں لے گئے جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شافعی مذہب کی کتاب "التنبیہ" تقریباً چار ماہ میں یاد کرلی اور چھ مہینوں میں "المھذب" کا حصہ عبادات یاد کیا۔

﴿......امام نووی علیہ الرحمۃ کے اساتذہ......﴾

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جن اساتذہ سے استفادہ کیا ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) ابوابراہیم اسحاق بن احمد مغربی۔ (۲) ابومحمد بن عبدالرحمٰن بن نوح مقدسی۔

(۳) ابوحفص عمر بن سعد رابعی اربلی۔ (۴) ابوالحسن سلار بن حسن اربلی۔

(۵) ابوالبقاء خالد بن یوسف۔ (۶) ضیاء بن تمام حنفی۔

﴾......امام نووی علیہ الرحمۃ کے تلامذہ......﴿

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چند مشہور تلامذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) ابوالعباس احمد بن ابراہیم بن معصب۔
(۲) ابوالعباس احمد بن مرح۔
(۳) ابوالعباس احمد جمال الدین۔
(۴) البدر محمد ابراہیم۔
(۵) الشمس محمد بن ابی بکر۔

﴾......تصانیف......﴿

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ جہاں ایک قابل ترین مدرس، عابدوزاہد تھے وہاں صاحب قلم بھی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی شاہکار ہر دور میں مقبول رہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چند مشہور تصانیف درج ذیل ہیں:

(۱) شرح مسلم (۲) ریاض الصالحین (۳) الاذکار (۴) الاربعین (۵) التبیان
(۶) مختصر التبیان (۷) المنہاج (۸) الفتاوی (۹) الایضاح (۱۰) الایجاز
(۱۱) مختصر اسد الغابہ (۱۲) مناقب الشافعی

﴾......اخلاق......﴿

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نہایت متقی اور پیکر عمل شخصیت تھے۔ زندگی کی آسائشوں سے کنارہ کش رہتے تھے۔ راتوں کو جاگنا اور عبادت وتصنیف میں مشغول رہنا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا۔ شاہان وقت اور امراء کو برملا نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دو مرتبہ حج بیت اللہ کا شرف پایا اور امام الانبیا ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضری کی سعادت پائی۔

﴾......وصال......﴿

۱۴ رجب المرجب ۶۷۶ھ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

﴿......مقدمة المؤلف......﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ (الحشر:۷)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ قَيُّوْمِ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِيْنَ، مُدَبِّرِ الْخَلَائِقِ اَجْمَعِيْنَ، بَاعِثِ الرُّسل صلواتُهُ و سلامُهُ عليهِمْ اِلَى الْمكلَّفِيْنَ لِهِدَايَتِهِمْ و بيانِ شَرَائِعِ الدِّيْنِ، بِالدَّلَائِلِ الْقَطْعِيَّةِ، وَوَاضِحَاتِ الْبَرَاهِيْنَ، أَحْمَدُهُ عَلٰى جَمِيْعِ نِعَمِهٖ، وَأَسْاَلُهُ الْمَزِيْدَ منْ فضلِهٖ و كَرَمِهٖ، وَأَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ الا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شريكَ لَهُ الواحِدُ القهّارُ، الْكَرِيْمُ الْغَفَّارُ، وَأَشهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا محمداً عبدُهُ وَ رسُوْلُهُ وَحبِيْبُهُ و خليلُهُ أَفْضَلُ الْمَخْلُوْقِيْنَ، الْمُكَرَّمُ بِالْقُرْآنِ الْعزيزِ المعْجزَةِ المستَمِرَّةِ على تَعَاقُبِ السِنِيْنَ، وَبِالسُّنَنِ الْمستَنِيْرَةِ لِلْمُسْتَرشِدِيْنَ سيدُنَا محمدٌ المخصُوصُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَ سَمَاحَةُ الدِّيْنِ صلواتُ اللّٰه و سلامُهُ عليهِ و عَلٰى سائرِ النَّبِيِّيْنَ والمرسلِيْنَ وآلِ كل و سائرِ الصَّالِحِيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ:

فَقَدْ رَوَيْنَا عَنْ علي بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ وَ عبدِاللّٰهِ ابْنِ مسعودٍ، و معاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَاَبِى الدرداءِ، وابنِ عُمَرَ، وابنِ عباسٍ، وأنسِ ابْنِ مالكٍ، وابِىْ هريرةَ، وَابى سَعِيدِ الخدرىِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِنْ طُرُقٍ كَثِيْرَاتٍ بِرِوَايَاتٍ مُتنوِّعَاتٍ اَنَّ رسولَ اللّٰه صلى الله عليه وسلم قال: (مَنْ حَفِظَ عَلٰى اُمَّتِىْ اَرْبَعِيْنَ حدِيثًا مِنْ اَمرِ دِيْنِهَا بَعَثَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِى زُمْرَةِ الْفُقهَاءِ والعُلماءِ) وَ فِىْ رِوَايَةٍ (بَعَثَهُ اللّٰهُ فَقِيْهًا عَالِمًا) وَفِىْ رِوَايَةِ اَبِى الدَّرْدَاءِ: (وَكُنْتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَافِعًا وَّ شَهِيْدًا) وَ فِىْ رِوَايَةِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ: (قِيْلَ لَهُ: اُدْخُلْ مِنْ اَىِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتَ) وَفِىْ رِوَايَةِ ابْنِ عُمَرَ (كُتِبَ فِىْ زُمْرَةِ الْعُلَمَاءِ وَحُشِرَ فِىْ زُمْرِةِ الشُّهَدَاءِ).

واتَّفَقَ الحُفَّاظُ علٰى اَنَّهٗ حديثٌ ضعيفٌ كثرتْ طُرُقُهُ. وقدْ صَنَّفَ الْعُلَمَاءُ رضى الله عنهم فِى هذا البابِ مَا لَا يُحْصٰى مِنِ المصنَّفَاتِ فَاَوَّلُ مَنْ عَلِمْتُهُ صَنَّفَ فيهِ هُوَ عبدُاللّٰهِ بنُ المباركِ، ثُمَّ محمدُ بْنُ اَسْلَمَ الطوْسى العَالِم الربانِيُّ، ثم الحسنُ بْنُ سفيانَ النسائىّ، وابُوْبَكْرِ الآجرّى، وأبومحمدِ بنِ ابراهيمَ الاصفهانى، والدارُ قطنى، والحاكمُ، وابونُعيمٍ، وابوعبدُالرحمٰنِ السُّلمى، وأبوسعيدِ المالينى، وابوعُثمانَ الصابونى، و عبدُاللّٰهِ بنُ محمدِ الانصارى، وأبوبكرِ البيهقىُّ، وخَلَائِقُ لايُحْصُوْنَ مِنَ المتقدِّمِيْنَ

والمتاَخِرِیْنَ، وَقَدِ استخرتُ اللّٰهَ تَعَالٰی فِی جَمْعِ اَرْبَعِیْنَ حدیثًا اقتداءً بِهٰؤلاءِ الأئمّةِ الاَعْلام وحُفَّاظِ الاِسْلَام.

وَقَدِ اتَّفَقَ العلماءُ علٰی جَوازِ العَمَلِ بِالْحَدِیْثِ الضَعِیفِ فی فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ، وَمَعَ هٰذَا فَلَیْس اِعْتِمَادِیْ علی هٰذا الحدیثِ، بَل عَلٰی قولِهٖ صلی اللّٰه علیه وسلم فِی الاَحَادِیْثِ الصَحیحةِ: (لِیُبلغ الشاهِدُ مِنْکُمُ الغائِبَ). وقولُهٗ صلی اللّٰه علیه وسلم: (نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَأً سمِعَ مَقَالتِیْ فَوَعَاهَا فَاَدَّاهَا کما سَمِعَهَا).

ثُمَّ مِنَ الْعُلَمَاءِ مِنْ جَمْعِ الْاَربعینَ فی اصوْلِ الدِّیْنِ، و بعضُهُمْ فی الفرُوْعِ، و بعضُهم فی الجهادِ، وبعضُهم فی الزُّهدِ، وبعضُهُمْ فی الآدابِ، و بعضُهم فی الخُطبِ، وکلُّهَا مَقَاصِدُ صَالحةٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْ قَاصِدِیْهَا.

وقَدْ رأیتُ جمعَ اربعینَ اَهَمَّ مِنْ هٰذَا کُلِّهٖ، وهی اربعون حدیثًا مُشْتَمِلَةً علٰی جمیعِ ذٰلِکَ، وَکُلُّ حدیثٍ مِنْهَا قَاعِدَةٌ عظِیْمَةٌ من قواعِدِ الدِّیْنِ قَدْ وَصَفَهُ العلماءُ بِاَنَّ مدارَ الاِسْلَامِ علیهِ، اَوْ هُوَ نصفُ الاسلامِ او ثُلثُهٗ او نحوُ ذلک. ثم اَلتزِمُ فی هذِهِ الأربعینَ اَنْ تکونَ صَحِیْحَةً، ومعظمُهَا فی صَحِیحَی الْبُخَارِیِّ و مسلمٍ، واَذْکُرُهَا مَحذوْفَةَ الاَسَانِیْدِ لِیسهلَ حفظُهَا، و یعمُّ الانتفاعُ بِهَا ان شاء اللّٰه تعالی، ثم اَتْبَعُهَا بِبابٍ فی ضَبْطِ خَفِیِّ اَلفاظُهَا.

وَیَنْبَغی لِکُلِّ راغبٍ فی الآخرةِ اَنْ یعرِفَ هذهِ الاحَادِیث، لِمَا اشْتملَتْ علیهِ مِنَ المهِمَّاتِ، واحتوَتْ علیه مِن التنبیهِ علٰی جَمِیْعِ الطَّاعاتِ وذٰلکَ ظاهرٌلِمنْ تَدَبَّرَهٗ، وعلی اللّٰهِ اعتمادِیْ، والیهِ تَفْوِیْضِیْ واستِنَادِیْ ولهُ الحمْدُ والنِعْمَةُ، وبهٖ التَّوْفِیْقُ وَالْعِصْمَةُ.

ترجمہ:

تمام تعریفیں عالمین کے رب عزوجل کیلئے ہیں جو تمام آسمانوں وزمینوں کو قائم رکھنے والا ہے، ساری مخلوق کا انتظام فرمانے والا ہے۔ رسولوں کو بھیجنے والا ہے ان لوگوں کی طرف جو احکام شریعت کے مکلّف ہیں ان کی رہنمائی اور دینی احکام کو بیان کرنے کیلئے قطعی دلائل اور واضح براہین کے ساتھ۔

میں اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتا ہوں اس کی تمام نعمتوں پر اور اسی سے مزید فضل وکرم کا سوال کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، سب پر اکیلا ہی غالب ہے، فضل وکرم (جواد)(۱) کرنے اور

بخشنے والامہربان ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ اس کے بندے، اس کے رسول، اس کے پیارے خلیل ہیں جنہیں اس قرآن عزیز کے ذریعے مکرم فرمایا گیا جو کئی سالوں کے گزرنے کے باوجود مستقل دائمی معجزہ ہے اور ان احادیث مبارکہ کے ذریعے مکرم فرمایا گیا جو ہدایت طلب کرنے والوں کیلئے روشن چراغ ہیں۔ جوامع الکلم اور سماحۃ الدین ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ کی خصوصیت ہیں ان پر اللہ عزوجل کا درود وسلام ہو اور دیگر تمام انبیاء و رسل علیہم السلام پر اور ان تمام کی آل اور تمام صالحین پر۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد تحقیق روایت کیا، ہم نے حضرات علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، ابوالدرداء، ابن عمر، ابن عباس، انس بن مالک، ابوہریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے اسانید کثیرہ کے ساتھ مختلف روایات میں نقل کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس نے میری امت پر ایسی چالیس احادیث یاد کیں جو دینی معاملہ سے ہو تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن فقہاء اور علماء کے گروہ میں اٹھائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ عزوجل اسے فقیہ عالم اٹھائے گا اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں اس کیلئے قیامت کے دن شفیع اور گواہ ہوں گا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اسے فرمایا جائے گا کہ تم جنت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اسے علماء کرام رحمہم اللہ کے گروہ میں لکھا جائے گا اور اس کا شہداء کے ساتھ معاملہ ہوگا۔

اور حفاظ حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اگر چہ اسے روایت کرنے والے کثیر ہیں اور تحقیق اس باب (40 احادیث جمع کرنے) میں علماء کرام رحمہم اللہ المبین نے بے شمار کتب تصنیف کی ہیں۔ بہرحال میرے علم کے مطابق سب سے پہلے اس باب (چالیس احادیث کو جمع کرنے) میں جس نے کتاب تصنیف کی وہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ پھر عالم ربانی محمد بن اسلم الطوسی، پھر حسن بن سفیان النسائی، ابوبکر الاجری، ابومحمد بن ابراہیم الاصفہانی، دارقطنی، الحاکم، ابونعیم، ابوعبدالرحمٰن السُّلمی، ابوسعید المالینی، ابوعثمان الصابونی، عبداللہ بن محمد الانصاری، ابوبکر البیہقی اور بہت سے متقدمین اور متاخرین علماء کرام رحمہم اللہ المبین نے بھی اس باب میں کتب تصنیف کیں۔ اور تحقیق میں بھی ان ائمہ اعلام حفاظ اسلام کی پیروی کرتے ہوئے چالیس احادیث کو جمع کرنے میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ (یعنی خیر کو طلب) کیا اور علمائے کرام رحمہم اللہ المبین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے (۲) اور اس بات کے باوجود میرا اعتماد مذکورہ حدیث پر ہی نہیں بلکہ امام الانبیاء ﷺ کے اس فرمان عالیشان پر بھی ہے جو احادیث صحیحہ میں ملتا ہے۔

(۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یُبَلِّغُ الشَّاھِدُ مِنْکُمُ الْغَائِبَ۔

چاہیے کہ تم میں سے جو شاہد (موجود) ہے وہ غائب کو میری بات پہنچائے۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''نَضَّرَ اللّٰہُ اِمْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعَاھَا فَاَدَّاھَا کَمَا سَمِعَھَا۔

اللہ جل مجدہٗ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات کو سنا، اسے یاد (محفوظ) کیا پھر دوسرے تک ویسے ہی پہنچائی جیسے اس نے اسے سنا۔ پھر علماء کرام رحمھم اللہ المبین میں سے بعض نے اصول دین کے موضوع پر، بعض نے فروع دین پر، بعض نے جہاد، بعض نے زہد، بعض نے آداب اور بعض نے خطبات کے موضوع پر چالیس احادیث کو جمع فرمایا۔ اوران سب کی نیک نیت ہی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کا قصد کرنے والوں (مصنفین) سے راضی ہو۔

لہٰذا (ان نفوس قدسیہ کی پیروی کرتے ہوئے) میں نے ایک ایسی اربعین لکھنے کا ارادہ کیا جو مذکورہ تمام موضوعات سے اہم ہو اور وہ چالیس حدیثیں مذکورہ تمام موضوعات پر مشتمل بھی ہوں اور اس میں سے ہر حدیث دین کے قواعد میں سے ایک عظیم قاعدے کی حیثیت رکھتی ہو کہ علماء کرام رحمھم اللہ المبین نے اس حدیث مبارکہ کے بارے میں فرمایا ہو کہ اس حدیث پر اسلام کا مدار ہے یا یہ کہ یہ حدیث نصف اسلام ہے یا یہ حدیث اسلام کا تہائی حصہ ہے یا اس جیسے دیگر الفاظ ارشاد فرمائیں ہوں۔ نیز میں اس اربعین میں اس بات کا التزام کروں گا کہ وہ صحیح ہوں اور اکثر صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سے ہوں اور ان احادیث کو بغیر سندوں کے ذکر کروں تا کہ اس کا یاد کرنا آسان اور اس سے نفع عام ہو (ان شاء اللہ عزوجل)۔

پھر آخر میں ایک ایسے باب کا بیان کروں جس میں مشکل الفاظ کا بیان ہو لہٰذا آخرت کی طرف راغب ہر شخص کو چاہیے کہ وہ ان احادیث کو سیکھے جو کئی اہم امور پر مشتمل ہیں اور کثیر عبادات کی طرف متوجہ کرنے والی اشیاء کو شامل ہیں کیونکہ یہ احادیث مبارکہ اہم ترین مسائل پر مشتمل ہیں اور طاعات (عبادات) کی تمام تنبیہ کو شامل ہیں اور اس میں غور وفکر کرنے والے ہر شخص کیلئے یہ بات واضح بھی ہے۔ بس اللہ عزوجل پر ہی میرا اعتماد (بھروسہ) ہے اور میرے تمام (اچھے) کام اسی کے سپرد اور اسی کی طرف منسوب ہیں اور تمام تعریفات اور سب نعمتیں اللہ عزوجل ہی کی ہیں اور خیر کی توفیق دینے اور شر سے بچانے والا وہی ہے۔

شرح خلاصہ حدیث

(۱) اللہ عزوجل کو سخی کہنا ممنوع ہے۔ محاورہ عرب میں عموماً سخی اسے کہتے ہیں جو خود بھی کھائے اوروں کو بھی کھلائے۔ جواد وہ جو خود نہ کھائے اوروں کو کھلائے اسی لیے اللہ تعالیٰ کو سخی نہیں کہا جاتا ہے۔ سخی کے مقابل بخیل ہے جو خود کھائے اوروں کو نہ

کھلائے، جواد کا مقابل ممسک ہے جو نہ کھائے نہ کھانے دے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام دنیوی اخروی نعمتیں دنیا کیلئے ہیں اس کیلئے نہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج اوّل ص ۲۱۴)

(۲) یعنی فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔

"اِنَّ الْحَدِیْثَ الضَّعِیْفَ مُعْتَبَرٌ فِیْ فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ"۔ (مراۃ المناجیح کتاب العلم ج اوّل، ص ۲۱۴)

بے شک فضائل اعمال میں ضعیف حدیث معتبر ہے۔ (مقدمۃ الشیخ مشکوۃ المصابیح ص ۷)

﴿......اَلْحَدِيْثُ الاَوَّلُ......﴾

عَنْ اَمِيْرِالْمُؤْمِنِينَ اَبِى حفصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ: (اِنَّمَا الاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ ورَسُوْله فَهِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوله، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا، اَو امْرَاَة يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ).

رَوَاهُ امامَا المحدِّثِيْنَ اَبُوْ عَبدِاللّٰهِ محمدُ بْنُ اسماعيلَ بن ابراهيمَ بنِ المغيرةِ بْنِ بَرْدِزْبَهْ الْبُخارِىُّ، وأبوالحسيْنِ مسلمُ بنُ الحجّاجِ بْن مسلمِ الْقُشَيْرِىُّ النِّيْسَابُوْرِىُّ، فِىْ صَحِيْحَيْهِمَا اللذَيْنِ هُمَا اَصَحُّ الْكُتُبِ الْمصَنَّفَةِ.

دَلَّ الحديثُ على اَنَّ النيةَ معيارٌ لِتَصْحِيحِ الْاَعْمالِ، فحيثُ صلحتِ النيةُ صَلَحَ العملُ، وحيث فَسَدَتْ فَسَدَ الْعَمَلُ، وَاِذَا وُجِدَ العملُ وَقَارَنَتْهُ النِّيَّةُ فَلَهُ ثَلاثَةُ اَحْوَالٍ:

اَلْاَوَّلُ: اَنْ يَفْعَلَ ذٰلِكَ خَوْفًا مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَهٰذِهِ عِبَادَةُ الْعَبِيْدِ.

اَلثَّانِي: اَنْ يفعلَ ذلكَ لِطلبِ الجنةِ والثَّوابِ وَهذِهِ عِبَادَةُ التُّجَّارِ.

اَلثَّالِثُ: ان يفعلَ ذٰلِكَ حَيَاءً مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَاْدِيَةً لحقِ العبودِيةِ وتأديةً لِلشُّكْرِ، وَيَرٰى نفسَهُ مع ذلك مُقَصِّراً، ويكونُ معَ ذلك قلبُهُ خائِفًا لِاَنَّهُ لا يَدْرِى هل قُبِلَ عملُه مع ذلك أم لا، وهذه عبادةُ الاَحْرارِ، وَاِلَيْهَا اَشارَ رسولُ اللّٰه صلَّى اللّٰه عليه وسلَّم لَمَّا قَالَتْ له عائشةُ رضى اللّٰه عنها حِيْنَ قَامَ من الليلِ حتى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ: يارسولَ اللّٰهِ! اَتَتَكَلَّفُ هذا وقد غَفَرَاللّٰهُ لكَ ما تقدَّمَ من ذنبِكَ وما تَاَخَّرَ؟ قال: (اَفَلا اَكُوْنَ عبداً شكوراً؟). اِنْ قِيل: هَلِ الاَفْضَلُ العبادةُ مع الخوفِ اَوْ مَعَ الرَّجَاءِ؟ قِيل: قال الغَزَالِىُّ رحمه اللّٰه تعالى: العبادةُ مع الرَّجاءِ اَفْضَلُ، لِاَنَّ الرجاءَ يُوْرِثُ المحبةَ، والخوفَ يورثُ القنوطَ.

وهذِهِ الاَقْسَامُ الثَّلاثَةُ فى حَقِّ الْمُخْلِصِيْنَ، وَاعْلَمْ أنَّ الاخْلاصَ قد يعرِضُ له آفةُ العُجْبِ، فَمَنْ اَعْجَبَ بِعَمِلِهِ حَبِطَ عَمَلُهُ، وَكذلِكَ مَنِ اسْتَكْبَرَ حَبِطَ عَمَلُهُ.

اَلحالُ الثانىُ: اَنْ يَفْعَلَ ذلكَ لِطَلَبِ الدُّنْيَا والآخرةِ جميعِهِمَا، فَذَهَبَ بعضُ اهلِ العلمِ الى اَنَّ عملَهُ مردُوْدٌ وَاسْتَدَلَّ بقوله صلى اللّٰه عليه وسلم فِى الْخَبَرِ الرَّبَّانِيِّ: يَقولُ اللّٰهُ تعالٰى: (اَنَا اَغْنِى الشُّرَكَاءَ فمنْ عمِلَ عملاً اَشْرَكَ فيه غَيْرِىْ فانا بَرِىءٌ مِّنْهُ).

والی هذا ذهبَ الحارثُ المحاسَبِیُّ فی کتاب "الرعایة" فقال: اَلْاِخْلاصُ اَنْ تُرِیْدَهُ بِطَاعَتِهٖ وَلَا تُرِیْدُ سِوَاهُ. والرِّیاءُ نوعانِ: احدُهُمَا: لا یُرِیدُ بطاعتِهٖ اِلّا الناسَ والثّانی: اَنْ یُرِیدَ النَّاسَ وربَّ النَّاسِ، وَکِلاهُمَا مُحْبِطٌ لِلْعَملِ، ونقل هذا القولَ الحافظُ ابونُعیمٍ فی "اَلْحِلْیَةِ" عن بعضِ السلَفِ، واستَدلَّ بعضُهُمْ عَلٰی ذلک ایضًا بِقَوْلِهٖ تعالٰی: ﴿اَلْجَبَّارُ اَلْمُتَکَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ﴾[الحشر:۲۳]، فکمَا اَنَّهُ تکَبَّرَ عَنِ الزَّوْجَةِ والْولدِ وَالشَّرِیْکِ، تَکَبَّرَ اَنْ یَقْبَلَ عملاً اَشْرَکَ فیهِ غیرَهُ، فَهُوَ تعالٰی اَکْبرُ، وکبیرٌ، ومُتکبِّرٌ.

ترجمہ:

حضرت امیرالمومنین ابوحفص عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۱) سے روایت ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا، بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر انسان کیلئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہے اور جس نے دنیا کیلئے ہجرت کی تو وہ اسے پائے گا یا کسی عورت کی طرف ہجرت کی تو وہ اس سے نکاح کرے گا پس انسان کی ہجرت اسی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔

روایت کیا اسے محدثین کے دو اماموں حضرت عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن بردزبہ البخاری اور حضرت ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیشاپوری نے اپنی صحیحین میں جو حدیث کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں سب سے زیادہ معتبر ہیں۔

حدیث مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نیت اعمال کی درستی کیلئے معیار (کسوٹی) ہے اس حیثیت سے کہ جب نیت درست ہوگی تو عمل بھی درست ہوگا اور جب نیت فاسد ہوگی تو عمل بھی فاسد ہوگا اور جب کوئی عمل صالح کیا گیا اور اس کے ساتھ نیت بھی کی گئی تو اس عمل کا تین درجوں میں سے ایک درجہ ہوگا۔

اوّل: وہ عمل اللہ عزوجل کے خوف کی وجہ سے کیا جائے، ایسا کرنا غلاموں کی عبادت کہلاتا ہے۔

ثانی: وہ عمل حصول ثواب وحصول جنت کی خاطر کیا جائے، یہ تاجروں کی عبادت کہلائے گی۔

ثالث: اس عمل صالح میں نیت اللہ عزوجل سے حیا، حق بندگی ادا اور نعمتوں پر شکر بجالانے کی ہو اور پھر بھی یہ جانے کہ میرا عمل نامکمل ہے۔

اور اس کا دل خوف زدہ ہو کہ نہ جانے اس کا عمل قبول کیا جائے گا بھی یا نہیں اور یہ آزاد بندوں کی عبادت ہے۔

اور اسی تیسری قسم کی طرف امام الانبیاء ﷺ نے اشارہ فرمایا، جب حضور ﷺ رات میں قیام کرتے اور آپ ﷺ کے پاؤں مبارک سوج جاتے (تو ایک مرتبہ) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ سے عرض کرتی ہیں، یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اس قدر تکلف فرماتے ہیں حالانکہ (آپ ﷺ کی یہ شان ہے کہ آپ ﷺ معصوم ہیں) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سبب اگلوں اور پچھلوں کی لغزشیں معاف فرمادی ہیں اس بات کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کیا مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اللہ عزوجل کا شکر گزار بندہ بنوں"۔

عبادت کی پہلی قسم کے بارے میں سوال ہے کہ عبادت خوف کے ساتھ کرنا افضل ہے یا رجاء کے ساتھ۔

(جواب) اس کے بارے میں امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے فرمایا، امید کے ساتھ عبادت کرنا خوف کے ساتھ عبادت کرنے سے افضل ہے کیونکہ رجاء محبت پیدا کرتی ہے جس کی وجہ سے بندہ عبادت زیادہ کرتا ہے اور خوف مایوسی پیدا کرتا ہے (جس کی وجہ سے بندہ ناامید ہو کر عبادت کرنا چھوڑ دیتا ہے)۔

عبادت کی مذکورہ اقسام اخلاص کے ساتھ عبادت کرنے والوں کے اعتبار سے ہیں۔

ذہن نشین رہے کہ اخلاص کو کبھی خود پسندی کی آفت بھی لاحق ہوتی ہے لہٰذا جس نے اپنے عمل کے ساتھ خود پسندی کو یا تکبر کو شامل کیا اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

دوسرا حال کہ عمل (عبادت) کو حصول دنیا و آخرت دونوں کیلئے کیا جائے (۲) تو اس کے بارے میں بعض علماء کرام رحمہم اللہ اس بات کی طرف گئے کہ اس کا عمل مردود ہے اور ان علماء کرام رحمہم اللہ نے حدیث قدسی سے استدلال کیا ہے۔ پہلی دلیل اللہ عزوجل فرماتا ہے: "میں شرکاء سے بے نیاز ہوں لہٰذا جس نے کوئی بھی ایسا عمل کیا جس میں میرے سوا کسی کو شریک کیا تو میں اس عمل سے بری ہوں"۔ (۳) اور یہی نظریہ حارث محاسبی کا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الرعایۃ" میں فرمایا کہ "اخلاص یہ ہے کہ تو اس عمل سے اللہ عزوجل کی فرمانبرداری کا ارادہ کرے اس کے سوا کسی اور کا ارادہ نہ کرے"۔

جان لو کہ ریا کی دو قسمیں ہیں: (۴)

(۱): عامل اپنے عمل میں محض لوگوں کا ارادہ کرے۔

(۲): عامل اپنے عمل میں لوگوں اور اللہ عزوجل دونوں کا ارادہ کرے۔

اور یہ ہر دو قسم کا ریا عمل کو باطل کرنے والا ہے، اس قول کو حافظ ابو نعیم نے اپنی کتاب ''الحلیۃ'' میں بعض بزرگوں سے نقل کیا۔(دوسری دلیل) اور بعض نے عمل کے برباد ہونے پر اللہ عزوجل کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے، ''اَلْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ'' (۵) جیسے اللہ عزوجل متکبر (بڑائی چاہنے والا) ہے، بیوی، اولاد اور شرک سے ایسے ہی وہ اس عمل سے بھی متکبر (بے پرواہ) ہے جس میں اس کے غیر کو شریک ٹھہرایا گیا ہو پس اللہ عزوجل اکبر، کبیر اور متکبر (بڑائی چاہنے والا) ہے۔

☆......☆......☆......☆

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث کا موضوع اخلاص ہے اور یہ حدیث ام الاحادیث میں سے ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کے حالات زندگی مختصراً پیش خدمت ہیں۔

(ا) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام الفیل کے تیرہ برس بعد پیدا ہوئے۔ انتالیس مردوں کے بعد حضور اقدس ﷺ کی دعا سے ۶ سن نبوی میں ایمان لائے۔ ابو حفص کنیت، فاروق اعظم لقب ہے۔ ۱۳ھ ۲۳ جمادی الآخرہ بروز سہ شنبہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ابولولؤ فیروز مجوسی نے نماز فجر میں زخمی کیا، دن کے بعد ۲۸ ذوالحجہ بروز دوشنبہ شہید ہوئے۔ روضہ پاک میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ عمر مبارک ۶۳ سال ہوئی، دس سال چھ مہینے پانچ دن بڑی شان و شوکت کے ساتھ نیابت رسول کا حق ادا کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۵۳۷ حدیثیں مروی ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں عمر بن خطاب نام کے اور کوئی صاحب نہیں، محض عُمر نام کے ۲۳ حضرات ہیں اور راویان حدیث میں اس نام کے چھ حضرات ہیں اور عمرو نام کے دو سو سے زائد صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں۔ عُمر اور عَمر و لکھنے میں یکساں ہی ہے اس لیے امتیاز کیلئے عَمر و واؤ کے ساتھ لکھا جاتا ہے اور عُمر بغیر واؤ کے۔ اہلسنّت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ تمام امت سے افضل صدیق اکبر ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم پھر عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

(نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری باب بدء الوحی صفحہ ۲۲۲ ناشر فرید بک سٹال)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کو بیس (۲۰) باتوں کی نصیحت فرمائی جن میں انیسویں یہ تھی کہ میں نے ۵ لاکھ حدیثوں میں سے پانچ حدیثیں منتخب کیں ہیں ان پر اعتماد کرنا پھران پانچ حدیثوں کو

ذکر فرمایا جن میں ایک یہ حدیث مبارکہ بھی تھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مکہ میں ایک شخص نے ام قیس نامی عورت کو نکاح کا پیغام دیا، ام قیس نے یہ شرط رکھی کہ اگر تم مدینہ ہجرت کرو تو تم سے نکاح کرلوں گی، انہوں نے ہجرت کی اور ان دونوں کا نکاح ہوگیا ان لوگوں کو ہم لوگ مہاجر ام قیس کہتے تھے۔

عموماً کتب میں یہ واقعہ حدیث کا سبب قرار دیا جاتا ہے اس سبب ارشاد پر روایتاً ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے اگر چہ علماء کرام رحمہم اللہ اسے محض قیاس قرار دیتے ہیں مگر عموماً اس حدیث کا سبب اس واقعہ کو ہی ٹھہرایا جاتا ہے۔

مذکورہ حدیث مبارکہ (جس کا موضوع نیت واخلاص ہے) کے مطالعہ کے بعد یہ سیکھنے کو ملتا ہے کہ ہر انسان کا عمل اچھی نیت کے ذریعے اخلاص پر مبنی ہونا چاہیے کیونکہ نیت اخلاص کے بغیر عمل مردود ہوتا ہے جیسا کہ حضرت علامہ یحییٰ بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں بھی فرمایا، علماء کرام رحمہم اللہ اس حدیث کے پیش نظر اپنی کتاب کے شروع میں بیان کرتے ہیں تاکہ کتاب رضاالٰہی عزوجل کیلئے لکھی جائے اور لکھنے کے دوران بھی یہ حدیث مبارکہ پیش نظر رہے۔

(۲) یہاں سے مصنف امام نووی علیہ الرحمۃ حال ثانی کی وضاحت کررہے ہیں۔ایک حال مذکورہ تین اقسام کا ہے کہ اللہ عزوجل سے خوف حصول جنت وثواب اور اللہ عزوجل سے حیاکرتے ہوئے صرف آخرت (کی تیاری) کیلئے عبادت کرنا اور دوسرا حال اس کے مقابل حصول آخرت کے ساتھ ساتھ حصول دنیا (طلب دنیا وآخرت) کیلئے عبادت کرنا ہے۔جس کی وضاحت مصنف علیہ الرحمۃ الحال الثانی سے کررہے ہیں۔

(۳) جن کے نزدیک عمل مقبول نہیں ان کی پہلی دلیل ذکر کی۔

(۴) یہاں سے ضمناً ریاکاری کی دو اقسام کو ذکر کیا۔

(۵) ترجمہ کنزالایمان: عظمت والا تکبروالا اللہ کو پاکی ہے ان کے شرسے۔

یہاں سے عمل کے قبول نہ ہونے پر دوسری دلیل ذکر کی۔

وقالَ السَّمَرْقَنْدِيُّ رحمه الله تعالى: مَا فعلَهُ لِلّٰهِ تعالى قُبِلَ ومَا فعلَهُ مِنْ اَجْلِ النَّاسِ رُدَّ. ومِثالُ ذلكِ مَنْ صَلَّى الظُّهرَ مثلاً وقَصَدَ اَدَاءَ مَا فَرضَ اللّٰهُ تعالى عليه وَلٰكِنَّهُ طَوَّلَ اَرْكَانَهَا وَقِرَاءَ تَهَا وحسَّن هيئتَهَا مِنْ اجلِ الناسِ، فَاَصْلُ الصَّلاةِ مقبولٌ، واَمَّا طُولُهُ وحُسْنُهُ مِن اجلِ النَّاسِ فَغَيْرُ مقبولٍ لِاَنَّه قَصَدَ بِهِ النَّاسَ.

وسُئِلَ الشيخُ عزالدِّيْنِ ابْنُ عبدِالسَّلامِ رحمه الله تعالى: عَمَّنْ صلَّى فطوَّلَ صلا تَهُ مِنْ اجلِ النَّاسِ؟

فقال: اَرْجُوْ اَنْ لا یُحْبطَ عملُہٗ، ھذا کُلُّہٗ اذا حَصَلَ التَشْرِیْکُ فی صِفَةِ العَمَلِ، فَاِنْ حَصَلَ فِیْ اَصْلِ العملِ بِاَنْ صلّی الفَرِیْضَةَ منْ اجلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالنَّاسِ، فَلاتُقبلُ صلا تُہٗ لِاَجْلِ التشریکِ فی اصلِ العَمَلِ، وَکَمَا اَنَّ الرِّیاءَ فی العملِ یکونُ فی ترکِ العملِ. قَالَ الفُضَیْلُ بنُ عیاضٍ: ترْکُ العملِ مِنْ اجلِ الناسِ رِیَاءٌ والعملُ مِنْ اجلِ النَّاسِ شِرْکٌ، وَالْاِخْلاصُ اَنْ یُعَافِیکَ اللّٰہُ مِنْھُمَا.

وَمَعْنَی کَلامِہٖ رحمہ اللّٰہ تعالی اَنَّ مَنْ عَزَمَ عَلٰی عِبَادَةٍ وتَرَکَھَا مخافةً اَن یَرَاھَا النَّاسُ، فَھُوَ مُراءٍ لاَنَّہٗ تَرکَ العملَ لاَجلِ الناسِ، امَّا لَوْ ترکَھَا لِیُصَلِّیَھَا فِی الْخَلْوَةِ فَھٰذَا مُستحبٌّ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ فَرِیْضَةً، اَوْ زکاةً واجبةً، أو یکون عالمًا یُقْتَدٰی بِہٖ، فَالْجھرُ بِالعبادةِ فی ذٰلک اَفْضَلُ، وکما اَنَّ الرِّیاءَ محبطٌ لِلْعَمَلِ کَذٰلک التَسْمیعُ، وَھُوَ اَنْ یَعْمَلَ لِلّٰہِ فی الخَلْوَةِ ثُمَّ یُحَدِّثُ النَّاسَ بِمَا عَمِلَ، قال صلَّی اللّٰہ علیہ وسلَّم: (مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ رَاءٰی رَاءٰی اللّٰہ بِہٖ).

قالَ العلماءُ: فَانْ کَانَ عالِمًا یُقْتَدٰی بِہٖ وَذَکرَ ذٰلکَ تَنْشِیطاً لِلسَّامِعِینَ لِیَعْمَلُوْا بِہٖ فَلاَ بَاسَ. قال الْمَرْزَبَانِیُّ رحمہ اللّٰہ تعالٰی: یَحْتَاجُ المصَلِّی اِلٰی اَرْبَعِ خِصَالٍ حَتّٰی تَرْفَعَ صَلاتَہٗ: حضورُ القلبِ، و شھودُ العقلِ، وخضوعُ الاَرْکَانِ، وخُشُوْعُ الْجوَارِحِ، فَمَنْ صَلّٰی بلا حضورِ قَلْبٍ فَھُوَ مُصلٍ لاہٍ، وَمَنْ صلّٰی بلا شھودِ عَقْلٍ فَھُوَ مصلٍ ساہٍ، وَمَنْ صلّٰی بِلا خضوعِ الاَرْکَانِ فَھُوَ مصلٍ جَافٍ، وَمَنْ صلّٰی بِلاَخُشُوْعِ الجوارِحِ فَھُو مصلٍ خَاطِیٌٔ ومن صلّٰی بِھذہِ الاَرْکَانِ فَھُوَ مصلٍ وافٍ.

علامہ سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ (۶) نے اس بارے میں فرمایا جس نے کوئی کام خالص اللہ تعالیٰ کیلئے کیا وہ قبول کیا جائے گا اور جولوگوں کیلئے کیا وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جیسے کسی نے نماز ظہر ادا کی اور نیت یہ تھی کہ اللہ عزوجل کا فرض ادا کررہا ہوں مگر اس نماز کے ارکان وقرات کو خوب طول دیا، ظاہری ہیئت کو خوب سجایا اور نیت یہ سب لوگوں کو دکھانے کی تھی تو ایسے میں اس کی نماز کو مقبول ہے مگر نماز کو طول دینا مقبول نہیں کیونکہ اس کا یہ عمل لوگوں کیلئے ہے۔

شیخ عزیز الدین ابن عبد السلام علیہ الرحمۃ (۷) سے پوچھا گیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو لوگوں کو دکھانے کی خاطر لمبی لمبی نمازیں ادا کرتا ہے تو آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا میں اللہ عزوجل سے عمل برباد نہ ہونے کی امید کرتا ہوں مگر یہ اس وقت ہے جب غیر اللہ کو عمل کی صفت میں شریک کیا ہو اور اگر اصل عمل میں شریک کیا مثلاً اس نے فرض نماز اللہ عزوجل اور لوگوں کیلئے پڑھی تو اس کی نماز قبول نہ ہوگی کیونکہ اس نے اس عمل میں غیر اللہ کو شریک کیا ہے۔ جس طرح ریاکاری عمل میں واقع ہوسکتی ہے

اس طرح ترک عمل میں بھی یہ واقع ہو سکتی ہے۔

علامہ فضیل بن عیاض علیہ رحمۃ الغفار نے فرمایا، عمل کو لوگوں کی وجہ سے ترک کرنا ریا کاری ہے۔ لوگوں کیلئے عمل کرنا شرک اور اللہ عزوجل کا اپنے کرم سے تجھ کو ان دونوں سے بچانا اخلاص ہے۔

علامہ فضیل بن عیاض علیہ رحمۃ الغفار کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے کوئی عبادت کرنے کا ارادہ کیا اور پھر اسے اس وجہ سے ترک کر دے کہ لوگ اسے عبادت کرتا دیکھیں گے تو ایسا شخص ریا کار ہے کیونکہ اس نے نیک عمل کو لوگوں کی وجہ سے ترک کر دیا۔

بہر حال اگر اس نے اس وجہ سے ترک کیا کہ تنہائی میں نفلی عمل کروں گا تا کہ خشوع و خضوع حاصل ہو تو یہ مستحب ہے۔ مگر فرض، واجب نماز، صدقات واجبہ (مثلاً زکوٰۃ) اور ایسا پرہیزگار عالم جس کی لوگ پیروی کرتے ہوں تو اس کا اعلانیہ عبادت کرنا افضل ترین ہے۔(۸)

جس طرح ریا عمل کو ضائع کر دیتا ہے اسی طرح تسمیع بھی عمل کو برباد کر دیتی ہے۔ تسمیع کا مطلب یہ ہے کہ کوئی عمل خیر خلوت میں کرنا اور جلوت میں لوگوں کے سامنے بیان کرنا۔(۹)

نیز اس کے بارے میں امام الانبیاء ﷺ کا فرمانِ عبرت نشان ہے "مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ وَ مَنْ رَاءٰى رَاٰى اللّٰهُ بِهٖ" ۔(۱۰)

اور علماء کرام علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں اگر ایسا عالم ہو کہ لوگ اس کی پیروی کرتے ہوں اور وہ اپنا کوئی نیک عمل لوگوں کو ترغیب کیلئے بتائے تا کہ لوگ بھی نیک عمل کریں تو اس میں حرج نہیں۔

لہٰذا علامہ مرزبانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جس نمازی میں چار خصلتیں ہوں اس کی نماز بلند (قبول) ہوتی ہے۔

(۱): حضور قلب (۱۱) (۲): شھود عقل (۱۲)

(۳): خضوع ارکان (۱۳) (۴): خشوع ارکان (۱۴)

لہٰذا جس نے بغیر توجہ نماز پڑھی تو وہ کھیلنے والا نمازی ہے اور جس نے بغیر یکسوئی نماز پڑھی وہ بھولنے والا نمازی ہے، جس نے بغیر خضوع ارکان نماز پڑھی وہ بدسلوکی کرنے والا نمازی ہے اور جس نے بغیر خشوع جوارح نماز پڑھی وہ خطا کرنے والا نمازی ہے اور جس نے ان ارکان کے ساتھ نماز پڑھی وہ کامل نماز پڑھنے والا ہے۔

شرح:

(۶) علامہ سمرقندی علیہ الرحمۃ کا نظریہ۔ (۷) شیخ عزیز الدین علیہ الرحمۃ کا نظریہ۔

(۸) اگر اصل نماز اللہ عزوجل کیلئے پڑھے مگر نماز کی ہیئت کو لوگوں کی وجہ سے مزین کرے تو اصل نماز قبول ہونے کی امید ہے۔

(۹) البتہ ترغیب کیلئے اعلانیہ نماز اور صدقہ ادا کرنا اور عالم کا عوام وغیرہ کو تحدیث نعمت کیلئے عمل بتانا جائز ہے۔

(۱۰) جو شخص کوئی عمل لوگوں کو سنانے کیلئے کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی ذلت لوگوں کو سنائے گا اور جو شخص کوئی عمل لوگوں کو دکھانے کیلئے کرے گا اللہ عزوجل اس کے عیب لوگوں کو دکھائے گا۔

(۱۱) دل کا حاضر ہونا نماز میں دل بھٹکتا نہ پھرے۔

(۱۲) عقل کا شاہد ہونا یعنی دل کے ساتھ ساتھ دماغ بھی حاضر ہو، وسوسوں میں مبتلا نہ رہے۔

(۱۳) نماز کے ارکان میں نہایت بندگی کا ہونا۔

(۱۴) جوارح میں خشوع یعنی اعضاء ظاہری کی انکساری۔

قولُهٗ صلّی اللہ علیہ وسلّم: (اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ) اَرادَ بِهَا اعمالَ الطَّاعاتِ دونَ اَعْمالِ المباحَاتِ، قال الحَارِثُ المحاسبِیُّ: اَلْاِخْلَاصُ لَا یَدْخُلُ فِیْ مُبَاحٍ، لِاَنَّہٗ لا یَشْتَمِلُ عَلٰی قُرْبَۃٍ وَلَا یؤدِّی الی قُرْبَۃٍ، کَرَفْعِ البُنْیانِ لَا لِغَرْضٍ بَلْ لِغَرْضِ الرُّعونَۃِ، اَمَّا اِذَا کان لِغَرْضٍ کالمسَاجِدِ و القنَاطِرِ وَالاَرْبَطَۃِ فیکونُ مُستحبًّا. قَالَ: وَلَا اخلاصَ فی مُحَرَّمٍ ولا مکروہٍ، کَمَنْ یَنْظُرُ اِلٰی مَا لَا یَحِلُّ لَہٗ النظرُ الیہِ، وَیَزْعُمُ اَنَّہٗ یَنْظُرُ الیہِ لِیَتفکَّرَ فی صَنْعِ اللّٰہِ تعالی، کَالنَّظْرِ اِلَی الاَمْرَدِ، ھذا لا اخلاصَ فِیہ بَلْ لا قُرْبَۃَ البتۃَ، قال: فالصِّدْقُ فی وصفِ العبدِ فی استواءِ السِّرِ والعِلانیۃِ والظاھرِ والباطنِ، والصِّدْقُ یَتحقَّقُ بِتَحقُّقِ جمیعِ المقَامَاتِ وَالاَحْوَالِ حتی اِنَّ الاخلاصَ یَفْتقرُ الی الصِّدقِ، والصِّدْقُ لا یفتقرُ الی شیءٍ. لاَنَّ حقیقۃَ الْاخْلاصِ ھُوَ ارادۃُ اللّٰہ تعالی بالطَّاعۃِ، فَقَدْ یُرِیْدُ اللّٰہَ بِالصَّلاۃِ ولکنَّہٗ غافِلٌ عَنْ حُضُوْرِ القَلْبِ فِیْھَا، وَالصِّدْقُ ھُوَ ارادۃُ اللّٰہِ تعالی بالعبادۃِ مع حضورِ القلبِ الیہ، فَکُلُّ صَادِقٍ مخلصٌ، ولَیس کلُّ مخلصٍ صَادِقًا، وَھُوَ معنَی الاِتِّصَالِ وَالْاِنْفِصَالِ، لِاَنَّہٗ اِنْفَصَلَ عَنْ غَیْرِ اللّٰہِ وَاتَّصَلَ بِالْحُضُوْرِ بِاللّٰہِ، وَھُوَ مَعْنَی التَّخَلِّیْ عَمَّا سِوَی اللّٰہِ وَالتَّحَلِّیْ بالحضورِ بَیْنَ یدَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی.

قوله صلّى الله عليه وسلّم: (إنَّمَا الْاَعْمَالُ) يَحْتَمِلُ﴾: إِنَّمَا صِحَّةُ الْاَعْمَالِ اَو تَصْحِيحُ الْاَعْمَالِ، اَوْ قبولُ الْاَعْمَالِ، او كمالُ الْاَعْمَالِ، وَبِهٰذَا اَخَذَ الْإِمامُ اَبُوْحنيفةَ رحمه الله تعالى، وَيُسْتَثْنٰى مِنَ الْاَعْمَالِ مَا كَانَ قبيلَ التروكِ كَإِزَالَةِ النَّجاسَةِ، وَرَدِّ الْغُصُوبِ وَالْعَوارِي، وَإِيْصالِ الهديةِ وغيرِ ذلكَ، فَلاَ تَتَوَقَّفُ صِحَّتُهَا على النِيَّةِ الْمُصَحِّحَةِ، ولٰكِنْ يَتوقَّفُ الثَّوَابُ فِيْهَا على نِيَّةِ التقرُّبِ، وَمِنْ ذلكَ ما اذا اَطْعَمَ دَابَّتَهُ، إِنْ قَصَدَ بإطْعَامِهَا امْتِثَالَ اَمْرِ اللّٰهِ تعالٰى فَإِنَّهُ يُثابُ، وان قَصَدَ بِإطْعَامِهَا حَفِظَ المالية فلا ثواب، ذَكَرَهُ القرافِيُّ، ويُسْتَثْنىٰ مِنْ ذلكَ فَرسُ المجاهدِ، إِذَا رَبَطَهَا فى سبيلِ اللّٰه فَإِنَّهَا إِذَا شَرِبَتْ وهو لا يُرِيْدُ سقيهَا اُثِيْبَ على ذلك كَمَا فِي "صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ" وكَذٰلكَ الزَّوْجَةُ وكَذٰلكَ إِغْلاقُ الْبَابِ وَإِطْفَاءُ الْمِصْبَاحِ عِنْدَالنَّومِ اذا قَصَدَ بهِ إمتثَالَ امرِ اللّٰه اُثِيْبَ وإنْ قَصَدَ امراً آخرَ فَلاَ.

وَاعْلَمْ اَنَّ النيّةَ لُغَةً: اَلْقَصْدُ، يُقال نَوَاكَ اللّٰهُ بخيرٍ: اى قَصَدَكَ بهِ. والنيّةُ شرعًا: قَصْدُ الشَّيْءِ مُقْتَرِنًا بِفِعْلِهِ، فإِنْ قَصَدَ وَتَرَاخٰى عَنْهُ فهو عَزْمٌ، وشُرِعَتِ النيَّةُ لِتَمْيِيْزِ الْعَادَةِ مِنَ العبادةِ اَوْلِتَمْيِيزِ رُتَبِ الْعِبَادَةِ بَعْضَهَا عَنْ بعضٍ، مثالُ الاوّلِ: الجَلُوْسُ فِي الْمَسْجِدِ قَدْ يَقْصِدُ لِلاِسْتِرَاحَةِ فى العَادَةِ، وَقَدْ يَقْصِدُ لِلعبادةِ بِنِيَّةِ الاِعْتِكافِ، فَالْمُمَيِّزُ بَيْنَ الْعِبادةِ وَالْعَادَةِ هُوَالنيّةُ، وكذلكَ الغُسْلُ: قَد يُقْصَدُ بِهِ تَنْظِيْفُ الْبَدْنِ فى الْعَادَةِ، وقَدْ يُقْصَدُ بهِ الْعِبَادَة فالْمُمَيِّزُ هُو النيّةُ، وَإِلٰى هٰذَا الْمَعْنَى اَشَارَ النَّبِيُّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم حين سُئِلَ عن الرَّجلِ يُقاتِلُ رياءً و يقاتِلُ حَمِيّةً وَيقاتِلُ شُجاعةً، ايُّ ذلكَ فى سبيلِ اللّٰه تعالىٰ؟ فقال: (مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كلمةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تعَالٰى). وَمثالُ الثَّانِي وهُوَ الْمَمَيِّزُ رَتَبَ العِبادةِ، كَمَنْ صَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَدْ يُقْصَدُ إِيْقَاعُهَا عَنْ صلاةِ الظُّهرِ وقد يُقْصَدُ ايقاعُهَا عنِ السُّنَنِ فالمميّزُ هوالنيةُ، وكَذٰلِكَ العِتْق قَدْ يُقْصَدُ بِهِ الكَفَّارةُ وقد يُقْصَدُ به غيرُهَا كالنَذرِ ونحوِهِ، فالمميّزُ هوالنيّةُ.

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ"۔ یہاں اعمال سے مراد طاعات ہیں نہ کہ مباحات۔
حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مباح اعمال کے ساتھ اخلاص کا تعلق نہیں کیونکہ مباح کام کے کرنے پر (نہ عذاب ہوتا ہے) نہ ثواب۔ مثلاً بلند عمارت کی تعمیر کسی غرض شرعی کیلئے نہیں ہوتی بلکہ اکثر بڑائی کے اظہار کیلئے ہوتی ہے ہاں اگر تعمیرات کسی غرض صالح کیلئے ہوں تو یہ ایک پسندیدہ عمل ہوگا، جیسا کہ مساجد، پل اور مسافر خانے بنانا مستحب ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے (مزید فرمایا) حرام ومکروہ کاموں کا بھی اخلاص کے ساتھ کوئی تعلق نہیں مثلاً ان چیزوں کو دیکھنا ہے جو غیر حلال ہیں جیسے امرد کو بنظر شہوت کو

دیکھنا اور گمان یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی بنائی چیزوں میں غور و فکر کر رہا ہے تو اس نیت کے ساتھ یہ افعال کرنے میں نہ تو کوئی اخلاص ہے اور نہ ہی ثواب کا کوئی پہلو۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صدق انسان کا ایک ایسا وصف ہے جس کی وجہ سے انسان کی خلوت وجلوت، ظاہر و باطن برابر ہوتا ہے۔ اس کا تحقق اور وجود تمام مقامات واحوال کے پائے جانے سے ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اخلاص، صدق کا محتاج ہے مگر صدق، اخلاص کا محتاج نہیں کیونکہ اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی نیکی رب تعالیٰ کی رضا کیلئے کی جائے۔

مثلاً کسی نے نماز رضائے الٰہی کیلئے ادا کی مگر دل نماز میں نہیں لگا (۱۵) حالانکہ صدق کا مطلب ہے عبادت کو رب تعالیٰ کی رضا کیلئے یکسوئی کے ساتھ ادا کرنا۔ پس ہر صادق مخلص ہے اور ہر مخلص صادق نہیں (۱۶) اور یہی معنی ہے اتصال وانفصال کا کہ بندہ غیر اللہ سے تعلق توڑ کر بارگاہ الٰہی سے جوڑ لے اور یہی معنی ہے ''اَلتَّخَلِّي عَمَّا سِوَى اللّٰهِ وَالتَّحَلِّي بالحضور بين يدى اللّٰه'' (۱۷)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ'' (۱۸) میں الف لام مضاف کے عوض میں ہونے کی وجہ سے چند وجوہ کا احتمال رکھتا ہے کہ اس سے مراد اعمال کی صحت ہے یا اعمال کی درستی یا اعمال کی قبولیت یا اعمال کا کامل ہونا مراد ہے۔

یہی قول امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے کہ اعمال سے عمل کی کاملیت مراد ہے (یعنی نیت نہ ہونے کی وجہ سے اسے ثواب نہیں ملے گا گویا کہ ثواب نہ ملنے کی وجہ سے اس کا عمل کامل نہ ہوا جبکہ ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک عمل کی قبولیت نیت پر موقوف ہے) البتہ وہ اعمال جو از قبیل تروک سے ہیں وہ اس قاعدے (یعنی عمل کی صحت نیت پر موقوف ہے) سے مستثنیٰ ہیں۔ جیسے نجاست کا دور کرنا، مغصوبہ اور عاریت والی چیز کا لوٹانا اور ہدیہ وغیرہ دینا ان سب کی صحت درست نیت پر موقوف نہیں بلکہ بالاتفاق بغیر نیت کے سب کام درست ہیں (احناف کے نزدیک بغیر نیت کے عمل تو درست ہوتا ہے مگر ثواب نہیں ملتا) لہٰذا ثواب کی نیت کرنے پر ہی ثواب ملے گا۔ مثلاً کسی نے اپنے چوپائے کو چارہ کھلایا اور چارہ کھلانے سے نیت یہ تھی کہ اللہ عزوجل کے حکم کی بجا آوری کرتا ہوں تو ثواب ملے گا اور اگر محض مال کی حفاظت مقصود تھی تو اس پر ثواب نہیں ملے گا اسے علامہ قرافی علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا ہے اور مسئلے کی اس تفصیل سے مجاہد کا گھوڑا مستثنیٰ ہے جو اس نے راہ خدا میں تیار کر رکھا ہو کہ اگر وہ اسے بغیر نیت ثواب کے بھی پانی پلائے گا جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں ہے جب مجاہد اللہ عزوجل کی راہ میں گھوڑا باندھے (روکے رکھے) اور جب وہ پانی پئے۔ اسی طرح زوجہ کا مسئلہ مستثنیٰ ہے (۱۹)، جب کہ دروازے کا بند کرنا، سوتے وقت چراغ کا بجھانا اگر ان امور سے اللہ عزوجل کے حکم کی پیروی کی نیت ہو تو

ثواب ملے گا ورنہ نہیں (۲۰) جان لیجئے (۲۱) کہ نیت کا لغوی معنی مطلقاً قصد ہے جیسے کہا جاتا ہے نَوَاکَ اللّٰہُ بخیرٍ یعنی اللہ عزوجل نے تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا اور اصطلاحی معنی ہے کسی چیز کا دل سے اس طرح پختہ ارادہ کرنا کہ وہ فعل سے ملا ہوا بھی ہو اور اگر دل سے پختہ ارادہ تو کیا مگر فعل کو اس سے موخر کیا تو عزم ہوگا۔ عبادت اور عادت میں فرق واضح کرنے کیلئے یا ظاہراً ایک جیسی مگر حکم میں مختلف عبادات میں رتبہ ومرتبہ کا امتیاز بیان کرنے کیلئے نیت کا حکم ہے۔

پہلی قسم کی مثال اوّل: مثلاً کوئی شخص مسجد میں عادۃً استراحت کیلئے بیٹھتا اور کبھی عبادت کرنے کیلئے بنیت اعتکاف بیٹھتا ہے تو دونوں میں فرق کرنے والی چیز نیت ہے۔

پہلی قسم کی مثال ثانی: غسل کرنے سے کبھی عادۃ بدن کی صفائی مقصود ہوتی ہے اور کبھی عبادت مقصود ہوتی ہے مگر فرق کرنے والی چیز نیت ہے اور اسی معنی کی طرف مکی مدنی سرکار حضرت محمد ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ جب آپ ﷺ سے سوال کیا گیا اس مرد کے بارے میں جو دیکھاوے کے طور پر لڑتا ہے اور ایک گرم جوشی اور بہادری سے (اعلاء کلمۃ الحق کے لئے) لڑتا ہے ان میں سے کون اللہ عزوجل کی راہ میں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اعلاء کلمۃ الحق کے لئے لڑتا ہے وہ اللہ عزوجل کی راہ میں ہے

دوسری قسم کی مثال اوّل: (۲۲) جیسے چار رکعت نماز پڑھنا نماز ظہر کے فرض بھی ہو سکتے ہیں اور نماز ظہر کی چار رکعت سنتیں بھی ہو سکتی ہیں اور ان میں فرق نیت ہی کے ذریعے ہوگا۔

دوسری قسم کی مثال ثانی: جیسے غلام آزاد کرنا اس سے مقصود کبھی کفارے کی ادائیگی ہوتی ہے اور کبھی نہیں بلکہ اس کے علاوہ عبادت مقصود ہوتی ہے۔ جیسے نذر وغیرہ، ان میں فرق کرنے والی نیت ہی ہے۔

شرح:

(۱۵) یہ اخلاص کے ساتھ عبادت بجالانے والا نہیں بلکہ ایسا شخص تو غافل ہوتا ہے۔

(۱۶) صدق واخلاص میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے کہ ہر صادق مخلص ہوگا مگر ہر مخلص کا صادق ہونا لازم نہیں یعنی بعض مخلص صادق ہوں گے۔

(۱۷) یعنی غیر سے اپنا تعلق منقطع کر کے محض اللہ عزوجل سے تعلق جوڑنا۔

(۱۸) یہ ماقبل اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ سے متعلق ہے۔

انما کلمہ حصر کیلئے آتا ہے یہ ان اور ما سے مرکب ہوتا ہے۔ ان حرف مشبہ بالفعل اور ما کو ما کافہ کہتے ہیں جو حروف مشبہ

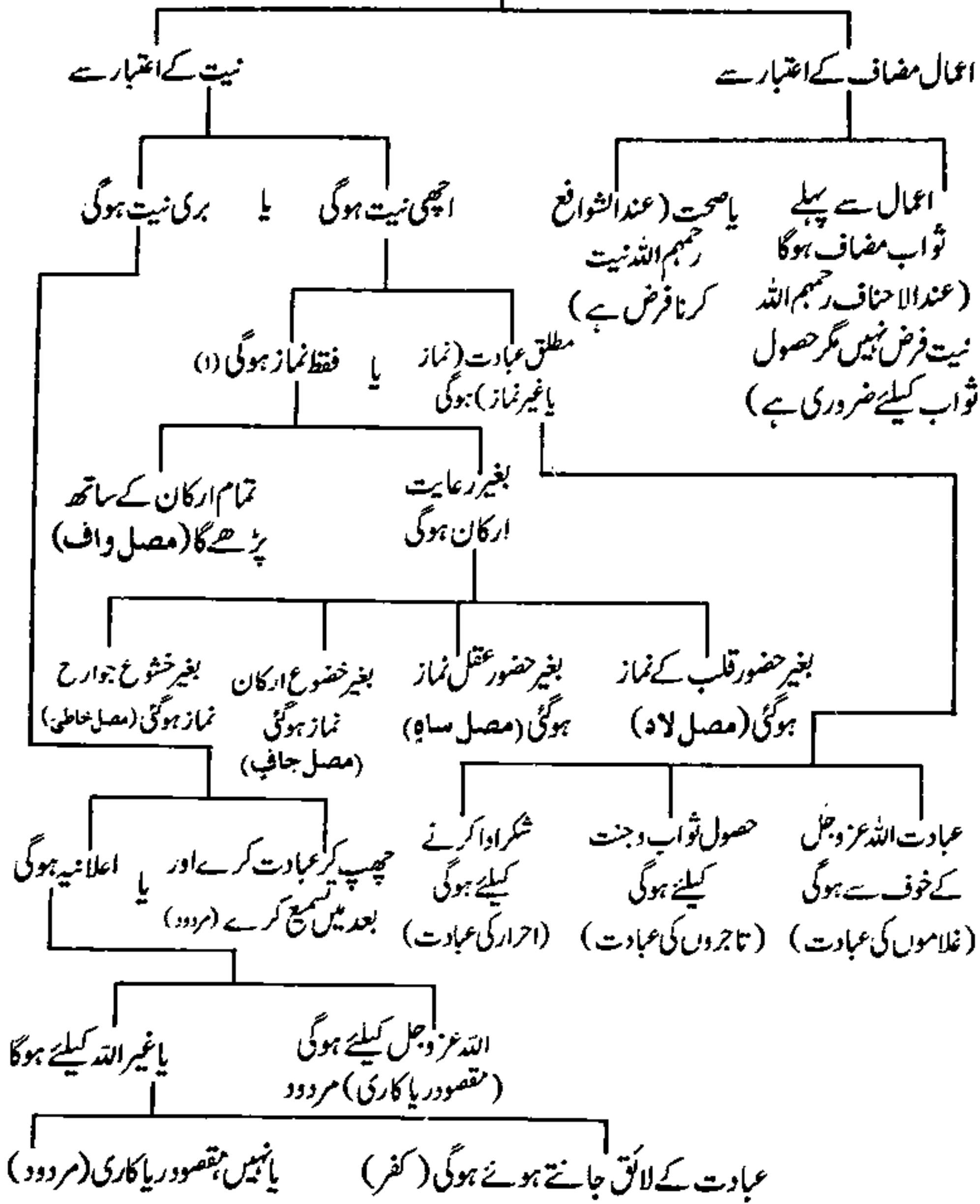
بالفعل کوعمل کرنے سے روک دیتا ہے نیز اس کے دو رکن ہوتے ہیں ایک ایجاب دوسرا نفی یعنی ایک کو ثابت کرتا ہے اور اس کے ماسوا کی نفی کرتا ہے۔ مثلاً مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں انما الاعمال ارشاد فرمایا اس میں ایجاب وسلب یہ ہے کہ جب عبادت میں نیت ہوتو عبادت کا ثواب ملے گا یہ ایجاب (اثبات) ہے اور اگر عبادت میں نیت نہ ہوتو عبادت کا ثواب نہیں ملے گا یہ سلب (نفی) ہے۔

الاعمال پر الف لام استغراقی بالاتفاق مضاف کے عوض میں ہے لہٰذا ائمہ ثلاثہ امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام مالک علیہم الرحمۃ کے نزدیک وضو، غسل وغیرہ میں نیت فرض ہے کیونکہ ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک مضاف صحت ہے یعنی مقدر عبارت صحۃ الاعمال بالنیات ہے یعنی اعمال کی صحت نیتوں پر موقوف ہے لہٰذا جس عمل میں نیت ہوگی وہ درست ہوگا جس میں نیت نہیں ہوگی وہ درست نہیں ہوگا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ الف لام استغراق ہونے کی وجہ سے اس میں تمام اعمال روزہ، حج، زکوٰۃ، نماز اور وضو وغیرہ سب شامل ہیں جو نیت کے بغیر درست نہیں۔

جبکہ عندالاحناف تمام اعمال میں نیت فرض نہیں کیونکہ ''الاعمال'' پر الف لام مضاف کے عوض ہے مقدر عبارت ''ثواب الاعمال بالنیات'' ہے کہ اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔ جس عمل کے کرنے میں نیت ہوگی اس عمل کے درست ہونے کے ساتھ ساتھ عمل کے کرنے کا ثواب بھی ملے گا اگر نیت نہیں ہوگی تو فقط عمل درست ہوگا ثواب نہیں ملے گا۔

یعنی انتفاء صحت سے ثواب منتفی ہو جاتا ہے مگر انتفاء ثواب سے صحت منتفی نہیں ہوگی مثلاً قضاء رمضان کا روزہ اگر بغیر نیت کے رکھا تو اس کا روزہ درست نہ ہوگا کیونکہ شرع نے اس کا وقت مقرر نہیں کیا لہٰذا اسے خود نیت کے ذریعے معین کرنا ہوگا اگر نہیں کرے گا تو انتفاء صحت کی وجہ سے ثواب بھی منتفی ہوگا اور اگر مقروض نے قرض سے بری الذمہ ہونے کی نیت کے بغیر محض قرض ادا کیا تو اس کا قرض ادا ہو جائے گا مگر بروقت وعدے کے مطابق دینے کی نیت اور دیگر اچھی اچھی نیتیں کرنے کا ثواب نہیں ملے گا۔

معلوم ہوا انتفاء ثواب سے صحت منتفی نہیں ہوتی نیز اگر وضو وغیرہ میں نیت کو فرض قرار دیا جائے تو خبر واحد سے کتاب اللہ کا نسخ لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں کیونکہ جس آیت مقدسہ میں وضو کا بیان ہے اس میں صرف ہاتھ، چہرہ، پاؤں دھونے اور سر کا مسح کرنے کا حکم دیا گیا ہے نیت کا حکم نہیں دیا گیا اگر نیت کو خبر واحد سے فرض قرار دیں تو مطلق کو مقید کرنے کے سبب مطلق کا حکم بھی ختم ہوگا جو کہ درست نہیں۔ معلوم ہوا کہ اعمال کا ثواب نیت پر موقوف نہیں۔



(۱): اس کی تمام صورتیں مطلق عبادت میں بھی جاری ہوسکتی ہیں۔

(۱۹) یعنی مستثنیٰ صورت میں سے زوجہ بھی ہے اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کرے مگر حصول ثواب کی نیت نہ ہو پھر بھی اللہ عزوجل اسے ثواب عطا فرماتا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا:

"وَفِي بُضْعِكَ أَهْلَكَ صَدَقَةٌ فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ أَيُؤْجَرُ أَحَدُنَا فِي شَهْوَتِهِ قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ وَضَعْتَهُ فِي غَيْرِ حِلٍّ أَكَانَ عَلَيْكَ وِزْرٌ قَالَ نَعَمْ قَالَ تَحْتَسِبُونَ بِالشَّرِّ وَلَا تَحْتَسِبُونَ بِالْخَيْرِ"۔ (مسند امام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۹۹ بیروت)

اورتمہارا اپنی بیویوں سے جماع کرنا بھی صدقہ ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا جب ہم میں سے کوئی محض شہوت پوری کرنے کیلئے آئے تو اسے بھی اجر دیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر یہ کام حرام طریقے سے کیا جائے تو گناہ ہوگا؟ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا جی ہاں! تو حضور ﷺ نے فرمایا جب برائی پر احتساب ہوگا تو بھلائی پر ثواب نہ ہوگا؟ (اسی کے متعلق مزید دیکھئے الحدیث الخامس والعشرون اربعین نووی) لہٰذا معلوم ہوا بغیر نیت کے بھی ثواب ملتا ہے اور نیت کرنے پر اور زیادہ (دوگنا) ثواب ملتا ہے۔

(۲۰) ان کا مستثنیٰ صورتوں سے تعلق نہیں۔

(۲۱) یہاں سے علامہ نووی علیہ الرحمۃ نیت کے لغوی، اصطلاحی معنی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ نیت کی مشروعیت کی وجہ بیان کریں گے۔

عزم کی تعریف: عزم اس ارادے کو کہتے ہیں جو فعل پر مقدم ہو۔

قصد کی تعریف: قصد اسے کہتے ہیں جو فعل سے متصل اور فعل کے ساتھ پایا جائے۔

نیت کی تعریف: نیت اسے کہتے جو عمل سے متصل ومقترن ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں عمل کی غایت بھی ملحوظ ہو۔

مثلاً: ایک شخص نے حج کا ارادہ کیا سفر شروع کرنے تک عزم ہے سفر شروع ہونے کے بعد قصداً اور اگر اس میں یہ بھی ملحوظ ہو کہ یہ حج کا سفر ہے تو نیت۔

(۲۲) یعنی بعض عبادت کو دوسری عبادات سے ممتاز کرنا مقصود تھا اس لیے نیت کو مشروع فرمایا۔

وفی قولِهٖ صلّی اللّٰه علیه وسلّم: (وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّانَوٰى) دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّهٗ لاتجوزُ النِّيَابَةُ فی العِبَادَاتِ، وَلا التَّوْكِيْلُ مِنْ نَفْسِ النِّيَّةِ، وقد اِسْتَثْنٰى مِنْ ذٰلِكَ تفرقَةُ الزكَاةِ وذَبْحُ الاُضْحِيَةِ، فيجوزُ التَّوْكِيْلُ فِيْهِمَا فِی النيةِ والذَّبحِ،التفرقةُ مَعَ القُدْرَةِ على النيةِ. وفی الحجِ: لا يجوزُ ذلک مَعَ القُدْرَةِ وَدَفعُ الدَّيْنِ، اَمَّا اذا كَانَ على جِهَةٍ واحدةٍ لم يَحتَجْ الى نيةٍ، وان كَانَ على جِهَتَيْنِ كَمَنْ عَلَيْهِ اَلْفَانِ بِاَحِدِهِمَا رِهْنٌ فاَدّٰى الفًا قال جعلتهُ عن اَلْفِ الرِهْنِ، صُدِّقَ، فَاِنْ لَمْ يَنْوِ شيئًا حالةَ الدَّفعِ، ثم نَوٰى بعدَ ذلكَ، وَجَعَلَهٗ عمَّا شَاءَ وَلَيْسَ لَنَا نِيَّةٌ تتاَخَّرُ عَنِ العَمَلِ وتَصِحُّ اِلَّا هُنَا.

قولُهٗ صلّی اللّٰه علیه وسلّم: (فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوله فَهِجْرَتُهٗ الى اللّٰه وَرَسُوله، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا، اَو امراَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهٗ اِلى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ).

اَصلُ المهَاجرَةِ المجَافَاةُ والتَّرکُ، فَاِسْمُ الهِجرَةِ یقعُ علٰی اُمُوْرٍ:

(الاَوْلٰی): هِجرةُ الصَّحَابَةِ رضی اللّٰه عنهم مِنْ مکّةَ الی الحبشَةِ حین آذی المشرِکوْنَ رسولَ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم، فَفَرُّوا منه الی النجّاشِیِ، وکَانَتْ هذهٖ بعدَ البعْثَةِ بِخَمْسِ سِنِیْنَ، قَالَهٗ البَیْهَقِیُّ.

(اَلثَّانیةُ): الهِجْرَةُ من مکةَ الی المدینةِ وکَانَتْ هذهٖ بعد البعثةِ بِثَلاَثَ عَشَرَةَ سَنَةً، وکان یَجِبُ علٰی کُلِّ مسلمٍ بِمَکَّةَ اَنْ یُهَاجِرَ الی رسولِ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم الی المدینةِ، واطلق جماعةٌ اَنَّ الهجرةَ کانَتْ وَاجِبَةً من مکةَ الی المدینةِ، وهذا لیس علی اطلاقِهٖ فانَّهٗ لا خصُوْصِیَّةَ للمدینةِ، وإِنَّمَا الوَاجِبُ اَلْهِجْرَةُ الی رسولِ اللّٰهِ صَلّی اللّٰه علیه وسلّم، قَالَ ابْنُ العَرَبِیُّ: قَسَّمَ العلماءُ رضی اللّٰه عنهم اَلذِّهَابُ فِی الْاَرْضِ هَرَبًا وطلبًا، فَالْاَوّلُ یَنْقَسِمُ اِلی سِتَّةِ اَقْسَامٍ:

اَلْاَوّلُ: الخروجُ مِنْ دارِ الحَرْبِ الی دارِالْاِسْلَامِ وَهِیَ بَاقِیَةٌ الی یومِ القِیَامَةِ، وَالَّتِیْ اِنْقَطَعَتْ بالفتحِ فی قولِهٖ صلّی اللّٰه علیه وسلّم: (لاَ هِجْرَةَ بعدَ الفتحِ). هی القصدُ الی رسولِ اللّٰهِ صَلّی اللّٰه علیه وسلّم: حیثُ کَانَ.

الثانی: الخروجُ من ارضِ البِدْعَةِ، قَالَ ابْنُ القَاسِمِ: سمِعْتُ مالکًا یقولُ: لایحلّ لِاَحَدٍ اَنْ یُقِیْمَ بِاَرْضٍ یُسَبُّ فیهَا السَّلَفُ.

اَلثَّالِثُ: الخروْجُ مِنْ اَرْضٍ یَغْلِبُ علیْهَا الحَرَامُ، فانَّ طلبَ الحلالِ فریضةٌ علی کلِ مُسلمٍ.

الرَّابِعُ: اَلْفِرَارُ مِنَ الاذِیَّةِ فِی البَدَنِ، وَذٰلِکَ فَضْلٌ مِنَ اللّٰهِ تعالی اَرْخَصَ فیهِ، فاذا خَشِیَ علی نفسِهٖ فی مکانٍ فَقَدْ اَذِنَ اللّٰهُ تعالی لَهٗ فی الخروْجِ عَنْهُ، والفِرَارُ بِنَفْسِهٖ یُخَلِّصُهَا مِنْ ذٰلِکَ المحذورِ، وَاَوّلُ من فَعَلَ ذٰلکَ اِبراهیمُ علیه السلام حیثُ خَافَ من قومِهٖ فقال: ﴿اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّی﴾ [العنکبوت ۲۶]. وقال تعالی مُخبراً عَنْ موسٰی علیه السلام: ﴿فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَتَرَقَّبُ﴾. [القصص:۲۱]

اَلْخَامِسُ: الخروجُ خوفَ المرضِ فی البلادِ الوَخمة الی الارضِ النُّزْهِةِ، وَقَدْ اَذِنَ صلّی اللّٰه علیه وسلّم لِلعرنیینَ فِی ذٰلکَ حینَ اِسْتَوْخَمُوْا المدینةَ اَنْ یخرجوا الی الْمَرَجِ.

اَلسَّادِسُ: الخروْجُ خوفًا مِنَ الاذیّةِ فی المَالِ، فِاِنَّ حُرمةَ مالِ الْمسلمِ کَحرمةِ دَمِهٖ.

رسول اللّٰه ﷺ کا فرمان، "اِنَّمَا لِکُلِّ امرِیٍٔ مَّانَوٰی" (۲۳) اس بات پر دلیل ہے کہ عبادات میں نیابت اور توکیل

نفسِ نیت جائز نہیں البتہ اس سے مال زکوۃ کا الگ کرنا اور جانور کا ذبح کرنے کا مسئلہ مستثنیٰ ہے لہٰذا زکوۃ ادا کرنے اور جانور ذبح کرنے میں وکیل بنانا جائز ہے اور حج پر قدرت ہونے پر اس میں نیابت (وکالت) درست نہیں۔

اور جب دَین (قرض) ایک ہی جہت سے ہو تو نیت کی طرف محتاج نہ ہوگی (۲۴) اور اگر دو جہتوں پر ہو مثلاً کسی پر دو ہزار تھے ایک ہزار رھن (۲۵) کا پس (اس نے دو ہزار میں سے) ایک ہزار ادا کیا ادا کرنے کے بعد کہتا ہے کہ میں نے رھن والا ادا کیا تو اس کا کہنا درست ہے اور اگر ادائیگی کے وقت نیت نا بھی کی ہو تو ادائیگی کے بعد نیت کرلے اور جس سے چاہے بنائے۔(۲۶) اور ہمارے نزدیک نیت کا عمل سے مؤخر ہونا درست نہیں مگر اس مسئلہ میں۔(۲۷)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان "فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ و رسولِهٖ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ ورسولِهٖ ، وَمَنْ كَانتْ هجرتُه لِدُنْيَا(۲۸) يُصِيبُهَا ، امرأةٍ يَنْكِحُهَا فهجرتُه إِلىٰ مَاهَاجَرَ إِلَيْهِ"

اور ہجرت کی اصل چھوڑنا، ترک کرنا ہے(۲۹) لہٰذا ہجرت کا اطلاق چند امور پر ہوتا ہے۔

اوّل: صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا جب مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو ایذا دی تو حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور یہ ہجرت بعثت نبوی ﷺ کے پانچ سال بعد ہوئی۔ امام بیہقی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے قول کے مطابق۔(۳۰)

ثانی: صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مکۃ المکرمہ سے مدینۃ المنورہ کی طرف ہجرت کرنا اور یہ ہجرت بعثت نبوت ﷺ کے تیرہ سال بعد ہوئی (۳۱)۔ اس ہجرت کے وقت مکۃ المکرمہ میں رہنے والے تمام مسلمانوں پر واجب تھا کہ مدینۃ المنورہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کریں۔ ایک جماعت نے مکۃ المکرمہ سے مدینۃ المنورہ کی طرف ہجرت کرنے کو مطلق واجب رکھا ہے حالانکہ مدینۃ المنورہ کی طرف ہجرت کرنا واجب نہیں تھا کیونکہ مدینۃ المنورہ کو اس میں کوئی خصوصیت حاصل نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کرنا واجب تھا۔(۳۲)

علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے اعتبار سے ہجرت کی دو قسمیں ہیں

(۱) ھرب (۲) طلب (۳۳)

پہلی قسم (ہجرت ھرب) چھ قسموں کی طرف تقسیم ہوتی ہے

(۱): دارالحرب سے دارالسلام کی طرف ہجرت کرنا، اس کا حکم قیامت تک باقی ہے اور فتح مکہ کے بعد جس ہجرت کا حکم

منقطع ہوا وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کرنا ہے اگرچہ آپ ﷺ کہیں بھی ہوں۔

ثانی: اہل بدعت سے خروج (ہجرت) کرنا، ابن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا، کسی کیلئے حلال نہیں کہ ایسی زمین پر سکونت اختیار کرے جس میں اسلاف کو بُرا (گالی) کہا جائے۔(۳۴)

ثالث: جس جگہ حرام کا غلبہ ہو وہاں سے خروج (ہجرت) کرنا بے شک حلال کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

رابع: جانی نقصان کے خوف سے ہجرت کرنا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے اس میں رخصت عطا فرمائی لہٰذا جب کسی کو اپنی جان پر خوف ہو تو اللہ عزوجل نے وہاں سے خروج (ہجرت) کی اجازت دی ہے تاکہ مسلمان اپنے آپ کو اس خطرے سے بچا سکے اور یہ ہجرت سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی جب آپ علیہ السلام کو اپنی قوم سے خوف ہوا، فرمایا "اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ" [العنکبوت ۲۶] (۳۵) اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا، "فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ"۔ [القصص ۲۱] (۳۶)

خامس: مضر صحت شہر سے بیماری کے خوف سے خوشگوار زمین کی طرف جانا اور تحقیق رسول اللہ ﷺ نے اہل عرنیین کو چراگاہوں کی طرف جانے کی اجازت عطا فرمائی جب مدینۃ المنورہ کی آب وہوا نے انہیں پسند نہ فرمایا۔(۳۷)

سادس: مالی نقصان کے خوف سے نکلنا (ہجرت کرنا) کیونکہ مسلمان کے مال کی حرمت اس کے خون کی طرح ہے۔(۳۸)

شرح:

(۲۳) یہاں سے ماقبل اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کی تشریح بیان کی جارہی ہے کہ ہر آدمی کیلئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔

"اِذَا اَرَادَ عَبْدِیْ اَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً فَلَا تَكْتُبُوْهَا عَلَيْهِ حَتّٰى يَعْمَلَهَا فَاِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوْهَا بِمِثْلِهَا وَاِنْ تَرَكَهَا مِنْ اَجْلِیْ فَاكْتُبُوْهَا لَهٗ حَسَنَةً وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَعْمَلَ حَسَنَةً فَلَمْ يَعْمَلْهَا فَاكْتُبُوْهَا لَهٗ حَسَنَةً فَاِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوْهَا لَهٗ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِاَةٍ"۔

جب میرا بندہ گناہ کا ارادہ کرے تو گناہ نہ لکھو جب تک کہ وہ اسے کر نہ لے پس اگر وہ اسے کرے تو اتنا ہی لکھو جتنا اس نے کیا اور اگر میری وجہ سے چھوڑ دے تو اس کیلئے ایک نیکی لکھو اور جب وہ نیکی کرنے کا ارادہ کرے اور نہ کر سکے تو اس کیلئے ایک نیکی لکھو اور اگر وہ اس نیکی کو کرے تو اس کیلئے اس کی مثل دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھو۔

معلوم ہوا جیسی نیت ہوگی ویسا ہی ثواب ملے گا۔

(۲۴) یعنی نیت کی ضرورت نہیں۔

(۲۵) اور ایک ہزار رحمن کے علاوہ کسی اور وجہ سے تھا مثلاً قرض وغیرہ سے۔

(۲۶) چاہے تو رحمن والا اپنے ذمہ سے ساقط کرلے چاہے تو رحمن کے علاوہ قرض وغیرہ والا ساقط کرلیں بہرحال جس جہت کے ہزار کو کہے گا کہ فلاں ادا کیا تو وہ ساقط ہو جائے گا۔

(۲۷) اس مسئلہ میں نیت کا عمل سے موخر ہونا خود شوافع رحمہم اللہ کے خلاف ہے کہ ان کے نزدیک عمل کیلئے نیت کا ہونا لازم ہے ورنہ عمل درست نہیں ہوگا حالانکہ یہاں پر ہو رہا ہے۔

(۲۸) ''دُنْیَا'' دُنُوٌّ سے مشتق ہے ''فُعْلٰی'' کا وزن پر اسم تفضیل مونث ہے۔ دُنُوٌّ کے معنی قریب ہونا ''دُنْیَا'' کے لغوی معنی بہت زیادہ قریب ہونے والی ہے اور معنی عرفی سے مناسبت یہ ہے کہ دنیا زوال وفنا کے بہت قریب ہے۔

شریعت میں دنیا کسے کہتے ہیں اس بارے میں دو قول ہیں

ایک یہ کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے دنیا ہے۔

دوسرا یہ کہ تمام مخلوقات خواہ اعراض ہوں خواہ جواہر دنیا ہیں۔

(۲۹) ہجرت کا لغوی معنی چھوڑنا ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے

''اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ'' مہاجر وہ ہے جو اسے چھوڑ دے جسے اللہ نے منع فرمایا ہے۔

شریعت میں ''ہجرت'' دین بچانے کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کو کہتے ہیں۔ ہجرت کبھی فرض ہوتی ہے کبھی واجب، کبھی سنت، کبھی مستحب، کبھی حرام، کبھی مکروہ، کبھی خلاف اولیٰ۔ (نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری باب بدء الوحی صفحہ ۲۲۹)

(۳۰) یہ اسلام کی پہلی ہجرت تھی۔

(۳۱) یہ اسلام کی دوسری ہجرت تھی۔

(۳۲) یعنی رسول اللہ ﷺ اگر مدینۃ المنورہ کی بجائے کسی اور ملک کی طرف ہجرت کرتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان پر اسی جگہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کرنا واجب ہوتا۔

(۳۳) ہجرت حرب کی تعریف: ایک وطن (جگہ) کو ترک کر کے دوسرے وطن (جگہ) کسی شے کے خوف کی وجہ

سے جانا۔

ہجرت طلب کی تعریف: ایک جگہ کو ترک کر کے دوسری جگہ کسی شے کے حصول کیلئے جانا۔

(۳۴) یعنی جس جگہ بدمذہبوں کی کثرت ہو اور بدعتی کام میں مبتلا ہوں تو ایسی جگہ نہیں رہنا چاہیے اصلاح اعمال کیلئے بزرگوں کی صحبت کو اختیار کرے۔ اگر بدمذہبوں سے ایمان کا خطرہ ہو تو وہاں سے ہجرت کرنا لازم ہے بلکہ ایسی جگہ جہاں اسلاف کو برا کہا جائے وہاں رہنا بھی ممنوع ہے۔

(۳۵) "فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ وَ قَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ اِنَّهٗ هُوَالْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ"۔ [العنکبوت ۲۶]

ترجمہ کنزالایمان: تو لوط اس پر ایمان لایا اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں۔ بے شک وہی عزت و حکمت والا ہے۔

فائدہ: حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے یا بھانجے تھے (روح) ہاران کے فرزند تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر سب سے پہلے حضرت لوط علیہ السلام ایمان لائے یعنی ایمان شرعی ورنہ تبلیغ سے پہلے اصل تصدیق تو آپ علیہ السلام کی والدہ کو حاصل ہوئی جیسے ہمارے حضور ﷺ پر عطاء نبوت کے بعد اصل تصدیق حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہلے حاصل ہوئی اور تبلیغ کے بعد ایمان شرعی پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا۔

چنانچہ آپ علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام اور بی بی سارہ (جو آپ علیہ السلام کی اہلیہ محترمہ تھیں) کے ساتھ عراق سے شام کی طرف ہجرت کی۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ہجرت سنت انبیاء علیہم السلام ہے، دوسرے یہ کہ ایسی جگہ چلا جانا جہاں رب عزوجل کی عبادت میں روک ٹوک نہ ہو دراصل رب عزوجل کی طرف جانا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہاں رب عزوجل نہیں، جہاں جا رہا ہوں وہاں رب ہے۔ (تفسیر نورالعرفان)

(۳۶) "وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی قَالَ یٰمُوْسٰی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِکَ لِیَقْتُلُوْکَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَکَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ o فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا یَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ"۔

[القصص ۲۰،۲۱]

ترجمہ کنزالایمان: اور شہر کے پرے کنارے سے ایک شخص دوڑتا آیا۔ کہا اے موسیٰ! بے شک دربار والے آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں تو نکل جایئے۔ میں آپ کا خیر خواہ ہوں تو اس شہر سے نکلا ڈرتا ہوا، اس انتظار میں کہ اب کیا ہوتا ہے عرض کی اے میرے رب مجھے ستم گاروں سے بچالے۔

تفسیر نورالعرفان: اس شخص کا نام خربیل تھا۔ یہی قبطیوں میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خفیہ طور پر ایمان لا چکا تھا جس کا ذکر قرآن کریم میں بہت جگہ عزت کے ساتھ ہوا۔ چونکہ فرعون کا قلعہ شہر کے کنارے پر تھا اور یہ شخص وہاں سے آیا تھا اس لیے یہاں اقصیٰ فرمایا گیا ہے یا یہ مطلب کہ فرعونی پولیس تو سیدھی سڑک سے آنے لگی اور یہ اللہ عزوجل کا بندہ گلی در گلی آپ علیہ السلام کے پاس آیا تاکہ پولیس سے پہلے آپ علیہ السلام تک پہنچ جائے۔ نیز فرعونیوں کے درباری آپ علیہ السلام کی گرفتاری اور قصاص کی تدبیریں سوچ رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام فوراً مصر شہر یا فرعون کی سلطنت حدود سے نکل جاویں۔

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے

ایک یہ کہ خطرناک جگہ سے نکل جانا اور جان بچانے کی تدبیر کرنا سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔ دوسرے یہ کہ اسباب پر عمل کرنا اور تدبیر توکل کے خلاف نہیں۔ تیسرے یہ کہ موذی کی ایذاء کا خوف شان نبوت کے خلاف نہیں۔ ہاں اطاعت والا خوف، انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ کو کبھی کسی سے نہیں ہوتا بجز پروردگار، لہٰذا یہ آیت "لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ" کے خلاف نہیں۔ چوتھے یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس قبطی کے قتل میں حق بجانب تھے ورنہ آپ علیہ السلام خود اپنے آپ کو قصاص کیلئے پیش فرما دیتے۔ خیال رہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے بھی گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اور قاتل کا قصاص سے بھاگنا گناہ ہے اور فرعونی لوگ اس ارادہ قتل میں ظالم تھے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام پر شرعاً قصاص واجب نہ تھا۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی مصیبت بندے کو اچھی طرف لے جاتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بظاہر فرعون سے بھاگ رہے تھے مگر درحقیقت رب عزوجل کی طرف بھاگ رہے تھے کہ آپ علیہ السلام کا یہ سفر بہت ظفر و فتح کا پیش خیمہ ہوا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی صحبت اور نیک بی بی اور نبوت کا عطا سب اسی سفر میں آپ علیہ السلام کو مرحمت ہوا۔ (تفسیر نورالعرفان)

(۳۷) حدیث عرینہ: "عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِنَّ اُنَاسًا مِنْ عُرَيْنَةَ اِجْتَوُو الْمَدِيْنَةَ فَرَخَّصَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَّاْتُوْا اِبِلَ الصَّدَقَةِ فَيَشْرَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا فَقَتَلُوْا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوْ الذَّوْدَ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاُتِيَ بِهِمْ فَقَطَعَ اَيْدِيَهِمْ وَاَرْجُلَهُمْ وَسَمِرَ اَعْيُنَهُمْ وَتَرَكَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَعَضُّوْنَ الْحِجَارَةَ"۔

(صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۲۰۲ باب استعمال ابل الصدقۃ والبانہا، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عرینہ قبیلے کے کچھ لوگوں کو مدینہ المنورہ کی آب و ہوا نے قبول نہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دی کہ وہ صدقے کے اونٹوں کے پاس جائیں (جو شہر سے باہر مخصوص جگہ پر تھے) اور ان کا دودھ، موت (پیشاب) پئیں۔ پس انہوں نے چرواہے کو شہید کر دیا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیچھے چند

سواروں کو بھیجا پس انہیں گرفتار کر کے لایا گیا تو آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ، پاؤں کاٹنے اور آنکھیں پھوڑنے کا حکم دیا اور ان کو گرم پتھریلے میدان میں چھوڑ دیا جہاں وہ کاٹتے رہے۔

(۳۸) جیسے جانی نقصان کے خوف سے ہجرت کرنا درست ہے اسی طرح مالی نقصان کے خوف سے ہجرت کرنا بھی جائز ہے۔

وامّا قِسمُ الطلبِ، فانّه ينقسمُ اِلٰى عَشرةٍ: طَلبُ دِيْنٍ وَ طَلَبُ دُنيَا، وَطلبُ الدِّينِ يَنقسمُ الى تِسعةِ انواعٍ:

اَلْاَوَّلُ: سَفَرُ الْعبرةِ قال اللّٰه تعالى: ﴿اَوَلَمْ يَسِيْرُوا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عٰقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ [الروم: ۹]. وقد طَافَ ذُوالقرنينِ فى الدُّنيا لِيرٰى عَجَائِبَهَا.

اَلثَّانى: سَفَرُالحجِ. الثالث: سفرُ الجهادِ. الرابع: سَفَرُ المعَاشِ.

الخَامِسُ: سفرُ التِّجَارةِ والْكَسْبِ الزَّائِدِ على القُوْتِ، وهو جائزٌ لِقولهٖ تعالى: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ [البقرة: ۱۹۸].

السَّادِسُ: طلبُ العلمِ.

اَلسَّابِعُ: قَصْدُ البُقَاعِ الشَّرِيْفَةِ، قَالَ صلَّى اللّٰه عليه وسلَّم: (لاتَشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلاثَةِ مَسَاجِدَ).

اَلثَّامِنُ: قَصْدُ الثغُوْرِ لِلرِّبَاطِ بِهَا.

اَلتَّاسِعُ: زِيَارَةُ الْاَخوَانِ فِي اللّٰهِ تعالى: قَالَ صلَّى اللّٰه عليه وسلَّم: (زَارَ رجلٌ اخاً لهُ فى قَرْيةٍ، فَاَرْصَدَ اللّٰه له مَلَكًا على مَدْرَجَتِهٖ. فقال: اَيْنَ تُرِيْدُ؟ قال: اُرِيْدُ اَخاً لِيْ فِي هٰذِهِ القَريةِ، فقال هَلْ له عليك مِنْ نِعمةٍ تُرَدِّيْهَا؟ قَالَ: لا، اِلَّا انِّيْ اُحِبُّهٗ فى اللّٰهِ تعالى، قال: فَاِنِّيْ رسولُ اللّٰه اليك بِاَنَّ اللّٰهَ اَحبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ (رواه مسلم وغيره).

الثَّالثةُ: هِجْرةُ القَبَائِلِ اِلٰى رسولِ اللّٰه صلَّى اللّٰه عليه وسلَّم لِيَتَعلَّمُوْا الشَّرَائِعَ ويرْجِعُوا الى قَومِهِمْ فَيُعَلِّمُوْهُمْ.

(الرابعةُ): هِجْرَةُ مَنْ اَسْلَمَ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ لِيَاْتِيَ النَّبيّ صلَّى اللّٰه عليه وسلَّم ثُمَّ يَرْجِعُ الى قَوْمِهٖ.

(الخامِسَةُ): الهِجْرَةُ مِنْ بِلَادِ الْكُفْرِ اِلٰى بِلادِ الْاِسْلَامِ، فَلا يحِلُّ لِلْمُسْلِمِ الاِقَامَةُ بِدَارِ الْكُفْرِ، قَالَ

الْمَاوَرْدِيُّ: فَإِنْ صَارَ لَهُ بِهَا اهلٌ وَعَشِيرَةٌ، وامْكَنَهُ إِظْهَارُ دِيْنِهِ، لَمْ يَجُزْ لَهُ اَن يُهَاجِرَ، لِاَنَّ الْمَكَانَ الَّذِىْ هُوَ فِيهِ قَدْ صَارَ دارَ اِسْلامٍ.

(السَّادِسَةُ): هِجْرَةُ المسلِمِ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلاثَةٍ، بِغَيْرِ سَبَبٍ شَرْعِيٍّ، وهى مكروهةٌ فى الثَّلاثَةِ، وفِيمَا زَادَ حَرَامٌ الا لِضرورَةٍ.

وحُكِيَ اَنَّ رجلاً هَجَرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلاثَةِ اَيَّامٍ فَكَتَبَ اليهِ هذه الأبيَاتِ:

يَاسَيِّدِىْ عِنْدَكَ لِى مَظْلِمَهْ	فَاسْتَفْتِ فِيْهَا ابنَ اَبِىْ خَيْثَمَهْ
فَإِنَّهُ يَرْوِيْهِ عَنْ جَدِّهِ	مَا قَدْ رَوٰى الضحاكُ عَنْ عِكْرِمَةَ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْمُصْطَفٰى	نَبِيِّنَا الْمَبْعُوْثِ بِالمرحمة
اِنَّ صُدُوْدَ الْاَلْفِ عَنْ اَلْفِهِ	فَوقَ ثلاثٍ رَبُّنَا حَرَّمَهْ

(اَلسَّابِعَةُ): هِجْرَةُ الزَوجِ الزَّوْجَةَ إِذا تَحَقَّقَ نَشُوزُهَا قال تعالى: ﴿وَاهْجُرُوهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ﴾ [النساء: ۳۴]. ومِنْ ذلك هِجْرَةُ اَهْلِ الْمعَاصِيْ فِى المكانِ، والكلامِ، وجوابِ السَّلامِ وَابْتِدَاؤُهُ.

(الثَّامِنَةُ): هجرةُ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ، وهِيَ اَعَمُّ الهِجَرِ.

ہجرتِ طلب کی دس قسمیں ہیں:

(۱) طلب دین　　　(۲) طلب دنیا

پھر طلب دین کی نو قسمیں ہیں (۳۹)

اوّل: عبرت حاصل کرنے کیلئے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے ''اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ''۔ [الروم۹] (۴۰)

ثانی: حج کیلئے سفر کرنا۔ (۴۱)　ثالث: جہاد کیلئے سفر کرنا۔ (۴۲)

رابع: کسب معاش کیلئے سفر کرنا۔ (۴۳)

خامس: ایسی تجارت وکسب کے لئے سفر کرنا جس میں زیادتی رزق کا حصول مقصود ہو اور یہ جائز بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ

نے ارشاد فرمایا:

"لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّكُمْ"۔ [البقرہ۱۹۸]۔(۴۴)

سادس: حصول علم کیلئے سفر کرنا۔(۴۵)

السابع: مقدس مقامات کی زیارت کیلئے سفر کرنا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کجاوے نہ کسے جائیں مگر تین مساجد کی طرف۔(۴۶)

الثالث: اسلامی سرحدوں کی حفاظت کیلئے جانا۔(۴۷)

التاسع: اللہ عزوجل کی رضا کیلئے اپنے مسلمان بھائیوں کی زیارت (ملاقات) کیلئے جانا۔(اس بارے میں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص کسی گاؤں میں اپنے بھائی کی زیارت کیلئے گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ بطور محافظ بھیجا۔اس فرشتے نے کہا کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ اس نے کہا فلاں بستی میں میرا ایک بھائی ہے اس کی زیارت کیلئے جارہا ہوں تو فرشتہ نے کہا تیری کوئی نعمت اس کے پاس ہے جسے تو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس نے کہا نہیں، میں اللہ عزوجل کی رضا کیلئے اس سے محبت کرتا ہوں تو فرشتے نے کہا بے شک میں تیری طرف اللہ عزوجل کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اللہ عزوجل تجھ سے محبت کرتا ہے جیسے تو اپنے بھائی سے محبت کرتا ہے۔(اسے امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے)۔

الثالث: قبائل کا رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کرنا تاکہ رسول اللہ ﷺ سے شریعت سیکھ کر اپنی قوم کو جا کر سکھائیں۔(جیسے قبیلہ مضر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا)۔

رابع: اہل مکہ میں سے جو اسلام لاتا اس کا ہجرت کرنا تاکہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور پھر اپنے قوم میں لوٹے۔(۴۸)

خامس: بلاد کفر سے بلاد اسلام کی طرف ہجرت کرنا۔

لہٰذا مسلمان کو دارلکفر میں رہنا جائز نہیں۔علامہ ماوردی علیہ الرحمۃ نے فرمایا اگر مسلمان کے دارالکفر میں اہل وعیال، خاندان ہو اور اس کیلئے اپنے دین کا اظہار ممکن بھی ہو تو اس کیلئے ہجرت کرنا جائز نہیں کیونکہ جس جگہ (دارالکفر) میں رہتا ہے وہ دارالاسلام ہو گیا۔(۴۹)

سادس: مسلمان کا اپنے بھائی کو بلا عذر شرعی تین دن سے زیادہ چھوڑنا اور تین دن تک چھوڑنا (ہجرت کرنا) مکروہ اور تین

دن سے زیادہ چھوڑنا حرام ہے ہاں اگر عذر شرعی ہو تو جائز ہے۔(۵۰)

حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک شخص نے اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھا(بائیکاٹ کیا) تو اس نے اپنے بھائی کی طرف درج ذیل اشعار کہے:

(۱): اے میرے سردار (محترم بھائی)! میری طرف سے تجھ پر ظلم ہوا تو اس کے بارے میں ابن ابی خیثمہ سے پوچھ (فتویٰ لے)۔

(۲): بے شک وہ روایت کرتے ہیں اپنے دادا سے تحقیق وہ روایت کرتے ہیں حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے وہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے۔

(۳): وہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے وہ روایت کرتے ہیں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے جنہیں رحمت بنا کر بھیجا گیا۔

(۴): دوست کا دوست سے قطع تعلق کرنا تین دن سے زیادہ، اسے ہمارے رب عزوجل نے حرام فرمایا ہے۔(۵۱)

السابع: شوہر کا بیوی کو چھوڑنا جب بیوی کی نافرمانی ثابت ہو جائے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا، "وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ"۔ [النساء۳۴]۔(۵۲)

اور اسی قبیل سے ہے اہل معاصی کی جگہ سے جدا ہونا (ہجرت کرنا) اور کلام نہ کرنا، سلام کا جواب نہ دینا اور نہ سلام میں پہل کرنا۔

ثامن: منهی عنه سے ہجرت کرنا۔

اور یہ قسم ہجرت کی تمام اقسام سے عام ہے اور یہ قسم عام ہے کہ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے منع فرمایا انہیں ترک کر دے۔(۵۳)

شرح:

(۳۹) جو ہجرت طلب دین کیلئے کی جاتی ہے

ہجرت طلب دین: وہ ہوتی ہے جو حصول دین کیلئے کی جائے۔

ہجرت طلب دنیا: وہ ہوتی ہے جو حصول دنیا کیلئے کی جائے۔

لہٰذا ایک قسم طلب دنیا اور نو قسمیں طلب دین کی کل دس قسمیں ہجرت طلب کی ہوئی۔

(۴۰) ترجمہ کنزالایمان: اور کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے کہ ان سے اگلوں کا انجام کیسا ہوا۔

تفسیر نورالعرفان میں اس آیت مقدسہ کی تفسیر میں مفسر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ مردودوں کی اجڑی بستیوں کو جا کر دیکھنا تا کہ خوف الٰہی پیدا ہو اور محبوبوں کے آباد مقاموں کو جا کر دیکھنا تا کہ اس سے امید پیدا ہو جائز ہے اس کیلئے سفر مباح ہے، سفر عرس ثابت ہوا۔ نیز حدیث شریف میں جو ارشاد ہوا کہ تین مسجدوں کے سوا کہیں سفر نہ کیا جائے اس کا مطلب بالکل ظاہر ہے کہ ان تین مسجدوں کے سوا کسی مسجد میں سفر کر کے جانا یہ سمجھ کر وہاں ثواب زیادہ ملے گا ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار یہ غلط ہے۔

(اور اسی طرح غور و فکر کریں) کہ وہ تمام کفار اپنے پیغمبروں کی مخالفت کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے اگر انہوں نے حضور ﷺ کی مخالفت کی تو ان کا بھی وہی انجام ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیاس حق ہے یعنی علت مشترکہ وجہ سے مقیس علیہ کا حکم مقیس میں جاری کرنا۔

(۴۱) حج کے لغوی معنی مقدس چیز کی طرف قصد کرنا ہے۔

حج کی تعریف: حج نام ہے احرام باندھ کر نویں ذی الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے اور کعبہ معظمہ کے طواف کا اور اس کیلئے ایک خاص وقت مقرر ہے کہ اس میں یہ افعال کیے جائیں تو حج ہے۔ ۹ ہجری میں فرض ہوا، اس کی فرضیت قطعی ہے جو اس کی فرضیت کا انکار کرے کافر ہے مگر عمر بھر میں صرف ایک بار فرض ہے۔ (بہار شریعت حصہ ۶ ج اول ص ۱۰۳۵ تا ۱۰۳۶ المکتبۃ المدینہ)

یعنی مخصوص افعال کے ساتھ مخصوص وقت میں مخصوص مقامات کی زیارت کرنا حج کہلاتا ہے۔

صاحب استطاعت پر عمر بھر میں ایک بار فرض ہے اور ایک سے زائد کرنا مستحب۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پچپن (۵۵) حج کیے۔

(۴۲) جہاد کی شرعی تعریف: اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے کافروں سے لڑنے میں اپنی مکمل طاقت خرچ کرنا۔

جہاد کی اقسام:

(۱) جان کا جہاد تو مشہور ہے میدان جنگ میں شمشیر یا تدبیر سے جنگ (۲) مال کا جہاد (۳) نمازیوں کو سامان دینا (۴) زبان کا جہاد (۵) کفار کی زبانی قلمی تردید دلائل سے کرنا (۶) ان کی شکست کی دعا کرنا (۷) انہیں ڈرانا دھمکانا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح کتاب الجہاد الفصل الثانی ص ۴۳۲ مکتبہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

(۴۳) ”عَنِ الْمِقْدَامِ بِنِ مَعْدِیْکَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَکَلَ اَحَد طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِنْ اَنْ یَاْکُلَ مِن عَمَلِ یَدَیْهِ وَاَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ علیه السلام کَانَ یَاْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدَیْهِ“۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب البیوع باب الکسب وطلب الحلال الفصل الاول ص۲۴۲ مکتبہ رحمانیہ)

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص نے کبھی کوئی کھانا اس سے اچھا نہ کھایا کہ انسان ہاتھوں کی کمائی سے کھائے، اللہ عزوجل کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ ہاتھوں سے مراد پوری ذات ہے۔ ہاتھ سے کمائے یا پاؤں سے یا آنکھ سے یا زبان سے غرضیکہ اپنی قوت سے حلال روزی کمائے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے مَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وہاں بھی ایدی یعنی ہاتھوں سے مراد پوری ذات ہی مراد ہے مقصد یہ ہے کہ دوسروں کی کمائی پر اپنا گزارانہ کرے خود محنت کرے۔

(مراۃ المناجیح کتاب البیوع الفصل الاول صفحہ ۲۲۷ مکتبہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

”رُوِیَ اَنَّ دَاوٗدَ علیه الصلوۃ والسلام کَانَ فِیْ خِلَافَتِهٖ یَتَجَسَّسُ النَّاسَ فِیْ اَمْرِهٖ وَ یَسْاَلُ مَنْ لَا یَعْرِفُهٗ کَیْفَ سِیْرَۃُ دَاوٗدَ فِیْکُمْ فَبَعَثَ اللّٰهُ مَلَکًا فِی صُوْرَۃِ اِنْسَانٍ فَتَقَدَّمَ اِلَیْهِ دَاوٗدُ فَسَئَلَهٗ فَقَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ دَاوٗدُ اِلَّا اَنَّهٗ یَاْکُلُ مِنْ بَیْتِ الْمَالِ فَسَئَلَ دَاوٗدُ رَبَّهٗ اَنْ یُغْنِیَهٗ عَنْ بَیْتِ الْمَالِ فَعَلَّمَهُ اللّٰهُ صَنْعَةَ الدُّرُوْعِ وَ یَبِیْعُ کُلَّ بِاَرْبَعَةِ اٰلَافِ دِرْهَمٍ وَقِیْلَ کَانَ یَعْمَلُ کُلَّ یَوْمٍ دِرْعًا وَیَبِیْعُهٗ سِتَّةَ اٰلَافِ دِرْهَمٍ وَیُنْفِقُ اَلْفَیْنِ عَلٰی نَفْسِهٖ وَعِیَالِهٖ وَیَتَصَدَّقُ بِاَرْبَعَةِ اٰلَافِ دِرْهَمٍ عَلٰی فُقَرَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ ثُمَّ الْکَسْبُ بِقَدْرِ الْکِفَایَةِ وَاجِبٌ لِنَفْسِهٖ وَعِیَالِهٖ عِنْدَ عَامَّةِ الْعُلَمَاءِ وَمَا زَادَ عَلَیْهِ فَهُوَ مُبَاحٌ اِذَا لَمْ یُرِدْ بِهِ الْفَخْرُ وَالتَّکَاثُرُ“۔

ترجمہ: روایت کیا گیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دور خلافت میں لوگوں سے اپنے بارے میں تفتیش کرتے رہتے تھے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شخص سے اپنے بارے میں معلوم کرتے تھے جو آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو نہ جانتا تھا کہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت تمہارے درمیان کیسی ہے تو اللہ عزوجل نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس انسانی شکل میں ایک فرشتہ بھیجا پس وہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے پوچھا (حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کیسی ہے) تو فرشتے نے عرض کیا حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت ہی اچھے مرد ہیں مگر بیت المال سے کھاتے (وظیفہ لیتے) ہیں تو پھر حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا کہ وہ اسے بیت المال سے

مستغنی کردے تو اللہ عزوجل نے حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زرہ بنانے کا علم (فن) سکھایا نیز آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر زرہ کو چار ہزار درہم میں فروخت کرتے اور یہ بھی منقول ہے کہ آپ ہر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر روز ایک زرہ بناتے اور اسے چھ ہزار درہم میں فروخت کرتے جن میں سے دو ہزار اپنے اور اہل وعیال پر خرچ کرتے اور چار ہزار بنی اسرائیل کے فقراء پر خرچ کرتے۔

نیز علماء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک اپنے اور اہل وعیال کیلئے بقدر کفایت کسب حلال واجب ہے اور بقدر کفایت سے زائد کمانا مباح ہے بشرطیکہ اس سے فخر اور مال کی زیادتی سے ریاکاری مقصود نہ ہو۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح کتاب البیوع باب الکسب وطلب الحلال الفصل الاول ج۶ صفحہ۴ تا ۵)

(۴۴) ترجمہ کنزالایمان: تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

(۴۵) ''عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ يُّرِدُ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ''۔

روایت ہے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل جس کا بھلا چاہتا ہے اسے دین کا فقیہ بنادیتا ہے، میں بانٹنے والا ہوں اللہ عزوجل عطا فرمانے والا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الاول صفحہ۳۲ مکتبہ رحمانیہ)

ہر مسلمان مرد وعورت پر علم سیکھنا فرض ہے۔ علم سے بقدر ضرورت شرعی مسائل مراد ہیں لہٰذا روزے، نماز کے مسائل ضروریہ سیکھنا ہر مسلمان پر فرض، حیض ونفاس کے ضروری مسائل سیکھنا ہر عورت پر، تجارت کے مسائل سیکھنا ہر تاجر پر، حج کے مسائل سیکھنا حج پر جانے والے پر عین فرض ہیں لیکن دین کا پورا عالم بننا فرض کفایہ کہ اگر شہر میں ایک نے ادا کردیا تو سب بری ہوگئے۔

صوفیاء فرماتے ہیں کہ اپنے نفس کے آفات شیطانی اثرات وغیرہ کا جاننا بھی ہر مسلمان کو ضروری ہے تاکہ ان سے بچ سکے۔

(مراۃ المناجیح ج اول کتاب العلم ص ۱۹۶)

(۴۶) یعنی تین مساجد مسجد نبوی، مسجد حرام، مسجد اقصیٰ کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف کجاوے نہ کسے جائیں۔

غیر مساجد مثلاً حضور ﷺ کی قبرانور کی زیارت، اولیاء کرام کی قبور کی زیارت اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت نیک شخص کی زیارت کیلئے کجاوہ باندھنا یا حصول علم کیلئے سفر کرنا اس نہی میں داخل نہیں البتہ اس نہی سے مراد یہ ہے کہ ان تین مساجد کی فضیلت کامل واکمل ہے ان کے غیر کی فضیلت کم ہے ان پر کسی مسجد کو فضیلت دیتے ہوئے کجاوے کسنا (سفر کرنا) منع ہے۔

(۴۷) ''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

وَعَیْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے دو آنکھیں ہیں جنہیں آگ نہیں چھوئے گی ایک وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کے خوف سے روئے اور ایک وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کی راہ میں پہرہ دے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الجہاد الفصل الثانی صفحہ 332 مکتبہ امدادیہ ملتان)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں یعنی دو قسم کی آنکھیں یہ شبہ شخصی نہیں بلکہ نوعی ہے۔ خیال رہے جب اس آنکھ کو دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی تو آنکھ والے کو بھی نہ چھوئے گی سارے اعضاء بخشے جائیں گے۔ مصنفین علماء دین کی اگر انگلیاں بخش دی گئیں تو ان شاء اللہ عزوجل سارا جسم بخش دیا جائے گا۔ اسی طرح جو آنکھ عشق مصطفی ﷺ میں روئے ان شاء اللہ عزوجل بخشی جائے گی۔ دو نعمتیں بڑی شاندار ہیں خوف خدا عزوجل و عشق مصطفی ﷺ۔

ذرۂ عشق نبی از حق طلب سوز صدیق و علی از حق طلب

اسی طرح کہ سفر جہاد کا غازی سو جائے یہ بندہ ان کا پہرہ دے تا کہ کفار شب خون نہ مار سکیں یہ رات جاگ کر گزارے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح کتاب الجہاد الفصل الثانی صفحہ ۴۳۷ مکتبہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

(۴۸) "عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَ لَوْ آیَةً"۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری طرف سے لوگوں کو پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ (مشکوۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الاول صفحہ ۳۲ مکتبہ رحمانیہ)

تا کہ خود بھی عمل کرے اور دوسروں کو بھی بتائے جیسا کہ ماقبل والی قسم میں قبائل حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حصول علم کیلئے آتے اور دوسروں کو سکھاتے جیسے قبیلہ مضر۔

(۴۹) یعنی جو نفع مند صورت ہو اسے اختیار کرے اگر اپنے ایمان کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اظہار دین ممکن ہے تو دار الکفر رہے ورنہ ہجرت کر لے۔

(۵۰) "عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ رضی اللہ تعالی عنہ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لَا یَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلٰثِ لَیَالٍ فَیَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ ھٰذَا وَ یُعْرِضُ ھٰذَا وَخَیْرُھُمَا الَّذِیْ یَبْدَءُ بِالسَّلَامِ"۔

(صحیح بخاری جلد ۲ کتاب الادب)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کیلئے یہ حلال (جائز)

نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے پس یہ دونوں ملے تو یہ منہ پھیرے وہ منہ پھیرے ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔

اور ویسے بھی کسی سے بلاعذر شرعی ناراض نہیں ہونا چاہیے کہ ناراض ہونے والا خود اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔

(۵۱) کسی سے ناراضگی کے لمحات اتنے طویل مت کرو کہ وہ تمہارے بغیر جینا سیکھ لے۔

(۵۲) ترجمہ کنزالایمان: اوران سے الگ سوؤ۔

(۵۳) "عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوْبَ"۔

مہاجر وہ ہے جو خطاؤں اور گناہوں کو چھوڑ دے۔

قوله صلى الله عليه وسلم: (فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْله): اى نيةً وقصداً فهجرتُهُ الى اللّٰهِ ورسولِهِ حُكْمًا و شَرْعًا. (وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا....الخ) نقلُوا اَنَّ رَجُلًا هَاجَرَ مِنْ مَّكَّةَ الى المدينة لا يُرِيْدُ بِذٰلِكَ فَضِيْلَةَ الْهِجْرَةِ وانَّما هَاجَرَ لِيَتَزَوَّجَ اِمْرَاةً تُسَمّٰى "اُمَّ قَيْسٍ"، فَسُمِّىَ مُهَاجِرَ اُمِّ قيسٍ. فَاِنْ قيل: النكَاحُ مِنْ مطلُوْبَاتِ الشَّرْعِ فلِمَ كَان مَطْلُوْبَاتِ الدُّنيَا؟ قيل فى الجَوَابِ: اِنَّهُ لَمْ يخرُجْ فى الظَّاهِرِ لَهَا، وانَّما خَرَجَ فى الظَّاهِرِ لِلهِجْرَةِ، فَلَمَّا اَبْطَنَ خلافَ مَا اَظْهَرَ اِسْتَحَقَّ العِتابَ واللَّوْمَ، وَقِيْسَ بذلك مَنْ خَرَجَ فى الصُّوْرَةِ الظَّاهرةِ لِطَلَبِ الحجِّ وقَصَدَ التِّجَارَةَ، وكَذٰلِكَ الخروجُ لِطَلَبِ العِلْمِ اِذَا قَصَدَ بِهٖ حَصُوْلَ رِيَاسَةٍ اَوْ وِلَايَةٍ.

قولُهٗ صلى الله عليه وسلم: (فَهِجْرَتُهُ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ) يَقْتَضِى انَّهُ لا ثوابَ لِمَن قَصَدَ بالحجِّ التِّجَارَةَ والزِّيَارَةَ، وَيَنْبَغِىْ حَمْلُ الْحديثِ على ما اذا كان الْمحرِّكُ والباعِثُ له على الحجِّ اِنَّمَا هو التِّجَارَةُ، فانْ كانَ الْبَاعِثُ لَهُ الحَجُّ فَلَه الثَّوَابُ، والتِّجَارةُ تَبَعٌ لَهٗ اِلَّا اَنَّهٗ نَاقِصُ الْاَجْرِ عَمَّنْ اَخْرَجَ نَفْسَهٗ لِلحَجِّ، واِنْ كَانَ الْبَاعِثُ لَهٗ كِلَيْهِمَا فَيَحْتَمِلُ حَصُوْلُ الثوَابِ، لِاَنَّ هِجْرَتَهٗ لَمْ تَتَمَحَّضْ لِلدُّنْيَا، وَيَحْتَمِلُ خِلافَهٗ، لِاَنَّهٗ قد خَلَطَ عَمَلَ الآخِرَةِ بِعَمَلِ الدُّنيا، لٰكِنَّ الحدِيْثَ رُتِّبَ فيه الحكمُ على القَصْدِ المُجَرَّدِ، فَاَمَّا مَنْ قَصَدَهُمَا لَمْ يَصْدُقْ عَلَيهِ اَنَّه قَصَدَ الدُّنْيَا فقط، وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ.

رسول اللہ ﷺ کا فرمان: "فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِه" یعنی جس نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کی نیت سے ہجرت کی تو اس کی ہجرت حکماً وشرعاً بھی اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان: "فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا"

محدثین کرام رحمہم اللہ نے اس حدیث پاک کا سبب ارشاد یہ نقل کیا ہے کہ ایک مرد نے مکۃ المکرمہ زادھا اللہ شرفا و تعظیما سے مدینۃ المنورہ بارک اللہ فیہا کی طرف ہجرت کی مگر اس ہجرت سے فضیلت ہجرت کو پانا مقصود نہ تھا بلکہ اس نے اس لیے ہجرت کی تھی تا کہ وہ ام قیس نامی عورت سے نکاح کرے (لہٰذا اس نے ام قیس کی طرف ہجرت کی اور اس سے نکاح کیا) پس اسی وجہ سے اس کا نام مہاجر ام قیس رکھا گیا۔ (۵۴)

اگر اعتراض کیا جائے کہ نکاح تو مطلوبات الشرع سے ہے تو پھر اسے مطلوبات دنیا سے کیوں شمار کیا گیا؟

تو اس کا جواب یوں دیا جائے گا کہ وہ شخص بظاہر ہجرت کیلئے نکلا تھا مگر درحقیقت اس کی ہجرت عورت کیلئے تھی تو جو اس نے بظاہر کیا اس کے خلاف ظاہر ہوا (کہ اس نے تو ہجرت عورت کیلئے کی تھی) تو عتاب وملامت کا مستحق قرار پایا۔ (۵۵)

اسی مسئلہ کو حج پر قیاس کیا جائے گا کہ جو شخص بظاہر حج کیلئے جائے مگر مقصود تجارت کرنا ہو (تو اس کا سفر محض تجارت کیلئے ہوگا حج کیلئے نہیں)۔ (۵۶) ایسے ہی کسی شخص نے بظاہر حصول علم کیلئے ہجرت کی مگر نیت حصول ریاست وولایت ہے۔ (۵۷)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان "فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ"۔

یہ حدیث (فرمان) اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جس کا مقصد حج کرنے سے محض تجارت وزیارت ہو تو اس کیلئے ثواب نہیں اور مناسب یہ ہے کہ حدیث مبارکہ محرکات پر محمول ہو یعنی اگر حج پر ابھارنے والی چیز (محرکات) تجارت ہے تو یہ محض تجارت ہے سفر حج نہیں اور اگر اس شخص کو حج کرنا ہی مقصود ہو اور تجارت تبعاً ہو جائے تو اس کے لئے ثواب ہے مگر تنہا صرف حج کا قصد کرنے والے کے اجر سے کم اور اگر باعث دونوں (حج اور تجارت) ہوں تو حصول ثواب کا احتمال ہے کیونکہ اس کی ہجرت محض دنیا کیلئے نہیں اس کے خلاف کا بھی احتمال ہے (یعنی ثواب کے نہ ملنے کا) کیونکہ اس نے آخرت کے عمل کو دنیاوی عمل کے ساتھ ملا دیا لیکن بہر حال حدیث مبارکہ میں دنیاوی حکم محض قصد (یعنی نیت) پر ہی مرتب ہے۔ بہر حال جس کی نیت دونوں ہی کی ہو تو اس پر محض دنیا کا قصد کرنا صادق نہیں آتا۔ (۵۸) (واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

شرح:

(۵۴) ایک مرتبہ ایک شخص نے ام قیس نامی ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا تو اس عورت نے کہا جب تک تم ہجرت نہ کرو تب تک میں تم سے نکاح نہ کروں گی تو اس نے نکاح کی غرض سے (ہجرت کرنے والا ظاہر کر کے) ہجرت کی۔ اسی وجہ سے

اسے مہاجرام قیس کہا جانے لگا اور اسی واقعہ کو اس حدیث پاک کا سبب ارشاد قرار دیا جاتا ہے۔

(۵۵) کیونکہ اپنے آپ کو ہجرت کرنے والا ظاہر کیا کہ میں نے بھی اللہ عزوجل ورسول اللہ ﷺ کیلئے ہجرت کی مگر اس کی غرض حقیقۃً برضاالٰہی عزوجل ورسول ﷺ نہ تھی بلکہ اس کا مقصد نکاح کرنا تھا۔

(۵۶) اگر حج کے تمام ارکان ادا کیے تو فرض تو ذمہ سے ساقط ہو جائے گا مگر ثواب نہ ملے گا۔

(۵۷) "عَنْ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِىَ بِهِ الْعُلَمَاءَ اَوْ لِيُمَارِىَ بِهِ السُّفَهَاءَ اَوْ يُصَرِّفَ بِهِ وُجُوْهَ النَّاسِ اِلَيْهِ اَدْخَلَ اللّٰهُ النَّارَ"۔

حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اس لیے علم حاصل کیا کہ علماء کا مقابلہ کرے گا یا جہلاء سے جھگڑے گا یا لوگوں کی توجہ اپنی طرف کرے گا تو اللہ عزوجل اسے آگ (جہنم) میں داخل کرے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم صفحہ ۳۵ مکتبہ رحمانیہ)

(۵۸) بہر حال اگر نیت حج کرنے کی بھی تھی تو دونوں کاموں کا کرنا درست ہے۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا،

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ. [البقرہ آیت ۱۹۸]

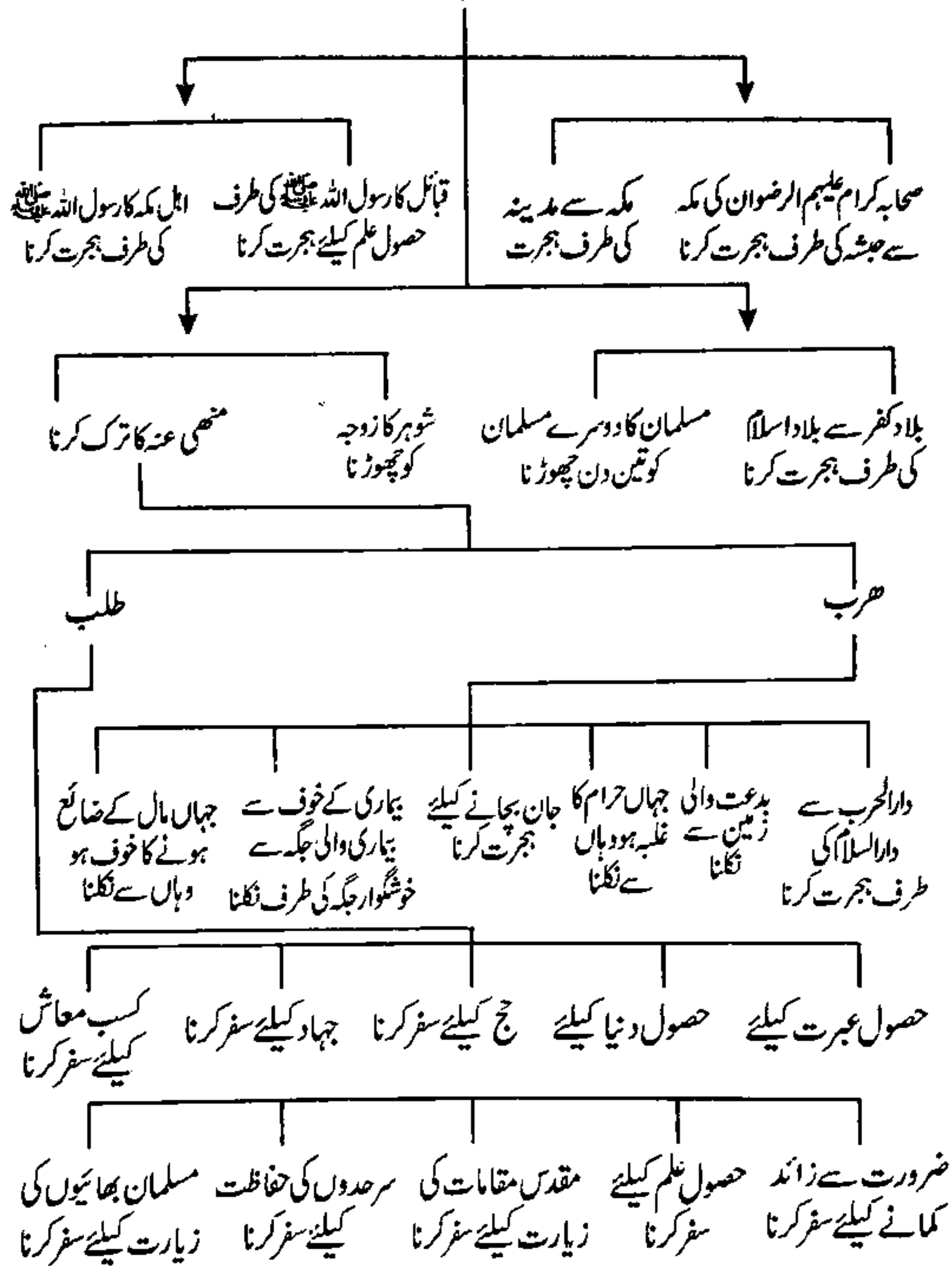
ترجمہ کنزالایمان: تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن مذکورہ آیت مقدسہ کے تحت تفسیر نورالعرفان میں فرماتے ہیں، معلوم ہوا کہ حج میں تجارت کرنا، کرایہ پر اونٹ لے جانا جائز ہے اس سے حج میں کوئی فرق نہیں پڑتا بشرطیکہ ارکان حج ادا کرنے میں کوئی کمی نہ آنے پائے۔

اس سے اشارۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کا اجرت پر نماز پڑھانا، اجرت پر مسجد کی خدمت کرنا نماز کو خراب نہیں کرے گا۔ عرس بزرگان میں دکانیں لے جانا، وہاں جائز کاروبار کرنے کی بھی دلیل یہ آیت ہے۔ حج میں دکانیں، بازار، کاروبار سب ہوتے ہیں یہ آیت ان لوگوں کے جواب میں نازل ہوئی جو حج میں تجارتی کاروبار کو برا سمجھتے تھے وہ کہتے تھے کہ عبادت میں دنیا کو شامل نہ کرو۔

ہجرت کی اقسام کا نقشہ

ہجرت



☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

(۱) اِنَّمَا: اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اور مَا مائے کافہ ہے جس نے حرف مشبہ بالفعل کو عمل سے روک دیا۔

(۲) الاَعمالُ: عَمَلٌ کام کی جمع قلت ہے۔

(۳) امرء: مَرْءٌ اس کی را کا اعراب وہی ہوگا جو آخری حرف پر ہو۔ یہاں امرءٍ مجرور ہونے کی وجہ سے را مکسور ہوگی

(۴) **هجرتُه:** اس کا چھوڑنا، مرکب اضافی ہے۔

(۵) **دُنْيَا:** موجودہ زندگی بروزن، فعلی ج دنی۔ **دَوَا:** فعل ماضی مثبت معروف لفیف مقرون ارباب **فَعَلَ يَفْعِلُ** اصل میں دَوَيَا تھا قَالَ والے قاعدے کے تحت یا کو الف سے بدلا اور پہلا الف اجتماع ساکنین سے حذف ہوا۔

اِمَامَا الْمُحَدِّثِيْنَ: محدثین کے دو امام یہ مرکب اضافی اصل میں اِمَامَانِ الْمُحَدِّثِيْنَ تھا نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے حذف ہو گیا۔

دَلَّ: فعل ماضی مثبت معروف، اس نے دلالت کی۔ **لِتَصْحِيْحِ الْأَعْمَالِ:** مرکب اضافی ہے لام حرف جار تصحیح مضاف الاعمال مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر لام حرف جارہ کیلئے مجرور، اعمال کی درستی کیلئے۔

اَحْوَالٌ: حالتیں، مدتیں جمع قلت، **تَأْدِيَةٌ** مصدر ادا کرنا۔

يَرٰى: فعل مضارع مثبت معروف وہ دیکھتا ہے۔ "**مُقَصِّراً**" کوتاہی کرنے والا۔

اَحْرَارٌ: آزاد حُر کی جمع قلت، **قُبِلَ** قبول کیا گیا فعل ماضی مجہول۔ **تَوَرَّمَتْ:** فعل ماضی مثبت معروف سوج گئے۔

قَدَمَاهُ: مرکب اضافی نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے گر گیا۔ آپ ﷺ کے قدمین شریفین۔

"أ" ہمزہ استفہام۔ **تَتَكَلَّفُ** آپ ﷺ تکلیف کرتے ہیں۔

اٰفَةُ الْعُجْبِ: خود پسندی کی آفت، مرکب اضافی۔ **مَرْدُوْدٌ:** روکیا ہوا، اسم مفعول۔ **اَلشُّرَكَاءُ** حصہ دار، ساجھی شریک کی جمع۔ **يُرِيْدُ:** وہ ارادہ کرتا ہے، فعل مضارع مثبت معروف۔ **بَعْضَ السَّلَفِ:** بعض بزرگ، مرکب اضافی۔

رُدَّ رد کیا گیا وہ فعل ماضی مجہول **هَيْئَةٌ** صورت۔ **اَصْلٌ** بنیاد، قاعدہ جڑ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے مگر یہاں پر **اَصْلُ الصَّلٰوةِ** نفس نماز کے معنی میں ہے۔

عِزٌّ: طاقت، غلبہ، عزت۔ **عِزُّ الدِّيْنِ:** مرکب اضافی دین کی عزت، طاقت۔ **اَرْجُوْ:** صیغہ واحد متکلم فعل مضارع مثبت معروف، میں امید کرتا ہوں۔ **اَلتَّشْرِيْكُ:** حصہ دار، رِيَاءٌ دکھاوا۔ **يُعَافِيْكَ:** فعل مضارع مثبت معروف وہ بچتا ہے کَ ضمیر منصوب منفصل مفعول واقع ہو رہی ہے۔ **مُخَافَةٌ** اسم مصدر، خوف کرنا۔ **اَنْ يُرَاهَا:** فعل مضارع مثبت معروف ہا ضمیر منصوب منفصل۔ **مُرَاءٍ:** اسم فاعل باب مفاعلۃ سے ج مُرَاءُ وْنَ ریا کار اصل میں مُرَاءِ یٌ تھا یا پر ضمہ دشوار ہونے کی وجہ سے ضمہ کو حذف کر دیا تو اجتماع ساکنین سے حرف علت گر گیا۔

اَلْخَلْوَةُ: تنہائی۔ **اَلتَّسْمِيْعُ:** سنانا۔ **راءی:** اس نے خلاف حقیقت دکھایا۔ **تنشيطاً:** ترغیب دلانا۔ **فَلاَ**

بَاْسَ: کوئی حرج نہیں۔ خِصَالٌ خَصْلَةٌ کی جمع ہے عادتیں۔

خُضُوْعٌ: عاجزی۔ خشوع عاجزی کا اظہار کرنا مُصَلٍّ نماز پڑھنے والا۔ سَاہٍ: اسم فاعل اصل میں سَاہِیٌ بھولنے والا ج سَاھُوْنَ۔ جَافٍ: اسم فاعل اصل میں جَافِیٌ تھا ج جُفَاۃٌ غیر مہذب۔ وَافٍ: اسم فاعل وعدہ پورا کرنے والا، کامل اجزا کے ساتھ کام کے کرنے والا ج، وافون۔ قُرْبَۃٌ: نیکی رَعُوْنَۃٌ بےوقوفانہ کام، دکھاوا۔ قَنَاطِرُ: قَنْطَرَۃٌ کی جمع منتھی الجموع پل، اَرْبَطَۃٌ: مسافرخانہ۔ لَایَحِلُّ: فعل مضارع منفی معروف وہ حلال نہیں ہوتا یا ہوگا۔ اَلتَّخَلِّی: ملنا، کسی کے ساتھ آراستہ ہونا۔

اَلْاَعْمَالُ: عَمَلٌ کی جمع قلت ہے اَلْعَوَارِیْ، عَارِیَۃٌ وَعِیَارَۃٌ کی جمع ہے اسکی جمع اَلْعَوَارِی کے علاوہ عَوَارٍ بھی آتی ہے عارضی استعمال کیلئے لی یا دی ہوئی چیز۔ اِیْصَالٌ: باب مفاعلہ کا مصدر ہے پہچانا۔ فَلَا تَتَوَقَّفُ: فعل مضارع منفی معروف ازباب تفعّل واحد مونث غائب، وہ موقوف نہیں ہوتی یا ہوگی۔ اَلتَّقَرُّبُ: باب تفعّل کا مصدر نیکی کرنا۔ اِمْتِثَالَ اَمْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی: مرکب اضافی ہے۔ اللہ (عزوجل) کا حکم مانتے ہوئے۔ اُثِیْبَ: فعل ماضی مثبت مجہول۔ وہ ثواب دیا جائے گا۔ اِغْلَاقٌ: باب افعال کا مصدر بند کرنا، اِطْفَاءٌ: باب افعال کا مصدر۔ فَالْمُمَیِّزُ: باب تفعیل سے اسم فاعل ممتاز کرنے والا۔ حَمِیَّۃٌ: غیرت، غصہ، عزت کو بچانے کیلئے لڑنا۔

عُلْیَا: ج اَعَالٍ وَعُلًی اسم تفضیل مونث زیادہ بلند۔ مِثَالُ الثَّانِیْ: یعنی عبادت کو عادت سے ممتاز کرنے کی دوسری مثال۔

اَلسُّنَنُ: سنت کی جمع ہے ''سنتیں'' اَلْاُضْحِیَۃُ ج اَضَاحِیُّ قربانی۔ دَفْعُ الدَّیْنِ: قرض کا دینا مرکب اضافی۔ تَتَاَخَّرُ: فعل مضارع مثبت معروف، ہٹنا، پیچھے ہوجانا۔ مُھَاجَرَۃٌ: ہجرت کرنا، اَلْمُجَافَاۃُ: چھوڑنا۔ اُمُوْرٌ: امر کی جمع ہے کام، معاملہ، چیز۔

اٰذٰی: فعل ماضی مثبت معروف ازباب افعال اصل میں اء ذی تھا۔ اَنْ یُّھَاجِرَ: فعل مضارع مثبت معروف جس کے شروع میں اَنْ ناصبہ ہے، ہجرت کرنا۔ قَسَّمَ: فعل ماضی مثبت معروف ازباب تفعیل اس نے تقسیم کیا۔ یُسَبُّ: فعل مضارع مثبت مجہول ازباب فعل یفعل، اس کو گالی دی جاتی ہے۔

اَرْخَصَ: فعل ماضی مثبت معروف ازباب افعال اس نے رخصت دی۔ اَوَّلَ: اسم تفضیل سب سے پہلا۔

مُخْبِرًا: اسم فاعل ازباب افعال خبر دینے والا جو یہاں حال واقع ہو رہا ہے یعنی خبر دیتے ہوئے۔ وَخْمَۃٌ: مضرصحت گھاس والی زمین۔ اِسْتَوْخَمُوْا: فعل مضارع مثبت معروف ازباب استفعال انہوں نے مضرصحت چاہا۔ طَافَ: فعل ماضی

مثبت معروف چکر لگایا اس نے۔

اَلْقُوْتُ: خوراک جس سے زندہ رہا جائے۔ ج اَقْوَاتٌ۔ اَلْبِقَاعُ: بقعة کی جمع، زمین کا ٹکڑا۔ الثغور: سرحدیں ثغر کی جمع۔ مَدْرَجَةٌ: بڑاراستہ۔ تُؤَدِّیْ: فعل مضارع مثبت معروف از باب تفعیل۔ اَحَبَّ: فعل ماضی مثبت معروف از باب افعال۔ قَبَائِلُ: قبیلے، قَبِیْلَةٌ کی جمع ہے۔ اَلشَّرَائِعُ: خدائی قانون، شرِیعة کی جمع۔

اَلابیاتُ: بَیْتٌ کی جمع اشعار۔ سَیِّدِیْ: مرکب اضافی، میرے آقا۔ مُظْلِمٌ: ظلم کرنے والا۔ یُرْوِیْ: وہ روایت کرتا ہے۔ نَبِیُّنَا: ہمارے نبی ﷺ۔ اَلْمَبْعُوْثُ: بھیجے گئے۔

اَبْطَنَ: فعل ماضی مثبت معروف از باب افعال پوشیدہ کیا اس ایک مرد نے۔ اَلْعِتَابُ: ملامت، الزام ج مَعَاتِبُ۔

اَللَّوْمُ: اسم ہے، خوف، ملامت۔

قِیْسَ: فعل ماضی مثبت مجہول از باب فَعَلَ یَفْعِلُ، فَعَلَ یَفْعُلُ۔ اَلْبَاعِثُ: ابھارنے والا، اسم فاعل۔ لَمْ تَتَمَحَّضْ: فعل مضارع نفی جحد لم از باب تفعل۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ الثَّانِيْ......﴾

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ايضاً قَال: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صلّى الله عليه وسلم ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَاب شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهٗ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ صلى اللّٰه عليه وسلم فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَقَالَ: يَامُحَمَّدُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِسْلَام، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰه صلى اللّٰه علی وسلم: (اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰه، وَتُقِيْمَ الصَّلاة، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ البَيْتَ اِنِ اسْتَطَعتَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً، قَالَ: صَدَقْتَ. فَعَجَبْنَا لَهٗ يَسْاَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ، قَالَ: فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ، قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰه، وَمَلَائِكَتِه، وَكُتُبِه، وَرُسُلِه، وَالْيَوْمِ الآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالقَدَرِ خَيْرِه وَشَرِّه، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِحْسَانِ، قَالَ: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ، فَاِن لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ، قَالَ: فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ، قَالَ: مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، قَالَ: فَاَخْبِرْنِي عَنْ اَمَارَاتِهَا، قَالَ اَنْ تَلِدَ الاَمَةُ رَبَّتَهَا، وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَان، ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيّاً ثُمَّ قَالَ: يَا عُمَرُ اَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ: فَاِنَّهٗ جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ)، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قولُه عليه السلامُ: (اَخبِرنِي عَنِ الاسْلاَم)، اَلْاِيْمَانُ فِي اللُّغَةِ: هُوَ مُطْلَقُ التَّصْدِيْقِ، وَفِي الشَّرْعِ:عِبَارَةٌ عَنْ تَصْدِيْقٍ خَاصٍ، وَهُوَ التَّصْدِيْقُ بِاللّٰهِ، وَملائكتِه، وَكتبِه، ورُسُلِه، واليومِ الآخرِ، وبِالقَدَرِ خَيرِهٖ و شرِّهٖ. وامّا الاسلامُ فَهُوَ عِبارةٌ عَنْ فعلِ الوَاجباتِ، وَهُوَ الْاِنقيَادُ الى عملِ الظّاهرِ. قَدْ غَايَرَ اللّٰهُ تعالى بين الايمانِ والاسلامِ كَمَا فى الحديثِ، قال الله تعالى: ﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ ءَ امَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا﴾ [الحجرات:١٤]۔ وذٰلكَ اَنَّ المنافقينَ كانوا يُصلونَ ويَصومونَ ويَتصدقونُ، وبِقلوبهمُ يُنكرونَ، فَلَمّا ادَّعَوُ الْاِيمانَ كَذَّبَهُمُ اللّٰهُ تَعَالى فِي دَعواهمُ الايمانَ لِاِنكارهمُ بِالقلوبِ، وصَدقهمُ فِي دَعوى الْاِسلامِ لِتَعَاطِيْهِمُ اِيَّاهُ. وقَال اللّٰه تعالى: ﴿اِذَا جَآءَكَ الْمنفقونَ، الى قولِهٖ تعالى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ﴾. [المنافقون:١]

اَیْ: فِيْ دَعْوَاهُمُ الشَّهَادَةِ بِالرِّسَالَةِ مَعَ مَخالفةِ قُلوبِهِمْ، لِاَنَّ اَلسنتهُمْ لَمْ تُواطِي قلوبَهُمْ، وشَرْطُ الشَّهادةِ بالرسالةِ: اَنْ يُوَاطِئ اللّسانُ القلبَ فَلَمّا كَذَّبُوا فى دَعْوَاهُمْ بَيَّنَ اللّٰهُ تعالى كِذبهمْ، ولَمّا كَانَ

اَلْاِیْمَانُ شَرْطًا فِی صِحَّةِ الاسلامِ اِسْتَثْنَی اللّٰهُ تعالٰی مِنَ الْمُؤمنینَ الْمُسلمینَ قال اللّٰهُ تعالٰی: ﴿فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ [الذاریات:۳۵،۳۶] فَهٰذَا اِسْتِثْنَاءٌ مُتَّصِلٌ لِمَا بَيْنَ الشَّرطِ والمشروطِ مِنَ الاِتِّصالِ ولهذا سَمَّی اللّٰهُ تعالٰی الصَّلاةَ ایمانًا. قال اللّٰه تعالٰی: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾ [البقرة۱۴۳]۔ وقال تعالٰی: ﴿مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ﴾ [الشوریٰ:۵۲] اَی الصَّلاةَ.

ترجمہ:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ ایک ایسے صاحب ہمارے سامنے ظاہر ہوئے جن کے کپڑے بہت سفید، بال زیادہ کالے تھے۔ان پر سفر کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے اور نہ ہی ہم میں سے کوئی انہیں جانتا تھا یہاں تک کہ وہ نبی ﷺ کی طرف بیٹھ گئے پس اس نے اپنے دونوں گھٹنے رسول اللہ ﷺ کے مقدس گھٹنوں سے ملا دیئے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے زانو پر رکھی اور عرض کیا اے محمد ﷺ! مجھے اسلام کے بارے میں بتایئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، کعبہ کا حج کرو اگر اس کی استطاعت (طاقت) ہو۔

عرض کیا آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔ہمیں تعجب ہوا کہ سوال بھی کرتے ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں۔

عرض کیا مجھے ایمان کے بارے میں بتایئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ایمان یہ ہے کہ تو اللہ عزوجل، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، آخری دن اور اچھی بری تقدیر کو مانو (تسلیم کرو) عرض کیا آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔

انہوں نے عرض کیا مجھے احسان کے بارے میں بتایئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل کی عبادت اس طرح کرو کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اگر یہ نہ ہو سکے تو خیال کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے، عرض کیا کہ مجھے قیامت کے بارے میں بتایئے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے بارے میں سوال کیا ہوا سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

عرض کیا مجھے اس کی نشانیوں کے بارے میں بتایئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور ننگے پاؤں، ننگے بدن والے فقیروں، بکریوں کے چرواہوں کو محلوں میں فخر کرتے دیکھو گے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا پھر سائل چلا گیا، میں کچھ دیر ٹھہرا رہا پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم جانتے ہو یہ سائل کون تھے؟ میں نے عرض کیا اللہ عزوجل اور رسول ﷺ جانیں، آپ ﷺ نے فرمایا یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے جو تمہارے پاس تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔(روایت کیا اسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان (اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ) ایمان کے لغوی معنی مطلق تصدیق کے ہیں اور شرعی معنی تسدیق خاص کے ہیں یعنی اللہ عزوجل اوراس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں (علیہم السلام)، قیامت اور اچھی بُری تقدیر کو سچے دل سے تسلیم کرنا ایمان کہلاتا ہے۔

اور اسلام کا لغوی معنی اطاعت وفرمانبرداری کرنا ہے یعنی ظاہر اعمال کی ادائیگی کو اسلام کہتے ہیں اور اللہ عزوجل نے ایمان و اسلام کے درمیان فرق کیا ہے جیسا کہ اسی حدیث مبارکہ میں ہے۔(۲)

اللہ عزوجل نے فرمایا: ''قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا''۔ [الحجرات ۱۴](۳)

کیونکہ منافقین نماز پڑھتے، روزہ رکھتے اور صدقہ کرتے تھے مگر اپنے دلوں سے انکار کرتے تھے لہٰذا جب منافقوں نے ایمان کا دعویٰ کیا تو اللہ عزوجل نے انہیں اپنے دلوں سے انکار کرنے کے سبب ان کے دعوی ایمان میں تکذیب کی اور دعوی اسلام میں تصدیق کی کیونکہ وہ ظاہری اعمال میں پیروی (اطاعت) کرتے تھے۔

اور اللہ عزوجل نے فرمایا، ''اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ اِلٰی قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ''۔

[المنافقون:۱] (۴)

(یعنی) منافقین اپنے دلوں سے انکار کرنے کے سبب رسالت کی گواہی کے دعوی میں جھوٹے ہیں کیونکہ ان کی زبانیں ان کے دلوں کے موافق نہ تھیں جبکہ رسالت کی گواہی دینے کیلئے زبان کا دل کے موافق ہونا ضروری ہے لہٰذا جب منافقین اپنے دعوی میں جھوٹے (ثابت) ہوئے تو اللہ عزوجل نے ان کے جھوٹ کو بیاں فرمایا اور جب اسلام کیلئے ایمان شرط ہے تو اللہ عزوجل نے مومنین سے مسلمانوں کو مستثنٰی فرمایا۔

اللہ عزوجل نے فرمایا، ''فَاَخْرَجْنَا مَنْ کَانَ فِیْھَا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ o فَمَا وَجَدْنَا فِیْھَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ''۔

[الذاریات ۳۵-۳۶](۵)

اس (آیت مقدسہ) میں استثناء متصل ہے کیونکہ شرط اور مشروط کے درمیان اتصال پایا جاتا ہے اسی وجہ سے اللہ عزوجل نے نماز کو ایمان فرمایا۔

''وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ''۔[البقرہ ۱۴۳](۶)

اور اللہ عزوجل نے فرمایا، ''مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ''۔[الشوری ۵۲](۷) یعنی نماز۔

☆......☆......☆......☆

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث مبارکہ میں اسلام کے اصول وقواعد کا بیان ہے نیز یہ حدیث مبارکہ مدنی مذاکرہ، مدنی مکالمہ (جیسا کہ دعوت اسلامی کے مدنی چینل یا دیگر اسلامک چینلو پر ہوتا ہے) انٹرویو وغیرہ کی دلیل ہے کہ اس میں بھی مختلف مسائل کے متعلق رہنمائی کی جاتی ہے۔

(۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی۔ (دیکھئے الحدیث الاوّل)

فائدہ: اس حدیث جبرئیل علیہ السلام سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) حضرت جبرئیل علیہ السلام کا قریب ہونے کیلئے بار بار اذن طلب کرنے سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے بہت ہی قریب بلا ان کی اجازت کے نہیں ہونا چاہیے خصوصاً جب مجلس بھری ہوئی ہو۔

(۲) گردنیں پھلانگنے کے بغیر رسول اللہ ﷺ تک جانا ممکن نہ تھا اور اس لیے بھی تھا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سمجھیں کہ واقعی یہ بدوی ہے۔ (نزہۃ القاری شرح صحیح بخاری ج اول کتاب الایمان الفصل الاول ص ۳۷۱ ناشر فرید بک سٹال)

(۳) گھٹنے سے گھٹنے ملا کر، زانوئے اقدس پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے اس سے معلوم ہوا کہ اس میں سائل کی حاجت شدید پائی جاتی ہے جیسا کہ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، "لِاَنَّ الْجُلُوْسَ عَلٰی هٰذِهِ الْهَيْئَةِ يَدُلُّ عَلٰی شِدَّةِ حَاجَةِ السَّائِلِ وَاِذَا عَرَفَ الْمَسْئُوْلَ حَاجَتَهٗ وَحِرْصَهٗ اِعْتَنٰی وَبَادَرَ اِلَيْهِ"۔ (مرقاۃ المفاتیح ج اول کتاب الایمان الفصل الاول ص ۱۱۱)

نیز اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد اور استاد کے درمیان جتنی موانست، محبت ہوگی قرب ہوگا اتنا ہی زیادہ فیض ملے گا۔

(۴) "وَفِيْهِ اِسْتِحْبَابُ الْبَيَاضِ وَالنَّظَافَةُ فِي الثِّيَابِ وَاَنَّ زَمَانَ طَلَبِ الْعِلْمِ اَوْ اِنَّ الشَّبَابَ لِقُوَّتِهٖ عَلٰی تَحَمُّلِ اَعْبَائِهٖ وَقُدْرَتِهٖ عَلٰی تَحَمُّلِ اَدَائِهٖ"۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان الفصل الاول ص ۱۱۰)

لہٰذا طالب علم کو چاہئے کہ جب استاد کے پاس حاضر ہو تو اس کا ذہن پندار کے داغ سے ملوث نہ ہو اور اپنے علم کے پیالے کو غرور وتکبر سے الٹا ہر گز نہ کرے اور علم حاصل کرنے کا بہترین زمانہ جوانی ہے۔

(۵) سفید رنگ رنگوں میں افضل رنگ ہے۔

"قُدِّمَ الْبَيَاضُ عَلَى السَّوَادِ لِاَنَّهٗ خَيْرُ الْاَلْوَانِ وَمُحِيْطٌ بِالْاَبْدَانِ"۔

نیز حضرت جبرئیل علیہ السلام کا صاف ستھرے لباس میں آنے سے معلوم ہوا کہ شاگرد کو استاد کے پاس اچھی سے اچھی حالت میں حاضر ہونا چاہیے جس سے اس کی طرف میلان قلب ہو بکھرے گندے بال ولباس میں نہ آئے۔

(۲) یعنی متن حدیث میں ہے جو حضور ﷺ لائے اسے سچے دل سے تسلیم کرنا ایمان ہے اور جو احکام (نماز اور زکوٰۃ کا ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، حج کرنا، کی شہادتین کا بجالانا) وغیرہ لائے ان پر ظاہراً عمل کرنا اسلام ہے۔

(۳) ترجمہ کنزالایمان: گنوار بولے ہم ایمان لائے تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے۔

(۴) ترجمہ کنزالایمان: جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقیناً اللہ عزوجل کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

(۵) ترجمہ کنزالایمان: تو ہم نے اس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال لیے تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا۔

(۶) ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت کرے۔

(۷) ترجمہ کنزالایمان: اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام (شرع) کی تفصیل۔

''ایمان اور اسلام مترادف ہیں یا نہیں''

ایمان و اسلام ایک ہی چیز ہیں یا الگ الگ ہیں اس میں علماء کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک دونوں الگ الگ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔

''ایمان اور اسلام دونوں الگ الگ ہیں''

جن علماء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک الگ الگ ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

(۱) ''قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا''۔

ترجمہ کنزالایمان: گنوار بولے ہم ایمان لائے، تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے۔ [الحجرات ۱۴]

شان نزول: یہ آیت مقدسہ بنی اسد کی اس جماعت کے متعلق نازل ہوئی جو قحط کے زمانہ میں مدینۃ المنورہ میں آئے اور صرف زبان سے مسلمان ہو گئے دل میں کافر رہے ان کے آنے سے مدینۃ المنورہ میں اور گرانی ہو گئی، چیزوں کے بھاؤ بڑھ گئے کیونکہ یہ بہت تھے اور جو حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(نورالعرفان)

مذکورہ بالا آیت مقدسہ میں اللہ عزوجل نے ایمان کی نفی اور اسلام کا اثبات فرمایا یعنی ایمان کا تعلق دل سے ہے اور منافقین نے ایمان لانے کا دعویٰ کیا جسے اللہ عزوجل نے قبول نہ فرمایا یوں ایمان کی ان سے نفی ہوئی اور اسلام کا تعلق ظاہر اعمال سے ہے اسے منافقین کیلئے ثابت رکھا کیونکہ منافقین اگر چہ دل سے ایمان نہ لائے مگر بظاہر عبادت کرتے تھے لہٰذا معلوم ہوا کہ ایمان اور اسلام

مترادف نہیں یعنی الگ الگ دو چیزیں ہیں۔

(۲) اللہ عزوجل نے فرمایا

"اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ". [الاحزاب ۳۵]

ترجمہ کنزالایمان: بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں۔

مذکورہ بالا آیت مقدسہ میں تمام اسماء یعنی مسلمین، مسلمات، مومنین، مومنات کے درمیان حرف عطف واو لایا گیا جو کہ مغایرت کا تقاضہ کرتا ہے یعنی معطوف علیہ اور معطوف الگ الگ ہیں، معلوم ہوا اسلام اور ایمان میں فرق ہے۔

"ایمان اور اسلام دونوں مترادف ہیں"

جن علماء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک ایمان اور اسلام مترادف (ایک ہی چیز) ہیں ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا،

"فَاَخْرَجْنَا مَنْ کَانَ فِیْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ o فَمَا وَجَدْنَا فِیْهَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ"۔

[الذاریات ۳۵،۳۶]

مذکورہ بالا آیت مقدسہ میں فَاَخْرَجْنَا مَنْ کَانَ فِیْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ شرط ہے اور فَمَا وَجَدْنَا فِیْهَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ مشروط ہے۔

اور قاعدہ ہے کہ شرط و مشروط کے درمیان اتصال (یعنی اتصال کا ہونا لازم) ہوتا ہے اور غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ کو جو ماقبل سے مستثنیٰ کیا گیا ہے وہ مستثنیٰ متصل ہے اور مستثنیٰ متصل اسے کہتے ہیں جو ماقبل کی جنس سے ہو لہٰذا یہاں پر بھی مستثنیٰ، مستثنی منه کی جنس ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ اسلام، ایمان کی جنس سے ہے جس سے پتہ چلا کہ اسلام اور ایمان مترادف یعنی دونوں ایک ہی ہیں۔

یہاں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر والوں کو مومن بھی فرمایا اور مسلمان بھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ مومن اور مسلمان مترادف ہیں تو ثابت ہوا کہ ایمان اور اسلام بھی مترادف ہیں۔

"نزاع لفظی ہے (تطبیق)"

"وَالْحَقُّ اَنَّ الْخِلَافَ لَفْظِیٌّ لِاَنَّ مَبْنَی الْاَوَّلِ عَلَی الْحُکْمِ الدُّنْیَوِیِّ وَ مَدَارُ الثَّانِی عَلَی الْاَمْرِ الْاُخْرَوِیِّ اَوِ الْاَوَّلُ بِنَاءُهُ عَلَی اللُّغَةِ وَالثَّانِیْ مَدَارُهُ عَلَی الشَّرِیْعَةِ وَقِیْلَ اِنَّهُمَا مُخْتَلِفَانِ بِاعْتِبَارِ الْمَفْهُوْمِ مُتَّحِدَانِ فِی

الْمِصْدَاقِ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ"۔

حق بات یہ ہے کہ یہ اختلاف (ایمان اور اسلام مترادف ہیں یا نہیں) لفظی ہے کیونکہ اول (اسلام) کی بنیاد دنیوی حکم پر ہے اور ثانی (ایمان) کی بنیاد اخری معاملے پر ہے۔

یا پھر اول (اسلام) کی بنیاد لغت پر ہے (یعنی اسلام سے لغوی معنی مراد ہے) اور ثانی (ایمان) کی بنیاد شریعت مطہرہ پر ہے (یعنی ایمان سے شرعی معنی مراد ہے) یا پھر دونوں مفہوم کے اعتبار سے مختلف ہیں اور مصداق کے اعتبار سے متحد ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۱ صفحہ ۱۱۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اور اس بات کو علامہ نووی علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے

"اِذَا جَاءَ کَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ"۔ [المنافقون ۱]

اس آیت مقدسہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر تصدیق رسالت (ایمان) کے اسلام شرعی کبھی بھی معتبر نہیں ہوسکتا۔

یعنی اسلام اور ایمان آپس میں ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال ہوتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا

"وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ"۔ [البقرہ ۱۴۳]

تبدیلی قبلہ کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ حضور ﷺ! جو صحابہ کرام علیہم الرضوان تبدیلی قبلہ سے پہلے وفات پا گئے ان کی نمازیں نیز ہماری پچھلی نمازوں کا کیا حال ہے جو بیت المقدس کی طرف پڑھی گئیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ ان کی نمازوں کا ثواب ملے گا۔

لہٰذا (نماز ظاہری عمل کے اعتبار سے اسلام ہوئی کہ اسلام اطاعت و فرمانبرداری کو کہتے ہیں اور نماز بھی اطاعت و فرمانبرداری ہے) مذکورہ حدیث جبرئیل علیہ السلام میں نماز کو اسلام کہا گیا اور مذکورہ آیت مقدسہ میں نماز کو ایمان کہا گیا۔

مزید اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا

"مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ"۔ [الشوری ۵۲]

اس آیت مقدسہ میں ایمان سے مراد اسلام یعنی روزہ، نماز، حج، زکوۃ وغیرہ ہے اور ان تمام چیزوں کو اس حدیث پاک میں اسلام کہا گیا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ نزہۃ القاری میں نقل کرتے ہیں

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: "مَنْ یَبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُقْبَلَ مِنْهُ"۔

اور ارشاد فرماتا ہے: "رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا"۔

ان آیات میں صرف اسلام کو دین بتایا۔ کیا ایمان دین سے خارج ہے؟

اگر اس کا جواب نفی میں ہے اور ضرور صرف نفی میں ہے۔ تو ثابت ہوا کہ ایمان اور اسلام دو متضاد چیزیں نہیں۔ مسلمانوں کے عرف میں بولتے ہیں فلاں ایمان لایا یا بولتے ہیں فلاں اسلام لایا، دونوں کے معنی بلا کسی دغدغہ کے ایک ہیں۔

(نزہۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ا کتاب الایمان ص ۳۷۳، ۳۷۴)

رہی سورۃ الحجرات والی آیت مقدسہ تو وہاں پر اسلام کے لغوی معنی مراد ہیں۔ اسی طرح سورۃ الاحزاب والی آیت مقدسہ میں بھی اسلام اور ایمان میں مفہوم کے اعتبار سے تغایر ہے مصداق کے اعتبار سے اتحاد موجود ہے لہٰذا معطوف علیہ اور معطوف میں تغایر مفہوم کے اعتبار سے پایا جا رہا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ ایمان اور اسلام مترادف ہیں۔

"وَالْاِیْمَانُ هُوَ الْاِقْرَارُ وَالتَّصْدِیْقُ وَاِیْمَانُ اَهْلِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مُسْتَوُوْنَ فِی الْاِیْمَانِ وَالتَّوْحِیْدِ مُتَفَاضِلُوْنَ فِی الْاَعْمَالِ وَالْاِسْلَامُ هُوَ التَّسْلِیْمُ وَالْاِنْقِیَادُ لِاَوَامِرِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَفِیْ طَرِیْقِ اللُّغَةِ فَرْقٌ بَیْنَ الْاِیْمَانِ وَالْاِسْلَامِ وَلٰکِنْ لَّا یَکُوْنُ اِیْمَانٌ بِلَا اِسْلَامٍ وَالْاِسْلَامُ بِلَا اِیْمَانٍ فَهُمَا کَالظَّهْرِ مَعَ الْبَطْنِ"۔

(شرح ملا علی قاری علی الفقہ الاکبر مکتبہ حقانیہ ص ۸۰ تا ۹۰)

قوله صلى الله عليه وسلم: (وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ) بِفَتْحِ الدَّالِ وسكونِهَا لُغَتَانِ، ومذهبُ اهلِ الحقِّ: اِثْبَاتُ الْقَدْرِ، وَمَعْنَاهُ اَنَّ اللّٰهَ سُبحانهُ وَتَعالٰى قَدَّرَ الاشياءَ فِي القِدَمِ، وَ عَلِمَ سُبحانهُ وتعالى اَنَّهَا سَتقعُ فِي اَوقاتٍ مَعلومةٍ عِندهُ سُبحانهُ وتعالى، وفي اَمكنةٍ معلومةٍ وهي تقعُ على حَسْبِ مَا قَدَّرَهُ اللّٰهُ سبحانه وتعالى. وَاعْلَمْ اَنَّ التَّقَادِيْرَ اَرْبَعَةٌ:

اَلْاَوَّلُ: اَلتَّقْدِيْرُ فِي الْعِلْمِ، وَلِهٰذا قيل: اَلْعِنَايَةُ قَبْلَ الْوِلَايَةِ، وَالسَّعَادَةُ قَبْلَ الوِلَادَةِ، وَاللَّوَاحِقُ مبنيَّةٌ على السَّوابِقِ، قال اللّٰه تعالى: ﴿يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ﴾ [الذاريات:۹]۔ اَيْ: يُصَرَّفُ عن سماعِ القُرآنِ وعَنِ الْاِيْمَانِ به فِي الدُّنْيَا مَنْ صُرِّفَ عَنْهُ فِي الْقِدَمِ قال رسولُ اللّٰه صلَّى اللّٰه عليه وسلَّم: (لَا يَهْلِكُ على اللّٰهِ الا

هَالِكًا) اَیْ مَنْ كُتِبَ فِی عِلْمِ اللّٰهِ تعالی اَنَّهٗ هَالِكٌ.

اَلثَّانِی: اَلتَّقْدِيْرُ فِی اللَّوْحِ المحفوظِ، وهذا التقديرُ يُمكِنُ اَنْ يَتَغَيَّرَ، قال اللّٰهُ تعالی: ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ﴾ [الرعد:٣٩]۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللّٰه تعالی عنهما اَنَّهٗ كَانَ يقولُ فِی دُعَائِهٖ: (اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنِیْ شَقِيًّا فَامْحُنِیْ وَاكْتُبْنِیْ سَعِيْدًا).

اَلثَّالِثُ: اَلتَّقْدِيْرُ فِی الرَّحِمِ، وَذٰلِكَ اَنَّ الْمَلَكَ يُؤْمَرُ بِكَتْبِ رِزْقِهٖ واَجَلِهٖ وَعَمَلِهٖ وشَقِیٌّ اَوْ سَعِيْد.

الرابع: التقديرُ وهو سَوْقُ المَقَادِيرِ الی المَوَاقِيتِ، واللّٰهُ تعالی خَلَقَ الخيرَ والشرَ وقَدَّرَ مَجِيْئَهٗ الی العبدِ فی اَوقاتٍ مَعلومةٍ. وَالدَّلِيلُ علی اَنَّ اللّٰهَ تعالی خَلَقَ الخيرَ والشَرَّ قولُهٗ تعالی: ﴿اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَسُعُرٍ. =الی قولِهٖ تعالی= بِقَدَرٍ﴾ [القمر:٤٨،٤٩]۔ نَزَلَتْ هذهِ الآيةُ فی "اَلْقَدَرِيَّةِ" يُقَالُ لَهم ذٰلِكَ فی جَهَنَّمَ، وقال تعالی ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ. مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ.﴾ [الفلق:١،٢]۔ وَهٰذَا الْقِسْمُ اِذَا حَصَلَ اللُّطْفُ بِالْعَبْدِ صُرِّفَ عَنْهُ قَبْلَ اَنْ يَصِلَ اليهِ.

وفی الحديثِ: (اِنَّ الصَّدَقَةَ وَصِلَةَ الرَّحِمِ تَدفعُ مَيْتَةَ السُّوْءِ وتُقَلِّبُهٗ سعادةً). وفی الحديثِ: (اِنَّ الدُّعَاءَ وَالْبَلَاءَ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ يَقْتَتِلَانِ، وَيَدْفَعُ الدعاءُ الْبَلَاءَ قَبْلَ اَن يَنْزِلَ).

ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "و تُؤْمِنُ بِالْقَدَرِ خيرِهٖ و شرِّهٖ"۔

قدر میں دو لغتیں ہیں، دال کے فتح کے ساتھ اور سکون کے ساتھ۔ تقدیر کے بارے میں اہل حق کا مذہب (۸) یہ ہے کہ تقدیر ثابت ہے۔ اللہ عزوجل نے ازل ہی سے اشیاء کو مقدر کیا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ازل ہی سے جان لیا کہ یہ اشیاء معلوم جگہوں اور معلوم اوقات میں واقع ہوں گی اور تمام اشیاء ان ہی صفات وکمالات کے ساتھ واقع ہوتی ہیں جن صفات وکمالات پر اللہ عزوجل نے ازل میں جانا۔

اور تو جان لے بے شک تقدیر کی چار قسمیں ہیں (۹)

اوّل: تقدیر فی العلم (۱۰): یعنی جس چیز کو اللہ عزوجل نے علم ازلی سے جانا وہ چیز بعینہ ویسے ہی واقع ہوتی ہے (اس میں کمی پیشی ممکن نہیں) اسی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ عنایت ولایت سے قبل (پہلے) ہے اور سعادت ولادت سے قبل (پہلے) اور لواحق

سوابق پرمبنی ہے۔

اسی تقدیر کے بارے میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا،"یُؤْفَکُ عَنْهُ مَنْ اُفِکَ"۔ [الذاریات:۹](۱۱)

یعنی قرآن پاک کو سننے اور اس پر ایمان لانے سے پھیر دیا جاتا ہے جیسے ازل میں اس سے پھیر دیا گیا ہو اور (اسی تقدیر کے بارے میں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ عزوجل ہلاک نہیں کرتا مگر جو ہلاک ہونے والا ہو۔

یعنی جس کے متعلق علم الٰہی عزوجل میں لکھا جا چکا ہو کہ یہ ہلاک ہونے والا ہے وہی ہلاک ہوتا ہے۔

ثانی: "تقدیر فی اللوح المحفوظ"(۱۲) یعنی جو کچھ لوح محفوظ پر لکھا ہوا ہے اس کا تبدیل ہونا ممکن ہے۔

(اسی کے بارے میں) اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا،"یَمْحُو اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَ یُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ"۔ [الرعد۳۹](۱۳)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے

اے اللہ عزوجل اگر تو نے مجھے شقی لکھا ہے تو تُو اسے مٹا دے اور سعادت مند لکھ دے۔

ثالث: "تقدیر فی الرحم"۔(۱۴)

اللہ عزوجل رحم کے اندر جب نطفے میں روح پھونکنے کا فرشتے کو حکم دیتا ہے تو فرشتے کو اللہ عزوجل اس کے رزق، موت، عمل، بدبخت یا سعادت مند لکھنے کا بھی حکم دیتا ہے۔

رابع: مقادیر کو ان کے اوقات معلومہ کی طرف چلانا۔(۱۵)

اللہ عزوجل نے خیر و شر یہاں تک کہ ان کے بندوں پر اوقات معلومہ میں واقع ہونے کو بھی مقرر فرما دیا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ہی خیر و شر کو پیدا فرمایا ہے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

"اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَ سُعُرٍ اِلٰی قَوْلِهٖ تعالٰی بقدرٍ"۔ [القمر ۴۷۔۴۹](۱۶)

یہ آیت مبارکہ قدریہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہ ان سے جہنم میں کہا جائے گا۔

(مزید) اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا،"قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ [الفلق ۱۔۲](۱۷)

تقدیر کی یہ وہ قسم ہے کہ جب خدا تعالیٰ اپنے بندے پر مہربان ہو تو اس کی طرف پہنچنے سے پہلے پھیر دیتا ہے۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے: "بے شک صدقہ اور صلہ رحمی بری موت کو اچھی موت سے بدل دیتی ہے"۔

دوسری حدیث مبارکہ میں ہے، ''بے شک دعا اور بلا آسمان کے درمیان لڑتی رہتی ہیں یہاں تک کہ دعا بلا (مصیبت) کو نازل ہونے (اترنے) سے پہلے دور کردیتی ہے''۔

شرح:

(۸) یہاں سے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ تقدیر کے بارے میں اہل حق کا مذہب بیان کررہے ہیں۔

(۹) عمومی طور پر تقدیر کی تین قسمیں

(۱) مبرم حقیقی (۲) معلق محض (۳) معلق شبیہ بہ مبرم

بیان کی جاتی ہیں۔ مگر علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تقدیر کی چار قسمیں بیان کیں جو درحقیقت تین ہی ہیں۔

پہلی قسم تقدیر فی العلم سے مراد مبرم حقیقی ہے اور بقیہ اللہ عزوجل کے اعتبار سے مبرم حقیقی اور بندوں کے علم یا ملائکہ کے علم کے اعتبار سے کبھی مبرم کبھی معلق محض اور کبھی شبیہ بہ مبرم ہوگئی۔

یعنی جو کچھ بھی ہوگا (وہ معلق محض سے ہو یا شبیہ بہ مبرم سے ہو) وہ اللہ عزوجل کے علم میں لازمی طور پر ہوتا ہے اس اعتبار سے مبرم مگر اللہ عزوجل نے اپنے فضل سے دوسروں (بندوں، ملائکہ) کو بھی علم دیا اس اعتبار سے معلق محض، شبیہ بہ مبرم ہوگئی۔

(۱۰) تقدیر فی العلم کی تعریف:

جو کچھ ہونا تھا اسے اللہ عزوجل نے اپنے علم ازلی سے جانا اور لکھ دیا، تقدیر فی العلم کہلاتا ہے۔

(۱۱) ترجمہ کنزالایمان: اس قرآن سے وہی اوندھا کیا جاتا ہے جس کی قسمت میں اوندھا کیا جانا ہو۔

(۱۲) تقدیر فی اللوح المحفوظ کی تعریف:

جو کچھ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق کے متعلق لوح محفوظ میں لکھ (ظاہر کر) دیا، اسے تقدیر فی اللوح المحفوظ کہتے ہیں۔

(۱۳) ترجمہ کنزالایمان: اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے۔

(۱۴) تقدیر فی الرحم کی تعریف:

(رحم مادر کے اندر) جب نطفہ میں فرشتہ باذن اللہ عزوجل جان ڈالتا ہے اور اس کے بارے میں (تقدیر) لکھتا ہے اسے تقدیر فی الرحم کہتے ہیں۔

(۱۵) مقادیر کوان کے اوقات معلومہ کی طرف چلانا:

لکھی ہوئی باتوں کوان کے اوقات (مقادیر) کا اپنے مقررہ اوقات میں واقع ہونا مقادیر کوان کے اوقات معلومہ کی طرف

چلاتا کہلاتا ہے۔

''اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ٥ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ٥ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ٥''۔

(۱۶) ترجمہ کنزالایمان: ''بے شک مجرم گمراہ اور دیوانے ہیں جس دن آگ میں اپنے مونہوں پر گھسیٹے جائیں گے اور فرمایا جائے گا چکھو دوزخ کی آنچ بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی ہے''۔ [القمر ۴۷۔۴۹]

(۱۷) ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے اس کی سب مخلوق کے شر سے۔

نوٹ: مبرم حقیقی کی تبدیلی محال ہے اگر محبوبان بارگاہ اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انہیں اس سے روک دیا جاتا ہے۔ مثلاً فرشتے قوم لوط پر عذاب لے کر آئے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے آں قرب واختصاص بہت کچھ عرض ومعروض کی یہاں تک کہ ان کی عرض ومعروض کو قرآن کریم نے مجادے سے تعبیر فرمایا۔

ارشاد ہے، ''يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ''۔

ابراہیم (علیہ السلام) ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔

مگر چونکہ یہ عذاب مبرم حقیقی تھا اس لیے نہ رکا۔

قضاء معلق اولیاء کرام کی دعاؤں، ان کی توجہ، اعمال حسنہ سے ٹل جاتی ہیں۔

معلق شبیہ مبرم تک عامہ اولیاء کرام کی رسائی نہیں، اکابر کی ہے۔ جو ان کی دعاء توجہ سے ٹل جاتی ہے۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کے بارے میں فرمایا

''اِنِّيْ اَرُدُّ الْقَضَاءَ بَعْدَ مَا اُبْرِمَ'' میں قضاء مبرم کو بدل دیتا ہوں۔

اور اسی کو حدیث میں فرمایا گیا ''اِنَّ الدُّعَاءَ يَرُدُّ الْقَضَاءَ بَعْدَ مَا اُبْرِمَ'' دعا قضاء مبرم کو ٹال دیتی ہے۔

(نزہۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۱ کتاب الایمان ص ۳۷۴،۳۷۵)

وَزَعَمَتِ "الْقَدَرِيَّةُ" اَنَّ اللّٰهَ تعالى لَمْ يُقَدِّرِ الْاَشْيَاءَ فِي الْقِدَمِ، ولا سَبَقَ عِلْمُهُ بِهَا، وَاَنَّهَا مُسْتَانِفَةٌ، وَاَنَّهُ تَعَالٰى يَعْلَمُهَا بَعْدَ وَقُوْعِهَا، وَكَذَّبُوْا عَلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى جَلَّ عَنْ اَقْوَالِهِمِ الْكَاذِبَةِ وَتَعَالٰى عَلُوًّا كَبِيْرًا، وَهٰؤُلاءِ اِنْقَرَضُوْا وَصَارَتِ "الْقَدَرِيَّةُ" فى الْاَزْمَانِ المتاخّرةِ يَقُولُونَ: الْخَيْرُ مِنَ اللّٰهِ وَالشَّرُّ مِنْ غَيْرِهٖ، تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ قَوْلِهِمْ، وَصَحَّ عَنْهُ صلّى الله عليه وسلّم اَنّه قال: (الْقَدَرِيَّةُ مَجُوْسُ هذهِ الاُمَّةِ). سَمَّاهُمْ

"مَجُوسًا" لِمُضَاهَاةِ مَذْهَبِهِمْ مَذْهَبَ المجُوسِ، وَزَعَمَتِ "الثَنوِيَّةُ" اَنَّ الْخَيْرَ مِنْ فِعْلِ النُّورِ وَالشَّرَ مِنْ فِعْلِ الظُّلمةِ فَصارُوْا "ثَنوِيَّةً" كَذٰلِکَ "اَلْقَدَرِيَّةُ" يُضِيفُونَ الخيرَ الى اللّٰهِ والشَّرَ الى غيرِهٖ وهو تَعَالى خَالِقُ الخيرِ والشَّرِ.

قَالَ اِمامُ الحَرَمَيْنِ فِي كِتَاب "الارْشَاد": اِنَّ بعضَ "اَلْقَدَرِيَّةِ" تقول: لَسْنَا بِقَدَرِيَّةٍ بَلْ اَنْتُمُ الْقَدَرِيَّةُ لِاِعْتِقَادِكُمْ اَخْبَارَ الْقَدَرِ، وَرُدَّ على هٰؤُلاءِ الْجُهَلَةِ بِاَنَّهم يضِيفُوْنَ القَدَرَ الى اَنْفُسِهِمْ، وَمَنْ يَدَّعِي الشَّرَ لِنَفْسِهٖ وَيَضِيْفُهُ اِلَيْهَا اَوْلَى بِاَنْ ينسب اِلَيْهِ مِمَّنْ يُضِيْفُهُ لِغَيْرِهٖ وَيَنْفِيْهِ عَن نَفْسِهٖ.

قولُهُ عليه السلام: (فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الاحْسَانِ، قَالَ: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّکَ تَرَاهُ)، وَهٰذَا مَقَامُ الْمُشَاهَدَةِ لِاَنَّ مَنْ قَدَرَ اَنْ يُشَاهِدَ الملکَ اِسْتَحيٰ اَنْ يَلْتَفِتَ اِلى غَيْرِهٖ فِي الصَّلاةِ وَاَنْ يَشْغِلَ قَلْبَهُ بِغَيْرِهٖ وَمَقَامُ الاِحْسَانِ مَقَامُ الصِّدِّيقِينَ وَقَدْ تَقَدَّمَ فى الحديثِ الاَوَّلِ الاشَارَةُ اِلىٰ ذٰلکَ.

قولُهُ صلَّى الله عليه وسلَّم: (فَاِنَّهُ يَرَاکَ) غَافِلاً اِنْ غَفَلْتَ فِي الصلاةِ وَحَدَّثَتِ النَّفْسُ فِيْهَا.

قوله عليه السلام: (فَاَخْبِرْنِى عَنِ السَّاعَة، قَالَ: مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ) هذَا الجَوَابُ يُدَلُّ عَلى اَنّه صلَّى الله عليه وسلَّم كان لا يعلمُ متَى السَّاعَةُ؟ بَلْ عِلْمُ السَّاعَةِ مِمَّا اِسْتَاثَرَ اللّٰهُ تعالى بِهٖ، قال اللّٰهُ تعالى: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ [لقمان:٣٤]۔ وقَالَ تعالى: ﴿ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً﴾ [الاعراف:١٨٧]۔ وقال تعالى: ﴿وَمَا يُدْرِيکَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾. [الاحزاب:٦٣]

وَمَنْ اِدَّعٰى اَنَّ عُمَرَ الدُّنْيَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ سَنَة واَنَّهُ بَقِيَ مِنهَا ثَلاثَةٌ وَّسِتُّوْنَ اَلْفَ سَنَة فهو قولٌ بَاطِلٌ، حَكَاهُ الطُوْخِى فِي "اَسْبَابِ التَّنْزِيلِ" عَنْ بَعضِ المنَجِمِيْنَ واهلِ الْحِسَابِ، وَمِنْ اِدَّعٰى اَنَّ عُمَرَ الدُّنيا سَبْعَةُ آلافِ سَنَةً فَهٰذَا يَسُوْقُ عَلَى الْغَيْبِ وَلَا يُحِلُّ اِعْتِقَادُهُ.

قوله عليه السلام: (فَاَخْبِرْنِيْ عَنْ اَمارَاتِهَا، قَالَ: اَنْ تَلِدَ الامَةُ رَبَّتَهَا) اَلْاَمَارُ وَالْاَمَارَةُ بِاِثْبَاتِ التَّاءِ وَحَذْفِهَا لُغَتَانِ، وَرُوِیَ رَبَّهَا وَرَبَّتَهَا، قال الاَكْثَرُوْنَ هذا اِخْبَارٌ عَنْ كَثْرَةِ السَّرَارِی وَاَوْلَادِهِنَّ، فَاِنَّ ولدَها من سَيِّدِهَا بِمَنْزِلَةِ سيِّدِهَا لانَّ مَالَ الْاِنْسَانِ صَائِرٌ الى ولدِهٖ، وقِيْلَ مَعْنَاهُ الاِمَاءُ يَلِدْنَ الْمُلُوْکَ فتكونُ اُمُّهُ مِنْ جُمْلَةِ رَعِيَّتِهٖ، وَيَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ الْمَعْنَى: اَنَّ الشَّخصَ يَسْتَوْلِدُ الْجَارِيَةَ وَلَدًا وَيَبِيْعُهَا فَيَكْبُرُ الولدُ وَيَشْتَرِی اُمَّهُ، وهذا مِن اَشْرَاطِ السَّاعَةِ.

ترجمہ:

اور قدریہ نے (اہل حق کے مذہب کا انکار کرتے ہوئے) یہ گمان کیا کہ اللہ عزوجل نے ازل ہی سے اشیاء کو مقدر نہ کیا اور نہ ہی اللہ عزوجل کو ان اشیاء کا پہلے سے علم تھا، اشیاء تو حادث ہیں جن کے واقع ہونے کے بعد اللہ عزوجل کو علم ہوتا ہے اس طرح انہوں نے اللہ سبحانہ تعالیٰ جوان کے باطل اقوال سے بہت بلند و بالا ہے پر افتراء باندھا (نعوذ باللہ)۔

(اسی وجہ سے یعنی تقدیر کا انکار کرنے کی وجہ سے ان لوگوں کو قدریہ کہا جاتا ہے اور متکلمین کے نزدیک) یہ فرقہ ختم ہو گیا ہے البتہ زمان متاخرہ (بعد کے زمانوں) میں قدریہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے (جو تقدیر کے قائل تو ہیں مگر کہتے ہیں کہ خیر اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور شر غیر اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ اللہ عزوجل ان کے باطل قول سے بہت بلند و بالا ہے۔ ان کے بارے میں امام الانبیاء والرسل ﷺ سے صحیح حدیث ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں۔

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرقہ قدریہ کو مجوسی کا نام اس لیے دیا کہ قدریوں کا مذہب مجوسیوں کے مذہب کے مشابہ تھا۔ (۱۸) (لہٰذا ثنویہ کا یہ عقیدہ تھا کہ) انہوں نے گمان کیا کہ خیر فعل نور ہے اور شر فعل ظلمت ہے پس یہ لوگ ثنویہ ہو گئے اور اسی طرح قدریہ بھی ثنویہ کے قائل ہوئے اور خیر اللہ عزوجل کی طرف منسوب کرتے ہیں اور شر کو غیر اللہ کی طرف حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی خیر و شر کا خالق ہے۔

امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ نے ''الارشاد'' کتاب میں ارشاد فرمایا کہ بعض قدریہ کہتے تھے قدریہ ہم تو نہیں بلکہ قدریہ تو تم ہو کیونکہ تقدیر کے متعلق اخبار دینے (یعنی اثبات قدر) کا تمہارا عقیدہ ہے اور رد کیا گیا ان جہلاء پر کہ بے شک وہ تقدیر کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرتے ہیں اور جو شر کا دعویٰ کرتا ہے اپنے نفس کیلئے اور اپنے نفس ہی کی طرف منسوب کرتا ہے یہ زیادہ بہتر ہے اس سے کہ جو شر کو اپنے غیر کی طرف منسوب کرے اور اپنے سے نفی کرے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ''فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ ، قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ''۔

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان میں احسان کے دو مرتبے ذکر کیے گئے ہیں:

(۱) انسان کا اس طرح عبادت کرنا کہ گویا وہ رب تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔

(۲) انسان کا اس طرح عبادت کرنا کہ رب عزوجل اسے دیکھ رہا ہے۔

پہلا مرتبہ مقام مشاہدہ ہے کیونکہ جو اس پر قادر ہو کہ وہ اللہ عزوجل کو دیکھ رہا ہے تو وہ نماز میں غیر اللہ کی طرف التفات کرنے (اِدھر اُدھر توجہ کرنے) اور اپنے دل کو غیر اللہ کے ساتھ مشغول کرنے میں حیا کرتا ہے اور مقام احسان مقام صدیقین ہے اور پہلی حدیث میں اس کے متعلق اشارہ گزر گیا۔(۱۹)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "فَاِنَّهٗ يَرَاکَ"۔ اللہ عزوجل دیکھ رہا ہے تجھے۔(غافل) بشرطیکہ تو نماز میں غافل ہو (اور تیرا) نفس بھی نماز میں بھٹکے (تو یہ خیال کرو کہ اللہ عزوجل تمہیں دیکھ رہا ہے)۔

رسول اللہ ﷺ "فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَةِ ، قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ"۔(۲۰)

رسول اللہ ﷺ کا یہ جواب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ کو قیامت کا علم نہ تھا بلکہ قیامت کا علم تو ان امور میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کیا ہے۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا، "اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ"۔[لقمان:۳۴](۲۱)

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا، "ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً"۔ [الاعراف:۱۸۷](۲۲)

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا، "وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِیْبًا"۔ [الاحزاب:۶۳](۲۳)

البتہ اٹکل پچو سے دعویٰ کرنا درست نہیں لہٰذا جس نے دعویٰ کیا ہے کہ دنیا کی عمر ستر ہزار سال ہے اور تریسٹھ (63) سال باقی رہ گئی ہے یہ قول باطل ہے۔

اس کو علامہ طوخی رحمۃ اللہ علیہ نے اسباب التنزیل میں بعض نجومیوں اور اہل حساب سے حکایت (بیان) کیا ہے اور جس نے دعویٰ کیا ہے کہ دنیا کی سات ہزار سال عمر ہے یہ تو غیب پر مطلع ہونا ہے جس کا اعتقاد رکھنا حلال نہیں۔(۲۴)

رسول اللہ ﷺ نے کا فرمان، "فَاَخْبِرْنِیْ عَنْ اَمَارَاتِهَا ، قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا"۔

اَمَارٌ اور اَمَارَاۃٌ تاء کے بغیر اور تاء کے ساتھ (دونوں طرح پڑھا جاتا ہے اس میں) دو لغتیں ہیں (اور اس طرح) رَبَّهَا اور رَبَّتُهَا (یعنی رَبٌّ بغیر تاء کے اور رَبَّةٌ تاء کے ساتھ) روایت کیا جاتا ہے۔(۲۵)

اکثر شارحین حدیث (رحمہم اللہ) نے فرمایا کہ یہ (درحقیقت) لونڈیوں اور ان کی اولاد (غلاموں) کی کثرت کی خبر دینا ہے یعنی اس لونڈی کی آقا سے جو اولاد ہوگی وہ اس کے آقا کے قائم مقام ہوگئی کیونکہ باپ کے مال (تمام جائیداد) کی مالک اس کی اولاد ہی ہوتی ہے۔ اس کے یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ لونڈیاں بادشاہوں کو جنے گیں (یعنی اپنی اولاد کو جنم دیں گیں جو بڑے ہو

کر حکمرانی کریں گے) اوران کی ماں ان کی تمام رعایا میں ہی شمار ہوگی اور یہ فرمان اس معنی کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ آقا لونڈیوں سے اولاد حاصل کر کے انہیں فروخت کردے گا اور جب اولاد بڑی ہوگی تو اولاد اپنی ماں کو خریدے گی۔ (۲۶) اور یہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے۔

شرح:

(۱۸) تقدیر کے منکرین کو نبی ﷺ نے اس امت کا مجوسی فرمایا۔ وجہ شبہ یہ ہے کہ مجوس دو خالق کو مانتے ہیں، خالق خیر یزدان، خالق شر اہرمن۔ اور قدریہ یعنی تقدیر کے منکرین انسانوں کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں، انہوں نے دو ہی نہیں کروڑوں خالق مانے۔ (نزہۃ القاری شرح بخاری کتاب الایمان ص ۳۷۴)

(۱۹) اشارہ: جب عمل کے ساتھ نیت متصل ہو تو اس کیلئے تین احوال ہیں ان تین احوال اور علامہ مرزبانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں۔

فائدہ: احسان باب افعال کا مصدر ہے اس کا مادہ حَسَنٌ ہے جب اس کا مفعول بغیر حرف جر کے آتا ہے تو اس کے معنی اچھا کرنے کے آتے ہیں اور جب (حرف جر) الـی کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی کو نفع پہنچانے کے، یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ عبادت کے اندر احسان کیا ہے، اسے یوں فرمایا "اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ"

اللہ عزوجل کی یوں عبادت کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اس تقدیر کا مطلب یہ ہوگا کہ تم عبادت میں یہ تصور رکھو گویا کہ اللہ عزوجل کو تم دیکھ رہے ہو کیونکہ تم اسے نہیں دیکھتے اور نہ دیکھ سکتے ہو مگر وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اسی کو دوسری حدیث میں یوں فرمایا،

"اُعْبُدْ رَبَّكَ فِيْ جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ كَعِبَادَتِكَ فِيْ حَالِ الْعِيَانِ"۔

ہر حالت میں اپنے رب عزوجل کی یوں عبادت کرو جیسے حالت مشاہدہ میں کرتے ہو۔

اس تقدیر پر احسان کا صرف ایک ہی درجہ ہوا وہ یہ کہ اللہ عزوجل کی عبادت یوں کریں گویا ہم اسے دیکھ رہے ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی اس طرح عبادت کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ نہ ہو سکے تو یوں عبادت کرو گویا تم کو وہ دیکھ رہا ہے۔

اب احسان کے دو درجے ہوئے، ایک یہ کہ عبادت کے وقت یہ خیال جما رہے کہ اللہ عزوجل کو ہم دیکھ رہے ہیں اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ خیال جما رہے کہ وہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔ (نزہۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب الایمان ص ۳۷۴)

(۲۰) حضور ﷺ کے فرمان سے نبی کریم ﷺ کے علم غیب کی نفی نہیں ہوتی بلکہ اس سے اثبات علم غیب ہوتا، حضور

ﷺ نے ثبوت علم غیب کی نفی نہیں کی، مثلاً کسی شے کا حرام ہونا شریعت نے نہ بتایا اب شریعت کا اس شے کے حرام ہونے کا نہ کہنا حلال ہونے کی دلیل ہے اسی طرح نبی غیب دان ﷺ کا اپنے سے علم غیب کی نفی نہ کرنا علم غیب جاننے کی دلیل ہے۔

اگر نبی غیب دان ﷺ ثبوت علم غیب کی نفی کرتے یعنی علم غیب نہ جانتے ہوتے تو آپ ﷺ مَا الْمَسْئُوْلُ بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ کے بجائے لَا اَعْلَمُهَا یا لَا عِلْمَ لِیْ بِهَا فرماتے نیز امام الانبیا ﷺ کے علم قیامت کے متعلق جو اہمیت کی نفی فرمائی وہ نفس علم قیامت کے متعلق فرمائی جمیع علم قیامت کے متعلق نہ فرمائی۔

مطلب گویا کہ یہ ہوا کہ اے جبرئیل علیہ السلام نفس قیامت کے بارے میں تم بھی جانتے ہو میں بھی (مگر قیامت کی تفصیل میں تم میرے برابر نہیں) لہٰذا وقوع قیامت کب ہوگی یہ راز ہے اسے راز ہی رہنے دو کہ قیامت کے وقوع میں خدا تعالیٰ کی مشیت یہ ہے کہ اچانک آئے اگر میں نے اس راز کو بالکل ظاہر کر دیا تو وقوع قیامت اچانک واقع ہونا نہ رہے گا اور ارادہ الٰہی عزوجل کے خلاف ہوگا۔

بلا تشبیہ بلا تمثیل اپنی بات کو واضح کرنے کیلئے اس بات کو مثال سے عرض کرتا ہوں:

مثلاً محمد عکاشہ جانتا ہے کہ جب سورج غروب ہو جاتا ہے اندھیرا چھا جاتا ہے لوگ کام کاج بند کر دیتے ہیں، تمام ادارے بند ہو جاتے ہیں، لوگ آرام کرتے ہیں، تو اب کیا محمد عکاشہ کے بارے میں یوں کہنا درست ہوگا کہ محمد عکاشہ کو رات کی علامتوں کا تو علم ہے مگر رات کا علم نہیں (کہ رات کسے کہتے ہیں)؟ اسی طرح محمد عکاشہ جانتا ہے کہ جب رات ختم ہوتی ہے سورج نکلتا ہے، دن روشن ہوتا ہے، ادارے کھلتے ہیں، لوگ کام کاج کرتے ہیں، تو کیا محمد عکاشہ کے بارے میں یوں کہنا درست ہوگا کہ محمد عکاشہ کو دن کی علامتوں کا تو علم ہے مگر دن کا نہیں (کہ دن کسے کہتے ہیں)؟ یقیناً ہر ادنیٰ سی عقل والا جانتا ہے کہ ایسا کہنا درست نہیں۔ وعلیٰ ھذا القیاس۔

اسی طرح یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی غیب دان ﷺ کو علم قیامت نہ ہو مگر علامات کا صرف علم ہو؟ بدیہی بات ہے کہ جسے کسی چیز کی علامتوں کا علم ہوتا ہے تو اسے اس چیز کا علم بھی ہوتا ہے۔

اگر حضور ﷺ کو علم قیامت نہ ہوتا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ سے قیامت کی نشانیوں کے بارے میں سوال نہ کرتے کیونکہ جس چیز کا کسی کو علم نہیں ہوتا تو وہ اس کی علامات کہاں سے بتائے؟ لہٰذا حضور ﷺ کو قیامت اور قیامت کی علامتوں کا علم ہے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے جس دن قیامت ہوگی وہ دن بھی بتا دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا یَوْمَ الْجُمُعَةِ" قیامت قائم نہیں ہوگی مگر جمعہ کے دن۔

(مشکوۃ المصابیح باب الجمعۃ ص ۱۱۹)

یہ کیسے ممکن ہے آپ ﷺ کو قیامت کے واقع ہونے کا دن تو معلوم ہو مگر قیامت کا علم نہ ہو کہ یہ کیا چیز ہے؟

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

بے شک دنیا اور آخرت آپ ﷺ ہی کے کرم و فضل سے ہے اور آپ ﷺ کے علوم کا بعض (کچھ تھوڑا سا) حصہ لوح و قلم کا علم ہے۔ (قصیدہ بردہ شریف)

سبحان اللہ عزوجل! جس نبی ﷺ کے جمیع علوم میں سے بعض لوح و قلم کا علم ہو تو اس کے جمیع علوم کا کیا عالم ہوگا۔

حضرت علامہ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ اس شعر کے تحت شرح قصیدہ بردہ شریف میں لکھتے ہیں:

"فَاِنْ قِیْلَ اِذَا کَانَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ بَعْضَ عُلُوْمِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامِ فَمَا الْبَعْضُ الْاٰخَرُ اُجِیْبَ بِاَنَّ الْبَعْضَ الْبَعْضُ الْاٰخَرُ ھُوَ مَا اَخْبَرَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ اَحْوَالِ الْاٰخِرَۃِ لِاَنَّ الْقَلَمَ اِنَّمَا کَتَبَ فِی اللَّوْحِ مَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ"۔ (شرح قصیدہ، جاء الحق باب علم الغیب ص ۸۳)

پس اگر اعتراض کیا جائے کہ جب لوح و قلم کا علم آپ ﷺ کے علوم کا بعض ہے تو دوسرے بعض علوم کون سے ہیں تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ وہ بعض آخرت کے حالات کا علم ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خبر دی کیونکہ قلم نے لوح میں وہ ہی لکھا جو قیامت تک ہونے والا ہے۔

رہا سورۃ لقمان کی آخری آیت کا سلسلہ کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا

"اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ"۔ [لقمان آیت ۳۴]

ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔

اس آیت مقدسہ سے مراد ذاتی طور پر جاننے کی نفی ہے یعنی علم غیب ذاتی کی نفی ہے عطائی کی نہیں۔

مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نقل فرماتے ہیں

"اَلْمُرَادُ لَا یَعْلَمُ بِدُوْنِ تَعْلِیْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی"۔ (جاء الحق ص ۱۲۳)

مراد یہ ہے کہ ان پانچوں باتوں کو بغیر اللہ عزوجل کے بتائے کوئی نہیں جانتا۔

"وَلَکَ اَنْ تَقُوْلَ اِنَّ عِلْمَ ھٰذِہِ الْخَمْسَۃِ وَاَنْ لَا یَعْلَمُھَا اَحَدٌ اِلَّا اللّٰہُ لٰکِنْ یَجُوْزُ اَنْ یُعَلِّمَھَا مَنْ یَشَاءُ

مِنْ مُحِبِّیْہِ وَاَوْلِیَاءِ ہٖ بِقَرِیْنَۃِ قَوْلِہٖ تعالی اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ بِمَعْنَی الْمُخْبِرِ "۔ (تفسیرات احمدیہ حصہ دوم ص ۶۷۸)
بے شک ان پانچ باتوں کے علم کے متعلق تم کہہ سکتے ہو کہ اگرچہ ان باتوں کو خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن یہ بات جائز (ممکن) ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے ولیوں، محبوبوں میں سے جس کو چاہے سکھائے اس قول کے قرینہ سے کہ اللہ عزوجل جاننے والا بتانے والا ہے، خبیر بمعنی مخبر ہے۔

(۲۱) ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم۔

(۲۲) ترجمہ کنزالایمان: بھاری پڑ رہی ہے آسمانوں اور زمین تم پر نہ آئے گی مگر اچانک۔
یعنی ارادہ الٰہی عزوجل یہ ہے کہ قیامت اچانک آئے اگر میں اس وقت بتادوں تو اچانک نہ رہے گی لہٰذا اس کی خبر دینا ارادہ الٰہی کے خلاف ہے اس میں خبر دینے کی نفی ہے۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قیامت تم پر اچانک آئے گی نہ کہ مجھ پر مجھے تو خبر ہے اور خطاب نوع انسان سے ہے۔ (تفسیر نورالعرفان)

(۲۳) ترجمہ کنزالایمان: اور تم کیا جانو شاید قیامت پاس ہی ہو۔
یعنی قیامت بہت ہی قریب ہے پوچھو مت تیاری کرو حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو قیامت کی خبر دی مگر اس کے اعلان سے منع فرمایا۔ (تفسیر نورالعرفان)

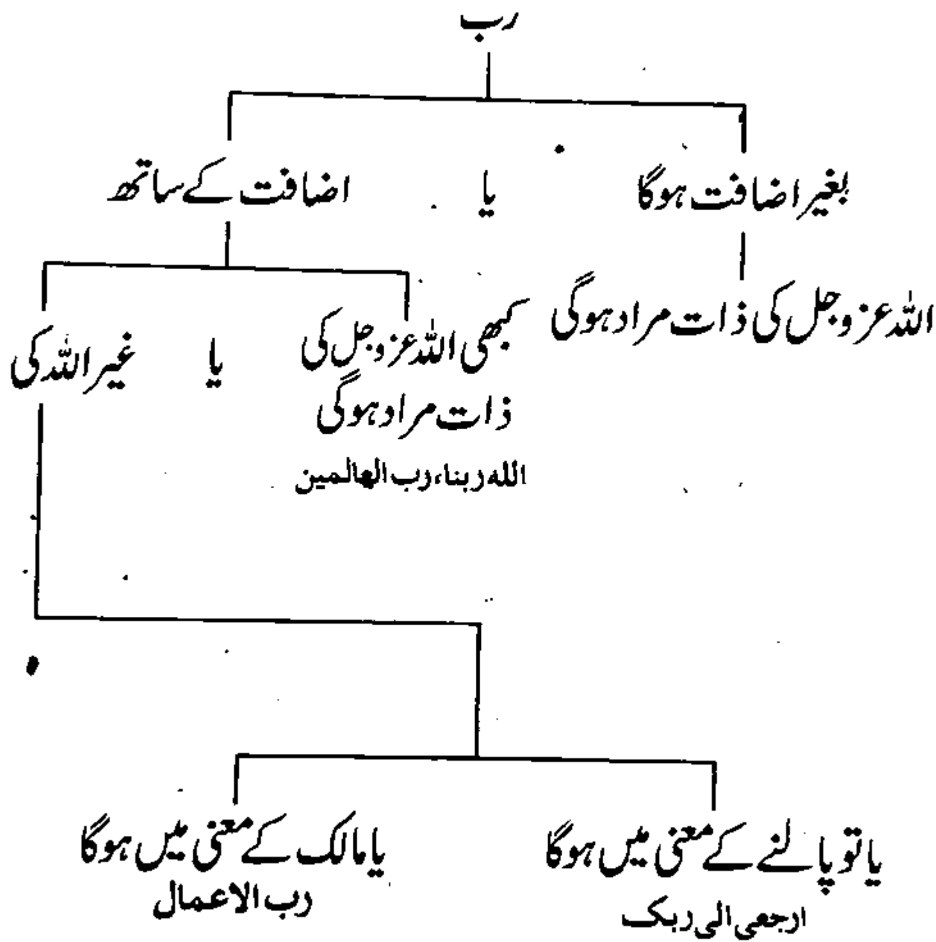
شان نزول: مشرکین تو مذاق کی نیت سے اور یہود امتحان کیلئے حضور ﷺ سے پوچھا کرتے تھے کہ قیامت کس دن کس تاریخ کس سال واقع ہوگی ان سب باتوں کی تردید میں آیت کریمہ اتری۔ یہود کا مقصد تھا کہ اگر قیامت کی خبر حضور ﷺ دے دیں تو ہم کہیں گے آپ ﷺ سچے رسول نہیں کیونکہ توریت میں قیامت کو مخفی رکھا گیا اور نبی کی علامت یہ بتائی گی کہ وہ روح قیامت اور اصحاب کہف کی تعداد لوگوں کو نہ بتائیں اور اگر نہ بتائیں تو ہم کہیں یہ کیسے رسول ہیں جو قیامت کو نہیں جانتے۔

(۲۴) علم غیب عام آدمی کیلئے ہرگز ثابت نہیں اور اس کے بارے میں اعتقاد رکھنا ممنوع ہے کیونکہ علم غیب اللہ عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو چاہے تو عطا کرتا ہے عام کو نہیں۔

(۲۵) ربتھا میں لفظ "رب" "تا" کے ساتھ "ربۃ" بھی استعمال ہوتا ہے اور بغیر تا کے بھی "رب" استعمال ہوتا ہے۔ رب مذکر ہے جس کا معنی ہے پرورش کرنے والا، ربۃ مونث ہے جس کا معنی ہے پرورش کرنے والی، بہرحال لفظ رب جب بغیر اضافت کے استعمال ہو تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے جبکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے "قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا" ترجمہ کنزالایمان: اور عرض کر اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر (بنی اسرائیل ۲۴) اور جب اضافت کے ساتھ ہو تو (بنی اسرائیل ۲۴) کبھی

اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہوتی ہے۔قرآن میں "قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا "اور کبھی غیر اللہ یعنی پالنے والا مراد ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا "(بنی اسرائیل ۲۴) ترجمہ کنزالایمان: جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن (بچپن) میں پالا۔" اِرْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ "(یوسف ۵۰) ترجمہ کنزالایمان: اپنے رب (بادشاہ) کے پاس پلٹ جا اور کبھی مالک کے معنی میں آتا ہے جیسے رَبُّ الْمَالِ (مال کا مالک)۔

لفظ "رب" کے استعمال کا نقشہ



(۲۶) اسی طرح اولاد اپنی ماں پر حکم مسلط کرے گی، ماں اور اولاد کا تعلق ایسا ہوگا جیسا حاکم و رعایا کا ہوتا ہے گویا ماں یہ سمجھے گی کہ میں نے اپنے بچے کو نہیں جنا بلکہ اپنے آقا کو جنا ہے۔

سبحان اللہ نبی غیب دان ﷺ نے چودہ سو سال پہلے اس بات کی خبر دی جو کہ علم غیب کی خبر ہے۔

قوله صلى الله عليه وسلم: (وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ) اِذِ الْعَالَةُ هُمُ الْفُقَرَاءُ، والعائِلُ الفقيرُ، والعَيْلَةُ الفَقْرُ، وعَالَ الرجلُ يعيلُ عيلةً اى: اِفْتَقَرَ. والرِعَاءُ بِكَسْرِ الرَّاءِ وبالمَدِّ ويُقَالُ فِيْهِ: رُعَاةٌ بِضَمِّ الرَّاءِ وَزِيَادَةِ تَاءٍ بلا مَدٍّ معناه اَنَّ اَهْلَ الْبَادِيَةِ وَاَشْبَاهَهُمْ مِنْ اَهْلِ الْحَاجَةِ وَالْفَاقَةِ يَتَرَقَّوْنَ

فِی الْبُنْیَانِ وَالدُّنْیَا تَبَسَّطُ لَهُمْ حَتّٰی یَتَبَاهَوْا فِی الْبُنْیَانِ.

قولہ: (فَلَبِثَ مَلِیًّا) هو بِفَتْحِ الفَاءِ علی انّه للغائبِ، وقیل فلَبِثْتُ بزیادةِ تَاءِ المتکلِّمِ وَکِلَاهُمَا صَحِیْحٌ. وَمَلِیًّا بِتَشْدِیْدِ الیَاءِ مَعْنَاهُ وَقْتًا طَوِیْلاً. وفی روایةِ "ابی دَاوٗدَ" و "التِّرمِذِیّ" اَنَّهُ قَالَ بَعْدَ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ. و فی "شرحِ التَّنْبِیْهِ" لِلْبَغَوِیِّ اِنَّهُ قَال: بعدَ ثَلَاثٍ فَاَکْثَرَ، وَظَاهِرُ هٰذَا انّه بعد ثلاثِ لِیالٍ. وفی ظاهرِ هذَا مخالِفَةٌ لِقولِ ابی هُرَیْرَةِ فی حدیثِه، ثم اَدْبَرَ الرَّجُلُ فقالَ رسولُ اللّٰهِ صلّی اللّٰه علیه وسلّم: (رُدُّوا علیَّ الرجلَ) فاخذُوْا یَرُدُّوْنَهُ فلم یَرَوْا شیئًا فقال صلّی اللّٰه علیه وسلّم: (هٰذَا جِبْرِیْلُ) فَیُمْکِنُ الْجَمْعُ بینَهُمَا بِاَنَّ عُمَرَ رضی اللّٰه عنه لَمْ یحضُرْ قَوْلَ النَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه وسلّم فی الْحَالِ، بَلْ کَانَ قَدْ قَامَ مِنَ المجلِسِ فاَخْبَرَ النَّبِیُّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم الْحَاضِرِیْنَ فِی الْحَالِ، وَاَخْبَرَ عُمَرَ بعد ثلاثِ اذ لم یکُنْ حَاضِراً عند اِخْبَارِ البَاقِیْنَ.

وقولُه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: (هٰذَا جِبْرِیْلُ اَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ)، فِیْهِ دَلِیْلٌ عَلی اَنَّ الایْمَانَ، وَالاسْلامَ، وَالاحْسَانَ، تُسَمّٰی کلُّهَا دِیْنًا، وفی الحدیثِ دَلِیْلٌ علی اَنَّ الایْمَانَ بِالقَدَرِ وَاجِبٌ، وَعَلی تَرْکِ الْخَوْضِ فِی الْاُمُوْرِ، وَعَلی وُجُوْبِ الرِّضَا بالقَضَاءِ. دَخَلَ رَجُلٌ علی ابْنِ حَنْبَلٍ رحمه اللّٰه تعالی. فَقَالَ: عِظْنِیْ، فقال لَهُ: اِنْ کَانَ اللّٰهُ تعالی قَدْ تَکَفَّلَ بِالرِّزْقِ فَاهْتِمَامُکَ لِمَاذَا؟ وَاِنْ کَان الْخَلَفُ علی اللّٰهِ حَقاً فَالْبُخْلُ لِمَاذَا؟ وَاِنْ کَانَتِ الْجَنَّةُ حَقًّا فَالرَّاحَةَ لِمَاذَا؟ وَاِنْ کَانَتِ النَّارُ حَقًّا فَالْمَعْصِیَةُ لِمَاذَا؟ وَاِنْ کَانَ سُوَالُ مُنْکَرٍ وَ نَکِیْرٍ حَقًّا فالاُنْسُ لِمَاذَا؟ وان کَانَتِ الدُّنْیَا فَانِیَةٌ فالطَمانِینةُ لِمَاذَا؟ وان کان الحِسَابُ حقًا فالجَمْعُ لِمَاذَا؟ وانْ کَان کُلُّ شَیْءٍ بِقَضَاءٍ وَقَدَرٍ فَالْخَوْفُ لِمَاذَا؟

فَائِدَةٌ: ذَکَرَ صَاحِبُ "مَقَامَاتِ الْعُلَمَاءِ" اَنَّ الدُّنْیا کلَّهَا مَقسومةٌ علی خَمْسَةٍ وَّ عِشْرِیْنَ قِسْمًا: خَمْسَةٌ بِالْقَضَاءِ، وَالْقَدَرِ، وَخَمْسَةٌ بِالْاِجْتِهَادِ، وخمسةٌ بِالْعَادَةِ، وخَمْسَةٌ بالجَوْهَرِ، وخَمْسَةٌ بِالوِرَاثَةِ. فامّا الخَمْسَةُ الَّتِیْ بالقَضَاءِ والقَدَرِ: فالرِّزْقُ، وَالْوَلَدُ، وَالاَهْلُ، وَالسُّلْطَانُ، وَالْعُمْرُ. وَالْخَمْسَةُ الَّتِیْ بِالْاِجْتِهَادِ: فَالْجَنَّةُ، وَالنَّارُ، وَالعِفَّةُ، وَالفُرُوْسِیَّةُ، والکِتَابَةُ. والخمسةُ الَّتِیْ بِالْعَادَةِ: فَالْاَکْلُ، وَالنَّوْمُ، وَالْمَشْیُ، وَالنِّکَاحُ، وَالتَّغَوُّطُ. وَالْخَمْسَةُ الَّتِیْ بِالْجَوْهَرِ: فَالزُّهْدُ، وَالذَّکَاءُ، وَالْبَذْلُ، وَالْجَمَالُ، وَالْهَیْبَةُ. وَالْخَمْسَةُ الَّتِیْ بِالْوِرَاثَةِ: فَالْخَیْرُ، وَالتَّوَاضُلُ، وَالسَّخَاءُ، وَالصِّدْقُ، وَالْاَمَانَةُ. وَهٰذَا کُلُّهُ لَا یُنَافِیْ قَوْلَهُ صلّی اللّٰه علیه وسلّم: (کُلُّ شَیْءٍ بِقَضَاءٍ وَقَدَرٍ) وَاِنَّمَا مَعْنَاهُ: اَنَّ بَعْضَ هٰذِهِ الْاَشْیَاءِ یَکُوْنُ مُرَتَّبًا عَلی سَبَبٍ، وَبَعْضَهَا یَکُوْنُ بِغَیْرِ

مَسَبِ، وَالْجَمِيْعُ بِقَضَاءٍ وَقَدَرٍ.

ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان: ''وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِى الْبُنْيَانِ''۔

عَالَةٌ کا معنی فقراء، عَائِلٌ کا معنی فقیر اور عَيْلَةٌ فقر کو کہتے ہیں۔ (جیسے کہا جاتا ہے) عَالَ الرَّجُلُ يَعِيْلُ عَيْلَةً۔(۲۷)

اور رِعَاءٌ راء کے کسرہ اور مد (الف ممدودہ) کے ساتھ (پڑھا جاتا ہے اسی راء کے ضمہ اور تاء کی زیادتی) کے ساتھ رُعَاةٌ (بھی پڑھا جاتا ہے) (۲۸)۔ لہٰذا اس فرمان کا معنی یہ ہوگا کہ (قرب قیامت میں) فقر و فاقہ والے دیہاتیوں پر زمین کشادہ کر دی جائے گی جس کی وجہ سے وہ بڑی بڑی عمارتوں میں باہم ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان، ''فَلَبِثْتُ مَلِيًّا''۔

لَبِثَ فَاء کے فتحہ کے ساتھ (صیغہ واحد مذکر) غائب کیلئے ہے اور فَلَبِثْتُ فَاء کی زیادتی کے ساتھ (صیغہ واحد مذکر) متکلم کیلئے ہوگا۔ بہر حال دونوں صیغے ہی درست ہیں۔

اور مَلِيًّا یاء کی تشدید کے ساتھ ہے جس کا معنی ہے طویل وقت (یعنی زیادہ عرصہ) امام ابوداؤد اور امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہما کی روایت میں بَعْدَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ (تین دن کے بعد) جبکہ امام بغوی رحمتہ اللہ علیہ کی شرح السنہ میں بَعْدَ ثَلَاثٍ فَاَكْثَرَ کے الفاظ ہیں (لہٰذا ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام الانبیاء ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تین دن یا زیادہ کے بعد ارشاد فرمایا تھا کہ یہ حضرت جبریل علیہ السلام تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے) مگر ظاہر میں یہ روایات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت کے خلاف ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:

پھر جب وہ شخص چلا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس شخص کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان اسے لوٹانے (بلانے) شروع ہوئے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نہ پایا تو امام الانبیاء غیب دان نبی ﷺ نے فرمایا یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔

لہٰذا (۲۹) ان دونوں کے درمیان تطبیق ممکن ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (هٰذَا جِبْرِيْلُ) اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر نہ تھے بلکہ مجلس سے تشریف لے جا چکے تھے تو حضور ﷺ نے اس وقت موجود صحابہ کرام علیہم الرضوان کو خبر دی پھر تین دن بعد جب دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان حاضر نہ تھے تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان (هٰذَا جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ) خلاصہ حدیث یہ ہوا کہ اس فرمان عالیشان میں اس بات پر دلیل ہے کہ ایمان، اسلام، احسان (تینوں مترادف المعنی مستعمل ہوتے ہیں) تینوں کا نام دین ہے۔ تقدیر پر ایمان لانا، تقدیری امور میں غور وخوض (جھگڑا) نہ کرنا رب عزوجل کے حکم (فیصلہ) پر راضی رہنا واجب ہے۔ (۳۰)

ایک مرتبہ ایک مرد حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے نصیحت فرمایئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

یعنی درج ذیل مدنی پھول ارشاد فرمائے:

(۱): اگر اللہ عزوجل تیرے رزق کا ذمہ دار ہے تو تیرا اہتمام کرنا کیوں؟

(۲): اگر ایک کے بعد دوسرے کو خلیفہ (جانشین) بنانا اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے تو بخل کیوں؟

(۳): اگر جنت برحق ہے تو راحت کیوں؟

(۴): اگر دوزخ برحق ہے تو معصیت (گناہ) کیوں؟

(۵): اگر منکر نکیر کا سوال کرنا برحق ہے تو اُنس کیوں؟

(۶): اگر دنیا فنا ہونے والی ہے تو اطمینان وسکون کیوں؟

(۷): اگر حساب وکتاب برحق ہے تو جمع کرنا کیوں؟

(۸): اگر ہر شی ءقضاء وقدر سے ہے تو خوف کیوں؟ (۳۱)

فائدہ: صاحب مقامات العلماء نے نقل کیا ہے کہ ساری دنیا کو پچیس قسموں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ (۳۲)

(۱): پانچ قسمیں قضاء وقدر کے ساتھ ہیں۔ (۲): پانچ قسمیں اجتہاد کے ساتھ ہیں۔

(۳): پانچ قسمیں عادت کے ساتھ ہیں۔ (۴): پانچ قسمیں جوہر کے ساتھ ہیں۔

(۵): پانچ قسمیں وراثت کے ساتھ ہیں۔

بہر حال وہ پانچ قسمیں جو قضاء وقدر کے ساتھ ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) رزق۔ (۲) اولاد۔ (۳) اہل (بیوی)۔ (۴) سلطان (بادشاہ سلطنت)۔ (۵) عمر۔

وہ پانچ قسمیں جو اجتہاد کے ساتھ ہیں

(۱) جنت۔ (۲) دوزخ۔ (۳) عفت (پاکدامنی)۔ (۴) شہسواری۔ (۵) کتابت (تحریر، یادداشت)۔

وہ پانچ قسمیں جو عادت کے ساتھ ہیں

(۱) کھانا۔ (۲) سونا۔ (۳) چلنا۔ (۴) نکاح کرنا۔ (۵) بول و براز کرنا۔

وہ پانچ قسمیں جو جوہر کے ساتھ ہیں

(۱) زہد۔ (۲) ذکاوت (ذہانت)۔ (۳) بذل (سخاوت)۔ (۴) جمال۔ (۵) ہیبت۔

وہ پانچ قسمیں جو وراثت کے ساتھ ہیں

(۱) خیر۔ (۲) ایک دوسرے سے تعلق رکھنا۔ (۳) سخاوت (سخی ہونا)۔ (۴) صدق۔ (۵) امانت۔

یہ تمام اقسام امام الانبیا ﷺ کے قول (كُلُّ شَيْءٍ بِقَضَاءٍ وَقَدَرٍ) (ہر شے قضاء وقدر کے ساتھ ہے) کے خلاف نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا معنی محض یہ ہے کہ بعض اشیاء سبب پر مرتب ہوتی ہیں اور بعض بغیر سبب کے مرتب ہوتی ہیں (بہر حال) تمام کی تمام قضاء وقدر کے ساتھ (واقع ہوتی) ہیں۔

شرح:

(۲۷) فلاں آدمی تنگ دست و فقیر ہو گیا۔ یہ عرب والوں کا محاورہ ہے۔

(۲۸) رعاء جمع ہے راعی جس طرح راعی کی جمع رعاء آتی ہے اسی طرح رعاۃ بھی آتی ہے تو یہاں راعی کی جمع بتائی گئی ہے دونوں کے معنی چرواہے کے ہیں۔

(۲۹) ان میں موافقت اس طرح کی جاتی ہے۔

(۳۰) تقدیر میں بلا وجہ بحث کرنا ممنوع ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ تعالی عنہا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ تَكَلَّمَ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْقَدَرِ سُئِلَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَّمْ يَتَكَلَّمْ فِيْهِ لَمْ يُسْئَلْ عَنْهُ"، رواہ ابن ماجۃ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسئلہ تقدیر میں بحث کرے گا اس سے قیامت کے دن اس کے بارے میں باز پرس ہو گی اور جو اس میں بحث نہیں کرے گا تو اس سے اس کے بارے میں باز پرس بھی نہ ہو گی۔

(۳۱) یعنی نفس کے دھوکے میں مت آؤ کہ جس قدر لوگوں سے میل جول ہوگا اتنا ہی آدمی غفلت کا شکار ہوتا ہے۔

امام ھُمَام حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی علیہ رحمۃ الوالی "منہاج العابدین" میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں، دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں اکثر اوقات میں عبادت میں مشغولیت ومصروفیت سے (لوگوں سے دور رہنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے) کیونکہ اصل مصروفیت یہی ہے اور لوگوں سے بے ضرورت میل جول اور انسیت افلاس کی علامت ہے۔ جب تمہارا نفس بلا ضرورت و بلا حاجت لوگوں سے ملاقات ان کی زیارت اور ان سے میل جول کا شائق ہو تو سمجھ لو کہ تم فضول پن، دین سے اعراض اور نفس کے دھوکے میں مبتلا ہو گئے ہو۔

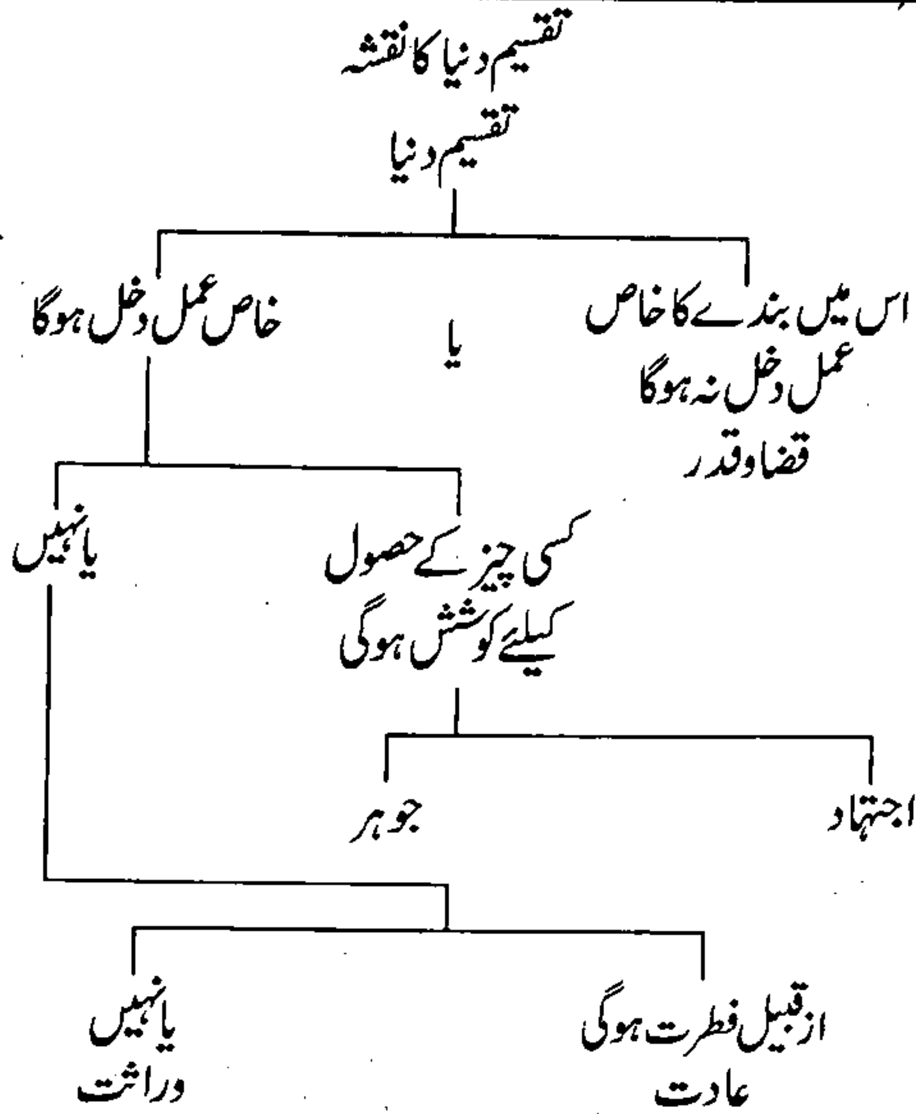
ایک عربی شاعر نے بہت خوب کہا ہے:

اِنَّ الْفَارِغَ اِلٰی سَلَامِکَ قَادَنِیْ وَلُرُبَّمَا عَمِلَ الْفَضُوْلَ فَارِغٗ

نیکیوں سے فراغت کی بنا پر میں تم سے سلام علیکم کرنے آ گیا ہوں۔

واقعی بیکار آدمی بہت سے فضول کام کر بیٹھتا ہے۔ (منہاج العابدین ص ۴۷ مکتبۃ المدینہ)

(۳۲) یعنی دنیا میں رہنے والے انسانوں کو ان پچیس قسموں سے واسطہ پڑتا ہے۔



☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

اَلْاِنْقِیَادُ: پیروی کرنا۔ غَایَرَ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی مثبت معروف از باب مفاعلہ۔ اِدَّعَوْا: صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی مثبت معروف از باب افتعال اصل میں اِدْتَعَوْا تھا، تائے افتعال کو دال سے بدل کر دال میں ادغام کیا گیا، انہوں نے دعویٰ کیا۔ السنۃ: زبانیں لِسَانٌ کی جمع ہیں۔ لَمْ تُوَاطِ: صیغہ واحد مونث غائب فعل مضارع نفی جحد بلم جازمہ موافق نہ ہوئی۔ مُتَّصِلٌ: صیغہ واحد مذکر اسم فاعل از باب افتعال اصل میں مُتْتَصِلٌ تھا، تاء کا تا میں ادغام کیا گیا۔ اَلْقِدَمُ: اولیت، سبقت۔ اَمْکِنَۃٌ: جگہیں، مَکَانٌ کی جمع قلت۔ اَلتَّقَادِیْرُ: تقدیر الٰہی عزوجل، تَقْدِیْر کی جمع ہے۔ اَلْعِنَایَۃُ: مہربانی، اہتمام۔ اَللَّوَاحِقُ: آنے والے۔ لَاحِقٌ کی جمع۔ اَلسَّوَابِقُ: سَابِقٌ کی جمع، اولیت (پہلے والے)۔ فَامْحُنِیْ: صیغہ واحد مذکر امر حاضر معروف از باب نصر ینصر "تو مٹا دے"۔ اَلْمَوَاقِیْتُ: مِیْقَاتٌ کی جمع، وقت، جگہ

جو کسی کام کیلئے مقرر ہو، ٹائم ٹیبل، جمع منتہی الجموع۔

اَنْ یَّصِلَ: شروع میں اَنْ ناصبہ ہے صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع مثبت معروف از باب فتح یفتح "ملنا"۔

مُسْتَانِفَةٌ: وہ کام جسے پہلے کسی نے نہ کیا ہو، اسم فاعل مونث۔ لِمُضَاهَاةٍ: شروع میں لام حرف جارہ ہے "مشابہت"

یُضِیْفُوْنَ: صیغہ جمع مذکر غائب فعل مضارع مثبت معروف از باب افعال۔ حَدَّثَتِ النَّفْسُ: نفس بھٹکا۔ اِسْتَاثَرَ

"اس نے چھپایا"۔ اِدَّعٰی: اس نے دعوی کیا اصل میں اِذْتَقٰی تھا تائے افتعال کو تاء سے بدل کر تاء کا تاء میں ادغام کیا۔

حَکَّاهُ: اس نے اسے بیان کیا۔ فعل ماضی ہٗ ضمیر منصوب ہے۔ المنجمین: ستاروں کو دیکھنے والے اسم فاعل۔ یَسُوْفُ:

فعل مضارع مثبت معروف راز کی بات کہنا۔ اَلسَّرَارِی: وہ لونڈیاں جنہیں ہم خوابی کیلئے مخصوص کرلیا جائے۔

لَیَال: راتیں، لَیْلَةٌ کی جمع۔ اَدْبَرَ: فعل ماضی مثبت معروف پیٹھ پھیری اس ایک مرد نے۔ فَاَخَذُوْا: پس وہ سب

شروع ہوئے۔ افعال شروع سے ہے۔

عِظْنِیْ: فعل امر حاضر معروف آخر میں نی ضمیر مفعول ہے، مجھے نصیحت کیجئے۔ تَکَفَّلَ: فعل ماضی مثبت معروف رزق

کا ذمہ دار ہوا وہ ایک مرد۔

اَلْخَلْفُ: بدلہ دینا۔ اَلْعِفَّةُ: پاکدامنی۔ اَلْفُرُوْسِیَّةُ: شہسواری۔ اَلْکِتَابَةُ: تحریر، یادداشت۔ اَلتَّغَوُّطُ: بول و براز کرنا۔

جُلُوْسٌ: بیٹھے ہوئے، جَالِسٌ کی جمع۔ ایضاً اضَ فعل ماضی کا مفعول مطلق ہے۔ شَدِیْدٌ: زیادہ۔ بَیَاضٌ:

سفید۔ سَوَادٌ: کالا۔ اَثَرُ السَّفَرِ: سفر کا اثر، سفر کی علامت، حالت، مرکب اضافی۔ رُکْبَتَیْهِ: اس کے دو گھٹنے، مرکب

اضافی ہے اصل میں رُکْبَتَیْنِهٖ تھا، نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے گر گیا۔ اسی طرح کَفَّیْهِ اور فَخِذَیْهِ۔ فَاَخْبِرْنِیْ: اَخْبِرْنِیْ، صیغہ

واحد، فعل امر حاضر مثبت معروف از باب افعال جس کے آخر میں نی ضمیر منصوب متصل ہے۔ کُتُبٌ: کتابیں، کِتَابٌ کی جمع ہے۔

رُسُلٌ: رسولوں، رَسُوْلٌ کی جمع۔ بِاَعْلَمَ: با حرف جار۔ اَعْلَمُ: اسم تفضیل، زیادہ جاننے والا۔ اَمَارَاةٌ: علامات، اَمَارَةٌ کی جمع

ہے۔ رَبَّةٌ: آقا۔ اَلْحُفَاةُ: ننگے پاؤں والے، حافٍ کی جمع ہے۔

اَلْعُرَاةُ: ننگے جسم والے، عَارٍ کی جمع ہے۔ اَلْعَالَةُ: بھوکے، غریب محتاج، عَائِلٌ کی جمع ہے۔ رُعَاةٌ: چرواہے، رَاعٍ

کی جمع ہے۔ اَلشَّاءُ: بکریاں، شَاةٌ کی جمع ہے۔ یَتَطَاوَلُوْنَ: صیغہ جمع مذکر غائب۔ فعل مضارع مثبت معروف از باب تفاعل

"وہ باہم فخر کرتے ہیں"۔ فَلَبِثْتُ: میں ٹھہرا۔ مَلِیًّا: زیادہ دیر۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ الثَّالِثُ......﴾

عَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی اللّٰه علیه وسلّم يَقُوْلُ: (بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ: شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه، وَاِقَامِ الصَّلَاةِ، وَاِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ)، رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ.

قولُهٗ صلّی اللّٰه علیه وسلّم: (بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ) اَیْ: فَمَنْ اَتٰی بِهٰذِهِ اَلْخَمْسُ فَقَدْ تَمَّ اِسْلَامُهٗ، كَمَا اَنَّ الْبَيْتَ يَتِمُّ بِاَرْكَانِهٖ كَذٰلِكَ الْاِسْلَامُ يَتِمُّ بِاَرْكَانِهٖ وَهِیَ خمسٌ، وهذا بِنَاءٌ مَعْنَوِیٌّ شُبِّهَ بِالْحِسِّیِّ وَوَجْهُ التَّشْبِيْهِ اَنَّ الْبِنَاءَ الْحِسِّیَّ اِذَا اِنْهَدَمَ بَعْضُ اَرْكَانِهٖ لَمْ يَتِمَّ، فَكَذٰلِكَ الْبِنَاءُ الْمَعنوِیُّ، وَلِهٰذَا قالَ صلّی اللّٰه علیه وسلّم: (اَلصَّلَاةُ عِمَادُ الدِّيْنِ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ هَدِمَ الدِّيْنَ) وَكَذٰلِكَ يُقَاسُ الْبَقِيَّةُ. وَمِمَّا قيل فِی الْبِنَاءِ الْمَعْنَوِیِّ.

بِنَا الْاُمُوْرِ بِاَهْلِ الدِّيْنِ مَا صَلَحُوْا	وَاِنْ تَوَلَّوْا فَبِالْاَشْرَارِ تُنْقَادُ
لَايَصْلَحُ النَّاسُ فَوْضٰی لَا سَرَاةَ لَهُمْ	وَلَا سَرَاةَ اِذَا جُهَّالُهُمْ سَادُوْا
والبيتُ لَايُبْتَنٰی اِلَّا لَهٗ عمدٌ	وَلَا عِمَادَ اذا لم تُرَسْ اَوْتَادٌ

وَقَدْ ضَرَبَ اللّٰهُ مثلاً للمؤمنينَ والمنافقِيْنَ فقال تعالی: ﴿اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ﴾ [التوبۃ:۱۰۹]۔ شُبِّهَ بِنَاءُ الْمؤمنِ بِالَّذِیْ وَضَعَ بُنْيَانَهٗ علی وَسْطِ طَوْدٍ ای: جَبَلٍ رَاسِخٍ، وَشُبِّهَ بناءُ الكافِرِ بِمَنْ وَضَع بنيانَهٗ عَلٰی طَرْفِ جُرُفِ بحرٍ هارٍ، لَاثِبَاتَ لَهٗ فاكَلَه البحرُ فَانْهَارُ الْجَرْفِ فَانْهَارَ بُنْيَانِهٖ فَوَقَعَ بِهٖ فِی الْبَحْرِ، فَغرِقَ، فَدَخَلَ جَهَنَّمَ.

قولُهٗ صلّی اللّٰه علیه وسلّم (بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ) اَیْ: بِخَمْسٍ عَلٰی اَنْ تَكُوْنَ عَلٰی: بِمَعْنَی الْبَاءِ وَاِلَّا فَالْمَبْنٰی غَيْرُ الْمَبْنٰی عَلَيْهِ فَلَوْ اَخَذْنَا بِظَاهِرِهٖ لَكَانَتِ الْخَمْسَةُ خَارِجَةً عَنِ الاسْلامِ وهُوَ فاسِدٌ، ويحتملُ اَنْ تكُوْنَ بِمَعْنٰی مِنْ كَقَوْلِه تعالٰی ﴿اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ﴾ [المؤمنون:٦]۔ اَیْ مِنْ اَزْوَاجِهِمْ. اَلْخَمْسَةُ الْمَذْكُوْرَةُ فِی الْحديثِ اُصُوْلُ الْبِنَاءِ وَاَمَّا التَّتِمَّاتُ الْمُكَمِّلَاتُ كَبَقِيَّةِ الْوَاجِبَاتِ وَسَائِرِ الْمستحبّاتِ فَهِیَ زِيْنَةٌ لِلْبِنَاءِ. وَقَدْ وَرَدَ فِی الْحَدِيْثِ اَنَّه صلّی اللّٰه علیه وسلّم قَالَ: (اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً اَعْلَاهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِيْقِ).

قولُه صلى الله عليه وسلم: (وَحَجِّ البيتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ) هٰكَذَا جَاءَ فِي هٰذِهِ الرِّوَايَةِ بِتَقْدِيمِ الْحَجِّ عَلَى الصَّوْمِ، وهٰذا مِنْ بَابِ التَّرْتِيْبِ فِي الذِّكْرِ دُوْنَ الْحُكْمِ، لِاَنَّ صَوْمَ رَمَضَانَ وَجَبَ قَبْلَ الْحَجِّ وَقَدْ جَاءَ فِي الرِّوَايَةِ الْاُخْرٰى تَقْدِيمُ الصَّوْمِ عَلَى الْحَجِّ.

ترجمہ:

حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۱) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ روایت کیا اسے امام بخاری اور امام مسلم نے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ "۔ یعنی جو ان پانچ کو بجالائے تو تحقیق اس کا اسلام مکمل ہو گیا۔ جس طرح گھر اپنے ارکان سے مکمل ہوتا ہے اسی طرح اسلام بھی اپنے ارکان سے مکمل ہوتا ہے اور وہ ارکان (کلمہ، نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ) پانچ ہیں۔ (۲)

یہاں بنا معنوی کو بناء حسی سے تشبیہ دی گئی ہے وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جب بناء حسی کے بعض ارکان (مثلاً دیوار یا ستون) گر جائے تو عمارت مکمل نہیں ہوتی اسی طرح بناء معنوی ہے (کہ جب بناء معنوی کے بعض ارکان منہدم ہو جائے تو بناء معنوی یعنی عمارت اسلام بھی مکمل نہیں ہوتی) اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، (نماز دین کا ستون ہے جس نے اس کو گرایا تحقیق اس نے دین کو گرایا)۔

اور اسی طرح باقی ارکان کو بھی نماز پر قیاس کیا جائے گا اور بناء معنوی کے بارے میں کہا گیا ہے۔

(۱): امور کی بناء اہل دین کے ساتھ ہے جب تک وہ درست رہے اور اگر وہ پھر جائیں تو شریروں کی پیروی کی جائے گی۔

(۲): لوگ صلاحیت نہیں رکھتے برابر رہنے کی اس طرح کہ ان میں کوئی سردار نہ ہو اور کوئی سرداری (حاکم) نہیں ہوتی جب ان کے جاہل سردار بن جائیں۔

(۳): اور گھر نہیں بنایا جاتا الا یہ کہ اس کیلئے ستون ہوں اور کوئی ستون نہیں ہوتے جب تک میخیں (کیل) نہ گاڑیں جائیں۔

اللہ عزوجل نے مومنین اور منافقین کی مثال (قرآن میں) بیان فرمائی

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے، "اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ"۔ [التوبہ ۱۰۹] (۳)

اس آیت مقدسہ میں مومن کی عمارت کو تشبیہ دی گئی ہے اس شخص کی عمارت کے ساتھ جس نے اپنی عمارت بلند و بالا مضبوط پہاڑ کے درمیان میں بنائی (یعنی اپنی عمارت کو بلند و بالا مضبوط پہاڑ کے اندر تعمیر کرتا ہے اور اس پہاڑ کی بنیادوں کو ہی اپنی عمارت کی بنیادیں بناتا ہے) اور کافر کی عمارت کو اس شخص کی عمارت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایسے سمندر کے ریت والے ٹیلے پر رکھی جو اس عمارت کی بنیادوں کو کمزور کرنے والا ہے اور وہ ٹیلا مضبوط نہیں ہوتا لہٰذا سمندر جب اسے کمزور کر دیتا ہے تو وہ عمارت گر جاتی ہے اس طرح وہ عمارت سمندر میں غرق ہو جاتی ہے تو مالک ڈوب جاتا ہے اور جہنم میں داخل ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے، "بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ"۔

عَلٰى خَمْسٍ بمعنی بِخَمْسٍ ہے (۴) اگر عَلٰى بمعنی باء ہو ورنہ مبنی (اسلام) مبنی علیه (ارکان) کا غیر ہوگا (یعنی) اگر علی (حرف جار) کو اس کے ظاہری معنی پر رکھا جائے تو پانچوں ارکان اسلام سے خارج ہو جائیں گے جو کہ فاسد ہے۔

اور اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ علی (حرف جار) بمعنی من ہو جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے "اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ"۔ [المومنون ۶] (۵)

یعنی مِنْ اَزْوَاجِهِمْ اور حدیث میں جو پانچ چیزیں مذکور ہیں وہ عمارت کے اصول (کی حیثیت رکھتے) ہیں (۶) اور باقی تتمات و مکملات مثلاً تمام واجبات اور مستحبات عمارت کی زینت (کی سی حیثیت) رکھتے ہیں۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں ان میں سے اعلیٰ لا الہ الا اللّٰہ کہنا ہے اور ان میں سے ادنیٰ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے۔ (۷)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ" یہ فرمان دوسری روایت میں بھی ہے اسی طرح مذکور ہوا ہے کہ حج کو روزے پر مقدم ارشاد فرمایا مگر یہ ترتیب، ذکر کے اعتبار سے ہے نہ کہ حکم کے اعتبار سے کیونکہ رمضان المبارک کا روزہ حج سے پہلے فرض ہوا نیز دوسری روایات میں روزے کو حج پر مقدم ذکر کیا گیا ہے۔ (۸)



شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث مبارکہ میں دین اسلام کو ایک عمارت سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح ایک عمارت کی تکمیل چار دیواری اور چھت سے ہوتی ہے اسی طرح دین اسلام کی تکمیل ارکان خمسہ سے ہوتی ہے۔

(۱) حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات زندگی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبداللہ ابن عمر ہے۔ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے (۷۳ھ میں شہادت ابن زبیر سے تین ماہ بعد وفات پائی، ذی طوی کے مقبرہ مہاجرین میں دفن ہوئے)۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پرہیزگار، عالم، زاہد تھے۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کوئی ایسا نہیں جسکی طرف دنیا مائل نہ ہوئی اور وہ دنیا کی طرف مائل نہ ہوا سوائے حضرت عمر اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے۔

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار یا اس سے زائد افراد کو آزاد کیا۔ غزوہ خندق میں حاضر ہوئے، ۷۳ھ میں شہادت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تین ماہ بعد وفات پائی ،حل میں دفن ہونے کی خواہش تھی مگر کسی سے پوری نہ ہوئی اور ذی لوی کے مقربہ مہاجرین میں دفن ہوئے ،چوراسی سال کی عمر شریف پائی۔راویوں کی ایک بڑی تعداد نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث روایت کیں۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج اول کتاب الایمان ص ۶۷)

فائدہ:

خیال رہے کہ ان اعمال پر کمال ایمان موقوف ہے اور ان کے ماننے پر نفس ایمان موقوف ،لہٰذا جو صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے یا نماز، روزہ کا پابند نہ ہو وہ اگر چہ مومن تو ہے مگر کامل نہیں اور جو ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، نہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں (گویا کہ اس ارکان خمسہ میں) سارے عقائد اسلامیہ مراد ہیں جو کسی عقیدے کا منکر ہے وہ حضور ﷺ کی رسالت ہی کا منکر ہے۔حضور ﷺ کو رسول ماننے کے یہ معنی ہیں کہ آپ ﷺ کی ہر بات کو مانا جائے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح ج اول کتاب الایمان ص ۴۵)

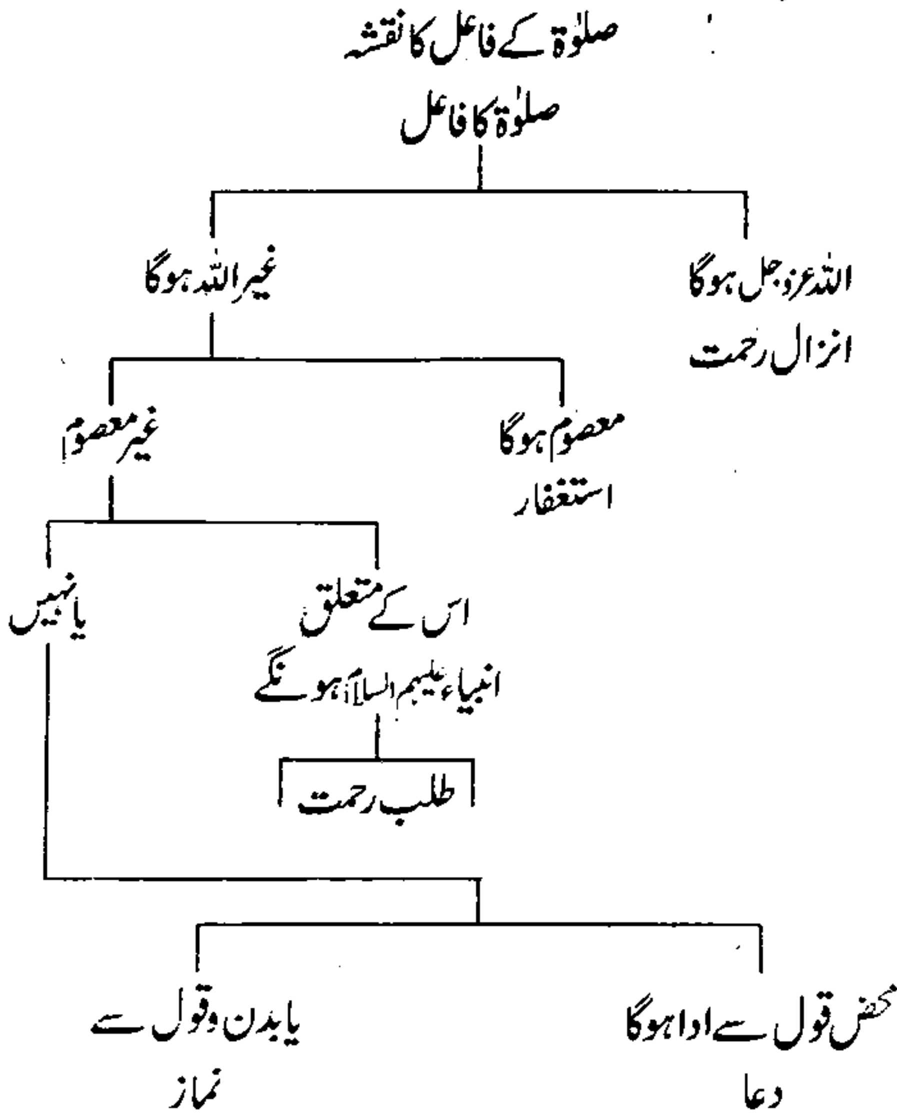
صلوٰۃ کے سولہ معنی ہیں، قرآن وحدیث میں زیادہ تر اس کے ۵ معانی آتے ہیں

(۱) مطلق دعا (۲) نماز (۳) طلب رحمت کی دعا

(۴) انزال رحمت (درود) (۵) استغفار۔

جب اس کا فاعل بندہ اور متعلق انبیاء کرام علیہم السلام نہ ہوں تو مطلق دعا یا نماز مراد ہوگی اور اگر اس کے متعلق انبیاء کرام

علیہم السلام ہوں تو طلب رحمت (درود) اور اگر اسی کا فاعل اللہ عزوجل ہو تو مراد انزال رحمت اور جب فرشتے ہو تو استغفار۔ یہاں صلوٰۃ سے مراد نماز ہے۔ (نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۱ کتاب الایمان ص ۳۰۲)



(۲) ان پر قائم رہنا اور دیگر فرائض وواجبات کی پاسداری بھی لازم رہے گی ایسا نہیں کہ ان پر ایک بار عمل کر لیا یا ان پر عمل کرتا رہا دیگر فرائض پر عمل نہ کیا تو اسلام مکمل ہو گیا۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے، "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً"۔

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ۔

(۳) ترجمہ کنزالایمان: تو کیا جس نے اپنی بنیاد رکھی اللہ سے ڈر واور اس کی رضا پر۔

(۴) علٰی کو اگر کسی معنی میں نہ لیا جائے تو معنی ہوگا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر رکھی گئی ہے۔ علٰی بمعنی بہانہ لینے کی صورت میں ترجمہ ہوگا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں سے رکھی گئی ہے یعنی اسلام پانچ ارکان کے

اوپراوپر ہے، اسلام الگ ہے اور پانچ ارکان الگ شے ہیں حالانکہ ایسا نہیں بلکہ علیٰ باء کے معنی میں ہے اور معنی ہوگا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ارکان کے ساتھ رکھی گئی ہے۔

(۵) ترجمہ کنزالایمان: مگر اپنی بیبیوں (سے)۔

(۶) اگر علیٰ بمعنی من ہو تو معنی ہوگا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ارکان سے رکھی گئی ہے جو کہ عمارت کے اصول کی سی حیثیت رکھتے ہیں وہ شہادتیں، نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ کا ادا کرنا، حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا۔

(۷) شعبہ درخت کی شاخ کو کہتے ہیں، یہاں خصلت مراد ہے۔ یعنی معمولی کام سے لے کر اعلیٰ کام تک سب خصلتیں ہیں کسی کو نہ چھوڑو۔ یعنی کلمہ طیبہ پڑھتے رہنا اس کی عادت ڈال لینا، مردے کو کلمہ طیبہ کا ثواب پہنچانا تیجہ وغیرہ کرنا اس حدیث سے ماخوذ ہے کہ افضل عبادت کا ثواب بھی افضل ہے یہ ہی بخشا چاہیے (اسی طرح) پتھر، اینٹ یا لکڑی وغیرہ جس سے لوگ الجھیں یا ٹھوکر کھائیں دور کر دینا ثواب ہے ایسے ہی مخلوق کو فائدہ پہنچانا بڑا ثواب ہے حتیٰ کہ پانی پلانا اسی لیے بعض لوگ سبیلیں لگاتے ہیں۔ (مراۃ مناجیح شرح مشکوۃ المصابیح ج اول کتاب الایمان ص ۴۶)

ارکان خمسہ کی تعریف:

شہادت توحید:

لغوی معنی: ''اَلْحُكْمُ بِاَنَّ الشَّیْءَ وَاحِدٌ اَلْعِلْمُ بِاَنَّهٗ وَاحِدٌ''۔

کسی شے کے اکیلا ہونے کے حکم اور اسے یکتا جاننے کو توحید کہتے ہیں۔ (التعریفات ص ۵۷ دارالمنار)

اصطلاحی تعریف: ''اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات وصفات اور احکام وافعال میں شریک سے پاک ماننا توحید ہے''۔

شہادت رسالت: جو کچھ رسول اللہ ﷺ شریعت لائے اسے سچا جاننا اور آپ ﷺ کو نبی تسلیم کرنا۔

(۲) نماز: نماز کے لغوی معنیٰ ''عِبَادَةٌ عَنِ الدُّعَا''۔

اصطلاحی معنیٰ: ''عِبَارَةٌ عَنِ الْاَرْكَانِ وَالْاَفْعَالِ الْمَخْصُوْصَةِ''۔ مخصوص افعال کے ساتھ مخصوص ارکان کو ادا کرنا نماز کہلاتا ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ ص ۲۴۰ تا ۲۴۱ مکتبہ غوثیہ کراچی)

(۳) زکوٰۃ:

زکوٰۃ کے لغوی معنیٰ: النَمَاءُ بڑھوتی کے ہے۔ (حاشیہ بذریعۃ النجاح علی نورالایضاح کتاب الزکوٰۃ ص ۱۶۵ مکتبہ ضیائیہ)

زکوٰۃ کی اصطلاحی تعریف: ''هِيَ تَمْلِيْكُ مَالٍ مَخْصُوْصٍ لِشَخْصٍ مَخْصُوْصٍ''۔

(نورالایضاح کتاب الزکوٰۃ ص ۱۶۵)

مخصوص مال کا مخصوص شخص کو مالک بنادینا زکوٰۃ کہلاتا ہے۔

(۴) حج:

حج کے لغوی معنی: "اَلْقَصْدُ اِلٰی مُعَظَّمٍ"۔ معظم شے کی طرف قصد کرنا۔

حج کا اصطلاحی معنی: هُوَ زِيَارَةُ بُقَاعٍ مَخْصُوْصَةٍ بِفِعْلٍ مَخْصُوْصٍ فِيْ اَشْهُرٍ۔ مخصوص دنوں میں مخصوص افعال کے ساتھ مخصوص مقامات کی زیارت کرنا حج کہلاتا ہے۔ (نورالایضاح کتاب الحج ص ۱۷۲ مکتبہ ضیائیہ)

(۵) روزہ:

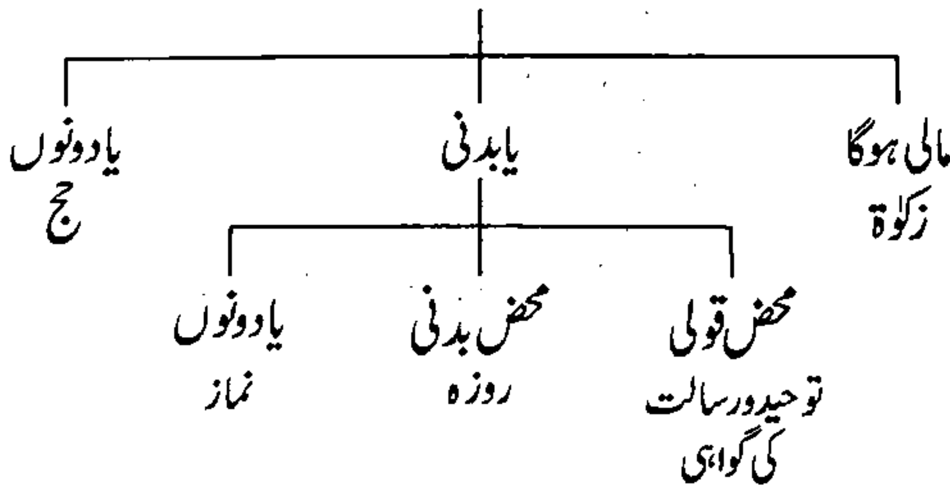
روزہ کے لغوی معنی: "اَلْاِمْسَاکُ عَنِ الْفِعْلِ وَالْقَوْلِ" قول وفعل سے روکنا۔

اصطلاحی معنی: "فَهُوَ عِبَارَةٌ عَنْ تَرْکِ الْاَکْلِ وَالشُّرْبِ وَالْجِمَاعِ مِنَ الصُّبْحِ اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ بِنِيَّةِ التَّقَرُّبِ مِنَ الْاَهْلِ"۔

روزے کے اہل کا صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے، جماع کرنے سے بنیت ثواب رکا رہنا۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الصوم الباب الاول ص ۲۱۴)

ارکان خمسہ کا نقشہ



(۸) اس حدیث مبارکہ میں حج، صوم پر مقدم ہے حالانکہ روزہ ۲ھ میں اور حج ۹ھ میں فرض ہوا، لہٰذا صوم کو حج پر مقدم ذکر کرنا چاہیے تھا نیز مسلم شریف میں سعد بن عبیدہ کی روایت میں صوم، حج پر مقدم مذکور ہے یہاں تک کہ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ایک شخص نے کہا، "وَالْحَجُّ وَصِيَامُ رَمَضَانَ"، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نہیں، "صِيَامُ رَمَضَانَ وَالْحَجُّ"، میں نے اسی طرح نبی مکرم ﷺ سے سنا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بطریق مسلم میں حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو روایت کرتے ہیں

اس میں بھی صوم، حج پر مقدم ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر روایت بالمعنی ہے اور واو چونکہ مطلق جمع کیلئے آتا ہے ترتیب نہیں چاہتا اس لیے کوئی حرج نہیں۔

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

بُنِیَ: بنیاد رکھی گئی۔ شَهَادَةٌ: گواہی دینا۔ اِقَامٌ: قائم کرنا۔ اِیْتَاءٌ: دینا۔ تَمَّ: فعل ماضی مثبت معروف، پورا کیا اس ایک مرد نے۔

اَرْکَانٌ: حصے، رُکْنٌ کی جمع ہے۔ شُبِّهَ: فعل ماضی مثبت مجہول۔

هَدِمَ: فعل ماضی مثبت معروف۔ بِنَا: بنیاد۔ بِالْاشرار: شَرٌّ کی جمع، شریروں۔ تُنْقَادُ: پیروی کی جائے گی۔

فَوْضٰی: برابر۔ سراۃ: سردار۔ جُهَّالٌ: بہت سارے جاہل (بے وقوف)، جَاهِلٌ کی جمع۔ سَادُوْا: فعل ماضی مثبت معروف، سردار ہوئے وہ سب مرد۔ عُمُدٌ: ستون ج عِمَادٌ۔ لَمْ تُرَسْ: گاڑی نہ جائے گی۔ اَوْتَادٌ: میخیں مفرد وَتَدٌ۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ الرَّابِعُ......﴾

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلّم وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ: (إِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً، ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يُرْسَلُ اِلَيْهِ الْمَلَكُ فَيَنفُخُ فِيْهِ الرُّوْحَ، وَيُؤْمَرُ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ: بِكَتْبِ رِزْقِهٖ وَاَجَلِهٖ وَعَمَلِهٖ وَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ. فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ لاَ اِلٰهَ غَيْرُهُ اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَايَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا، وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَايَكُوْنُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا) رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ.

قولُهٗ رضى الله تعالى عنه: (وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ)، اَىْ: شَهِدَ اللّٰهُ لَهٗ بِاَنَّهُ الصَّادِقُ، وَالْمَصْدُوْقُ بِمَعنى اَلْمصَدَّقُ فِيْهِ. قولُهٗ صلّى الله عليه وسلّم (يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهِ) يَحتمِلُ اَنْ يُرَادَ اَنَّهٗ يُجْمَعُ بين مَاءِ الرَّجُلِ وَالْمرَاَةِ فيخلَقُ منهُمَا اَلْوَلَدُ كما قال اللّٰهُ تعالى: ﴿خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ﴾. الآية، [الطارق:٦]

وَيَحْتَمِلُ اَنَّ المرادَ اَنَّهٗ يُجْمَعُ مِنَ الْبَدَنِ كُلِّهٖ، وَذٰلِكَ اَنَّهٗ قيل: اِنَّ اَلنُّطْفَةَ فِي الطَّوْرِ الْاَوَّلِ تَسْرِيْ فِيْ جَسَدِ الْمَرْاَةِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا، وَهِيَ اَيَّامُ التَّوَحُّمِ، ثُمَّ بعد ذٰلِكَ تَجْمَعُ وَيُذَرُّ عليهَا مِنْ تُرْبَةِ الْمولُوْدِ فَتَصِيْرُ عَلَقَةً ثم يَسْتَمِرُّ فِي الطَّوْرِ الثَّانِي فياخذُ فِي الْكِبَرِ حتى تَصِيْرَ مُضْغَةً، وسُمِّيَتْ مُضْغَةً لِاَنَّهَا بِقَدْرِ اللُّقْمَةِ الَّتِيْ تُمْضَغُ، ثُمَّ فِي الطَّوْرِ الثَّالِثِ يُصَوِّرُ اللّٰهُ تِلْكَ الْمُضْغَةَ وَيَشُقُّ فيهَا السَّمْعَ وَالبصرَ وَالشَّمَّ وَالْفَمَ، وَيُصَوِّرُ فِيْ دَاخِلِ جَوْفِهَا اَلْحَوَايَا وَالاَمْعَاءَ، قَالَ اللّٰهُ تعالٰى: ﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ﴾ الآية [آل عمران:٦]، ثُمَّ اِذَا تَمَّ الطَّوْرُ الثَّالِثُ وَهُوَ اَرْبَعُوْنَ صارَ لِلمولُودِ اَربعةُ اشهُرٍ نُفِخَتْ فِيْهِ الرُّوْحُ، قَالَ اللّٰهُ تعالى: ﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ ان كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُم مِّن تُرَابٍ﴾ يَعنِي: اَبَاكُمْ آدمَ ﴿ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾ يعنى ذرِّيَّتَهٗ، وَالنُّطْفَةُ: اَلْمَنِيُّ، وَاَصْلُهَا الْمَاءُ القَلِيلُ و جَمْعُهَا نِطَافٌ، ﴿ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ﴾ وهو الدَّمُ الغَلِيظُ المتجَمِّدُ، وتِلْكَ النُّطْفَةُ تَصِيرُ دَمًا غليظًا، ﴿ثُمَّ مِن مُّضْغَةٍ﴾ وهِيَ لَحْمَةٌ ﴿مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ﴾ [الحج:٥]۔ قَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ: مُخَلَّقَةٌ اى: تامَّةٌ، وغيرَ مخلقةٍ اَىْ: غيرَ تامَّةٍ بَلْ نَاقِصَةُ الْخَلْقِ، وقال مُجَاهِدٌ: مُصَوَّرَةٌ اَوْغيرُ مُصَوَّرَةٍ، يَعْنِي اَلسِّقْطَ. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضى الله تعالٰى عنه: (اِنَّ النُّطْفَةَ اِذَا اِسْتَقَرَّتْ فِي الرِّحْمِ اَخَذَهَا الْمَلَكُ بِكَفِّهٖ فقال: اَىْ رَبِّ مُخَلَّقَةٌ، اَوْ غَيْرُ مُخَلَّقَةٍ؟ فَاِنْ قَالَ: غَيْرُ مُخَلَّقَةٍ، قَذَفَهَا فِي الرِّحْمِ دَمًا وَلَمْ تَكُنْ نَسَمَةً، وَاِنْ

قال: مُخَلَّقَةً، قَالَ الْمَلَکُ: اَیْ رَبِّ اَذَکَرٌ اَمْ اُنْثٰی؟ اَشَقِیٌّ اَمْ سَعِیْدٌ؟، مَا الرِّزْقُ وَمَا الْاَجَلُ وَبِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ؟ فَیُقَالُ لَہٗ اِذْھَبْ اِلَی اُمِّ الْکِتَابِ فَاِنَّکَ تَجِدُ فِیْھَا کُلَّ ذٰلِکَ. فَیَذْھَبُ فَیَجِدُھَا فِی اُمِّ الْکِتَابِ فَیَنْسَخُھَا فَلَا تَزَالُ مَعَہٗ حَتّٰی یَاْتِیَ اِلٰی آخِرِ صِفَتِہٖ).

وَلِھٰذَا قِیْلَ: اَلسَّعَادَۃُ قَبْلَ الْوِلَادَۃِ.

ترجمہ:

حضرت عبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم سے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا اور آپ ﷺ صادق ومصدوق ہیں (یعنی آپ ﷺ سچ بولنے والے ہیں اور آپ ﷺ کی صداقت مسلمہ ہے) تم میں سے ہر ایک کا مادۂ تخلیق اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ کی صورت میں جمع رہتا ہے پھر چالیس دنوں میں خون بن جاتا ہے پھر چالیس دن میں گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے پھر اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اسے چار باتوں یعنی اس کے رزق، موت، عمل اور بدبختی ونیک بختی کے لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم میں سے ایک اہل جنت جیسے کام کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پس اس پر لکھا ہوا سبقت لے جاتا ہے (یعنی غالب آجاتا ہے) تو وہ جہنمیوں جیسے کام کرتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ روایت کیا اسے امام بخاری اور امام مسلم نے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان: ''وَھُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ''۔

یعنی اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ کے صادق ہونے کی گواہی (وحی کے ذریعے) دی اور اسی گواہی کی وجہ سے آپ ﷺ مصدوق بھی ہوئے۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''یُجْمَعُ خَلْقُہٗ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ''۔ (رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے دو احتمال ہیں)۔

یہ فرمان احتمال رکھتا ہے کہ مرد وعورت کے نطفوں کو رحم مادر میں جمع کیا جاتا ہے پھر ان دونوں سے بچے کو پیدا کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا، ''خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ''۔ [الطارق ۶] (۳)

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد تمام بدن کو (ماں کے پیٹ میں) جمع کیا جاتا ہے (اور اس کے تین مرحلے ہیں)۔

(جب نطفہ باپ کی پشت سے رحم مادر میں منتقل ہوتا ہے) تو وہ نطفہ پہلے مرحلے میں رحم مادر کے اندر چالیس دن تک سرایت کرتا

(تیرتا) رہتا ہے اور یہ ایام (وقت) عورت کی صحت کے ہوتے ہیں۔اس کے بعد (یعنی چالیس دن گزرنے کے بعد) نطفہ دوسرے مرحلے میں جمع کیا جاتا ہے اوراس پراس کی قبر کی مٹی ڈالی جاتی ہے (اوراس مٹی کے ساتھ اسے گوندھا جاتا ہے) جس کی وجہ سے وہ جما ہوا خون ہو جاتا ہے۔

(جب جما ہوا خون بڑھنا شروع ہوتا ہے تو) تیسرے مرحلے میں بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ گوشت کا لوتھڑا ہو جاتا ہے جسے مضغہ کہتے ہیں اسے مضغہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اس لقمہ کے برابر ہوتا ہے جسے چبایا جاتا ہے۔(اور چالیس دن اسی حالت میں رہتا ہے) تو اللہ عزوجل اسی عرصہ میں اس گوشت کے لوتھڑے کو شکل انسانی عطا فرماتا ہے۔(اس میں آنتیں، کان، ناک ،آنکھیں، منہ) پیٹ میں آنتیں وغیرہ پیدا کر دیتا ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے، ”هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ“۔ [آل عمران ٦] (۴)

پھر جب تیسرا مرحلہ جو چالیس دن کا ہوتا ہے (یعنی ہر مرحلہ چالیس دن کا ہوتا ہے) تو اس طرح مولود (چار ماہ) کا ہو جاتا ہے جس میں اللہ عزوجل روح پھونکتا ہے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے، ”یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ“ [حج ۵](۵)
یعنی تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام ”ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ “یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو اور نطفہ منی کو کہتے ہیں اور نطفہ کی اصل ماءِ قلیل (بالکل تھوڑا سا پانی) ہے (٦) اس کی جمع نِطاف آتی ہے ”ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ “علقه جمے ہوئے گاڑھے خون کو کہتے ہیں اور وہ نطفہ گاڑھا خون ہو جاتا ہے، ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ، مضغہ گوشت کے لوتھڑے کو کہتے ہیں۔ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَیْرِ مُخَلَّقَةٍ (٦)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مخلقة کی تامة اور غیر مخلقة کی غیر تامة یعنی ناقصة الخلق (ناقص پیدائش) سے تفسیر فرمائی ہے اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے مخلقة تفسیر کی مصورة سے یعنی پوری انسانی صورت پر بچہ پیدا ہوتا ہے اور غیر مخلقة کی غیر مصورة سے کی یعنی انسانی صورت میں مکمل نہیں ہوتا کہ پہلے ہی حمل گر جاتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”بے شک جب نطفہ رحم مادر میں قرار پکڑتا ہے تو فرشتہ اسے اپنی ہتھیلی میں پکڑتا ہے اور عرض کرتا ہے اے میرے رب عزوجل! یہ مخلقہ ہے یا غیر مخلقہ؟ اگر اللہ عزوجل ارشاد فرمائے غیر مخلقہ تو فرشتہ اسے رحم مادر میں اس نطفہ کو پھینک دیتا ہے اس حال میں کہ وہ خون ہوتا ہے جس میں سانس نہیں ہوتا (یعنی ذی روح یعنی انسان نہیں ہوتا) اور اگر اللہ عزوجل فرمائے مخلقہ تو فرشتہ عرض کرتا ہے اے میرے رب عزوجل مذکر ہے یا مونث، بدبخت ہے یا سعادت مند؟ اس کا

رزق کیا ہے؟ موت کیا ہے؟ کس زمین پر مرے گا؟ پس اس فرشتے سے کہا جائے گا تو ام الکتاب کی طرف جا، بے شک تو اس میں ان تمام کو پائے گا پس وہ لوح محفوظ کی طرف جاتا ہے تو لوح محفوظ میں ان تمام کو پالیتا ہے اور ان تمام کی تفصیل کو نقل کرتا ہے لہٰذا وہ تمام ان کی تفصیل (نامہ اعمال) ہمیشہ اس کے پاس رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی آخری صفت تک پہنچ جاتا ہے۔

(معلوم ہوا کہ تخلیق انسانی سے قبل ہی اس کے بارے میں (تقدیر کو) لکھ دیا جاتا ہے) اسی وجہ سے فرمایا گیا ہے ''اَلسَّعَادَةُ قَبْلَ الْوِلَادَةِ'' سعادت مندی ولادت سے پہلے ہے۔

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث مبارکہ میں شکم مادر کے اندر تخلیق انسانی کے مراحل اور اس کی تقدیر کا بیان ہے۔

(۱) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن اور ابن ام عبد ہے۔ قبیلہ بنی ھذیل سے ہیں، قدیم الاسلام اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے اسلام لائے۔ صاحب ہجرتین ہیں کہ اول حبشہ کی طرف اور پھر مدینہ پاک کی جانب ہجرت کی۔ بدر اور تمام غزوات میں حضور (ﷺ) کے ساتھ رہے، حضور ﷺ کے نعلین بردار اور صاحب اسرار تھے، سفر میں حضور ﷺ کی مسواک اور پانی، لوٹا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہتا تھا۔ عہد فاروقی میں کوفہ کے قاضی رہے، عہد عثمانی میں مدینہ پاک آگئے۔ ساٹھ سال سے زیادہ عمر پائی، ۳۲ھ میں مدینہ پاک میں وفات ہوئی، جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ خلفائے راشدین کے بعد بڑے فقیہ اور عالم صحابی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی پیروی کرتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح ج اول باب الکبائر وعلامات النفاق، الفصل الاوّل صفحہ نمبر ۷۸)

(۲): صادق المصدوق کسے کہتے ہیں۔

صادق وہ ہے جس کے سارے اقوال سچے ہوں، مصدوق وہ جس کے سارے اعمال سچے ہوں، یا صادق وہ جو ہوش سنبھال کر سچ بولے اور مصدوق وہ جو پہلے ہی سے سچا ہو یا صادق وہ جو واقعہ کے مطابق خبر دے اور مصدوق وہ کہ جو اپنی زبان مبارک سے کہہ دے، واقعہ اس کے مطابق ہو جائے۔ حضور ﷺ میں یہ سارے اوصاف جمع ہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح ج اول باب الایمان بالقدر صفحہ ۹۸)

صادق کی تعریف: جو اپنے قول و فعل میں سچا ہو۔

مصدوق کی تعریف: جس کے سچے ہونے کی گواہی کوئی دوسرا دے۔

لہٰذا رسول اللہ ﷺ صادق بھی ہیں کیونکہ آپ ﷺ اپنے ہر قول وفعل میں سچے تھے اور آپ ﷺ کے قول وفعل میں واقعی سچے ہونے کی گواہی اللہ عزوجل نے دی لہٰذا حضور ﷺ مصدوق بھی ہیں۔

(۳) ترجمہ کنزالایمان: بنایا گیا جست کرتے (اچھلتے ہوئے) پانی سے۔

مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس آیت کے تحت فرماتے ہیں، منکرین قیامت کو قیامت پر دو شبہے تھے، ایک یہ کہ بے شمار انسانوں کے جسمی اجزاء کا سمندر وخشکی میں پھیل جانے کے بعد جمع فرمانا، اوران کی چھانٹ کہ کسی کے بدن کا کوئی جز ودوسرے کے بدن میں نہ پہنچ سکے ناممکن ہے، دوسرے یہ کہ ان کے اجزاء کو پھر انسانی شکل دینا غیر ممکن ہے ان دونوں شبہوں کو اس آیت میں جمع فرمایا کہ تمہارے نباتاتی اور حیوانی اجزاء جن سے نطفہ بنا، پھر تمہارے جسم بنے عالم میں متفرق تھے ہم نے انہیں جمع فرما کر شکل انسانی بخشی جس دانہ یا سبزی یا گوشت سے زید کا نطفہ بننے والا تھا وہ بکر کے باپ کے پیٹ میں نہ پہنچ سکا ایسے ہی آئندہ تمہیں دوبارہ بنایا جائے گا۔ (تفسیر نورالعرفان)

(۴): ترجمہ کنزالایمان: وہی ہے کہ تمہاری تصویر بناتا ہے ماؤں کے پیٹ میں جیسی چاہے۔

مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس آیت مقدسہ کے تحت لکھتے ہیں، معلوم ہوا کہ رب عزوجل کے مقبول بندوں کے کام رب عزوجل کے کام ہیں کیونکہ رحم میں بچہ بنانا فرشتہ کا کام ہے مگر چونکہ وہ رب عزوجل کے حکم سے ہے اس لیے رب عزوجل کا کام قرار پایا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا کی شکل وصورت انسان کے اعمال کا نتیجہ نہیں رب عزوجل کی مشیت سے ہے مگر آخرت میں اعمال کے مطابق صورت ہوگی۔

"تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ"۔ [آل عمران ۱۰۶] (تفسیر نورالعرفان)

(۵): ترجمہ کنزالایمان: اے لوگو! اگر تمہیں قیامت کے دن جینے میں کچھ شک ہو تو یہ غور کرو کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر گوشت کی بوٹی سے نقشہ بنی اور بے بنی۔

قولہ صلّی اللہ علیہ وسلّم: (فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ) اَیْ: اَلَّذِیْ سَبَقَ فِی الْعِلْمِ، اَوِ الَّذِیْ سَبَقَ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ، اَوِ الَّذِی سَبَقَ فِی بَطْنِ الْاُمِّ. وَقَدْ تَقَدَّمَ اَنَّ الْمَقَادِيرَ اَرْبَعَةٌ.

قولہ صلّی اللہ علیہ وسلّم: (حَتّٰى مَايَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا الا ذِرَاعٌ) هُوَ تَمْثِيلٌ و تَقْرِيبٌ، وَالْمرادُ قِطْعَةٌ مِنَ الزَّمَانِ مِنْ آخِرِ عُمَرِهٖ وَلَيْسَ الْمُرَادُ حَقِيْقَةَ الذِّرَاعِ و تحديدِهٖ مِنَ الزَّمَانِ، فَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا قال: لاالٰہ الا اللہ محمدٌ رسولُ اللهِ ثُمَّ مَاتَ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَالْمُسْلِمُ اِذَا تَكَلَّمَ فِی آخرِ عُمُرِهٖ بِكَلمةِ الْكُفرِ دَخَلَ النَّارَ.

وَفِي الْحَدِيْثِ دَلِيْلٌ عَلى عَدَمِ الْقَطْعِ بِدُخُوْلِ الْجَنَّةِ اَوِ النَّارِ، وَاِنْ عَمِلَ سَائِرَ اَنْوَاعِ الْبِرِّ، اَوْ عَمِلَ سَائِرَ اَنْوَاعِ الْفِسْقِ، وَعَلى اَنَّ الشَّخْصَ لاَ يَتَّكِلُ عَلى عَمَلِهِ وَلا يعجبُ بِهٖ لِاَنَّهٗ لَا يَدْرِى مَا الخاتِمَةُ. وَيَنْبَغِي لِكُلِّ اَحَدٍ اَنْ يَسْاَلَ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالى حُسْنَ الخَاتِمَةِ وَيَسْتَعِيْذُ بِاللّٰهِ تعالى مِنْ سُوْءِ الخَاتمةِ وَ شَرِّ الْعَاقِبَةِ.

فَاِنْ قِيْلَ: قَالَ اللّٰهُ تعالىٰ: "اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَانُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا" [الكهف:٣٠] ظَاهِرُ الْآيَةِ اَنَّ الْعَمَلَ الصَّالِحَ مِنَ الْمُخْلِصِ يُقْبَلُ، وَاِذَا حَصَلَ الْقَبُوْلُ بِوَعْدِ الْكَرِيْمِ اَمِنَ مَعَ ذلك مِنْ سُوْءِ الخاتمةِ.

فَالْجوابُ من وجهَيْنِ: اَحَدُهُمَا ان يكونَ ذٰلِکَ مُعلَّقًا على شرطِ القَبُوْلِ وحُسْنِ الخَاتمةِ، ويحتَمِلُ اَنَّ مَنْ آمَنَ وَاَخْلَصَ اَلْعمَلَ لايختِمُ لَهٗ دَائِمًا اِلَّا بخيرٍ، وَاَنَّ خاتمةَ السُّوْءِ اِنَّمَا تكونُ فِي حَقِّ مَنْ اَسَاءَ الْعَمَلَ اَوْ خَلَطَهٗ بِالْعَمَلِ الصَّالِحِ الْمَشُوْبِ بنَوْعٍ من الرِّيَاءِ والسُّمْعَةِ ويدلُّ عليهِ الحديثُ الآخرُ (اِنَّ احَدَكُمْ ليعملَ بِعَمَلِ اهلِ الجنّةِ فيما يَبْدُو لِلنَّاسِ)، اى: فِيما يَظهرُ لهم صلاحٌ مَعَ فَسَادِ سَرِيْرَتِهٖ وخُبْثِهَا، واللّٰهُ اعلمُ.

وفى الحديثِ دَلِيْلٌ على استِحْبَابِ الْحَلْفِ لِتَاكِيْدِ الْاَمْرِ فِي النُّفُوسِ وَقَدْ اَقْسَمَ اللّٰهُ تعالى: ﴿فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ﴾ [الذاريات:٢٣]، وقَالَ اللّٰهُ تعالىٰ: ﴿قُلْ بَلٰى وَرَبِّى لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ﴾ [التغابن:٧]. واللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ.

ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان "فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ" یعنی جب بندہ عمل کرتا ہے تو اس (تین تقدیروں میں سے ایک تقدیر ضرور غالب آجاتی ہے) یعنی جو علم الٰہی عزوجل میں جو لکھا ہے وہ غالب آجاتا ہے یا جو لوح محفوظ میں لکھا ہے یا وہ جو ان کی ماؤں کے پیٹ میں لکھا تھا وہ غالب آجاتا ہے اور تقدیر کے بارے میں پہلے چار اقسام (مع تفصیل) پہلے گزرگئی۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان (حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَهَا اِلاَّ ذِرَاعٌ) اس حدیث مبارکہ میں ذراع کا ذکر کرنا بطور تمثیل و تقریب ہے جس سے مراد اس کی زندگی کا آخر وقت ہے حقیقۃً ذراع مراد نہیں۔ بے شک کافر (اپنی آخری عمر میں) لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہتا ہے پھر مرجائے تو جنت میں داخل ہوگا اور مسلمان اپنی آخری عمر میں کفر بکتا ہے (اور مرجائے) تو جہنم میں داخل ہوگا۔ (استغفر اللہ)

اس حدیث مبارکہ کی دلالت (درج ذیل) باتوں پر بھی ہوتی ہے

(۱): جنت میں دخول قطعی نہیں اگرچہ مسلمان تمام نیکیاں کرلے۔(۸)

(۲): دوزخ میں کافر کا دخول قطعی نہیں اگر تمام برائیاں کرلے۔(۹)

(۳): ہر شخص پر لازم ہے کہ اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کرے اور نہ ہی فخر کرے کیونکہ وہ نہیں جانتا اس کا خاتمہ کس پہ ہوگا۔

(۴): ہر ایک کیلئے مناسب یہ ہے کہ اللہ عزوجل سے حسن خاتمہ کا سوال کرتا رہے اور برے انجام، برے خاتمے سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگتا رہے۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا، "اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلاً"۔ (الکہف ۳۰) (۱۰)

اس آیت مقدسہ کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مخلص نیک آدمی کا اچھا عمل مقبول ہے جب مقبولیت کا وعدہ کریم (اللہ عزوجل) نے کرلیا اور برے خاتمہ سے امن دے دیا (اور یہ آیت حدیث پاک کے خلاف ہے)۔

علامہ نووی علیہ الرحمۃ نے اس اعتراض کے دو جواب ارشاد فرمائے، جواب دو طرح ہے:

(۱): اعمال کا ضائع نہ کرنا مقبولیت اور حسن خاتمہ کی شرط پر معلق ہے۔

(۲): جو ایمان لائے اور اپنے عمل کو خالص رضائے الٰہی عزوجل کیلئے کریں تو اس کا خاتمہ بالخیر ہی ہوتا ہے۔ برا خاتمہ اس کا ہوگا جو برے اعمال کرے گا یا جو اپنے اعمال صالحہ کو ریاکاری (لوگوں کو دکھانے کیلئے عمل کرنا) کے ساتھ ملائے گا۔

اس پر دوسری حدیث مبارکہ بھی دلالت کرتی ہے۔(۱۱)

بے شک تم میں سے ایک (آدمی) جنتیوں والے عمل محض لوگوں کی نظر میں کرتا ہے (یعنی بظاہر عمل اچھا مگر ریاکاری دکھاوے کی وجہ سے انجام برا ہوتا ہے) یعنی لوگوں کیلئے عمل اچھا ظاہر ہوتا ہے مگر اس عمل کے اندر در حقیقت درستی نہ ہوگی اور حدیث مبارکہ میں اس بات پر بھی دلیل ہے کہ کسی بات کو پختہ کرنے کیلئے نفوس کی قسم اٹھانا جائز ہے۔

تحقیق اللہ عزوجل نے قسم بیان فرمائی "فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ"۔ [الذاریات:۲۳](۱۲)

اللہ عزوجل نے فرمایا، "قُلْ بَلٰی وَ رَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ"۔ [التغابن:۷](۱۳)

(۶): حدیث ثانی میں۔

(۷): اگر گمراہ لوگوں کی صحبت اختیار کرے، برے عقائد اختیار کرے تو خاتمہ برا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے نیز نیکوکار کو اپنے نیک اعمال پر فخر نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنے رب عزوجل کی خفیہ تدبیر سے ڈرتا رہے کہ نہ جانے خاتمہ بالخیر ہوگا یا نہیں۔

(۸): کافر و بدکار کو اپنے گناہوں کی وجہ سے مایوس ہو کر گناہوں کا سلسلہ جاری نہیں رکھنا چاہیے بلکہ اپنے رب عزوجل سے معافی مانگے ممکن ہے کہ نیک آدمی کی صحبت مل جائے اور اسلام سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لے، لہٰذا مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر کہنا اور سمجھنا لازم ہے۔ مومن و کافر ہونے کی سند خاتمے پر ملتی ہے۔

(۹): ترجمہ کنزالایمان: اور دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ بے شک جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ہم ان کے نیگ (اجر) ضائع نہیں کرتے جن کے کام اچھے ہوں۔

(۱۰): امام غزالی علیہ رحمۃ الوالی منہاج العابدین میں فرماتے ہیں کہ بعض مشائخ رحمہم اللہ کا قول ہے کہ بندہ پر لازم ہے کہ اپنے عمل کو دس چیزوں سے محفوظ رکھے

(۱): نفاق سے۔ (۲): ریاء سے۔ (۳): لوگوں سے میل جول سے۔
(۴): احسان جتلانے سے۔ (۵): اذیت دینے سے۔ (۶): ندامت سے۔
(۷): عجب سے۔ (۸): سستی اور کاہلی سے۔ (۹): ملامت کے خوف سے۔
(۱۰): ....

(منہاج العابدین چھٹا باب صفحہ ۲۸۴ مکتبۃ المدینہ)

(۱۱): ترجمہ کنزالایمان: تو آسمان اور زمین کے رب (عزوجل) کی قسم بے شک یہ قرآن حق ہے۔

یہاں رب تعالیٰ نے اپنی قسم فرما کر قرآن کی حقانیت بیان فرمائی ہے اور سورہ یٰسین میں قرآن کی قسم فرما کر حضور ﷺ کی حقانیت بیان کی۔

(تفسیر نورالعرفان)

(۱۲): ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ کیوں نہیں میرے رب (عزوجل) کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر تمہارے کوتک (اعمال) تمہیں جتا دیے جائیں گے۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا کہ تم میری قسم فرماؤ، جس سے معلوم ہوا کسی بات کو پختہ کرنے کیلئے کسی جان کی قسم اٹھانا مستحب ہے۔

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

اَلصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ: ایسا سچا جس کی سچائی تسلیم شدہ ہو۔
وَالْمَصْدُوْق بمعنیٰ "اَلْمَصْدُوْقُ فِیْہِ" یعنی مصدوق فیہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے سچے ہونے میں ان کی تصدیق فرمائی گئی ہے کہ آپ ﷺ ہر بات میں بالکل سچے ہیں۔
اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا: چالیس دن۔ نُطْفَةٌ: مادہ منویہ۔ عَلَقَةٌ: جما ہوا خون۔ اَلرُّوْحُ: جان، نفس، وحی، امرالٰہی، قرآن۔
مضغة: گوشت کا لوتھڑا۔ باربع کلمات: چار باتیں۔ ذراع: ایک ہاتھ (گز)۔
اَلطُّوْرُ الْاَوَّلُ: پہلا دور، پہلی حالت۔ تَسْرِیْ: فعل مضارع، سرایت کرنا۔ اَلتُّوْخَمَةُ: صحت۔ اَلْحَوَایَا: سمٹی ہوئی آنتیں، حَوِیَّة کی جمع ہے۔ اَلْاَمْعَاءُ: آنتیں، مِعَاءٌ کی جمع ہے۔
کَفٌّ: ہتھیلی۔ نَسَمَةٌ: زندگی کا سانس۔ ذَکَرٌ: مرد۔ اُنْثٰی: عورت۔ یَنْسِخُ: فعل مضارع مثبت معروف، کتاب کو نقل کرتا ہے وہ۔
اَلسَّعَادَةُ: نیک بختی۔ تَکَلَّمَ: فعل ماضی مثبت معروف از باب تفعل، کلام کیا اس نے۔
سَائِرٌ: چیز کا بقیہ۔ اَنْوَاعٌ: اقسام، نَوْعٌ کی جمع ہے۔ لَایَتَّکِلُ: فعل مضارع منفی معروف، بھروسہ نہ کرے وہ۔
سُوْءٌ: برائی، ج اَسْوَاءٌ۔
مُعَلَّقًا: لٹکایا ہوا، موقوف کیا ہوا۔ سَاءَ: فعل ماضی مثبت معروف، خراب کیا یا بگاڑا اس ایک مرد نے۔ سَرِیْرَةٌ: راز، دل، جمع سَرَائِرٌ۔

☆......☆......☆......☆

﴾......اَلْحَدِيْثُ الْخَامِسُ......﴿

عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ عَبْدِاللّٰهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: (مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ) رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ، وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ (مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ).

قولُه صلّى اللّٰه عليه وسلم: (مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ) اَيْ: مَردُوْدٌ. فيه دليلٌ على اَنَّ العباداتِ من الغسلِ، والوضوءِ، والصومِ، والصلاةِ اذا فعلَتْ عَلى خِلافِ الشَّرْعِ تكونُ مردودةً على فاعَلِهَا، واَنَّ الماخُوْذَ بِالْعَقْدِ الْفَاسِدِ يَجْب رَدُّهُ على صاحِبِهٖ وَلَا يَمْلِكُ. وقَالَ صلّى اللّٰه عليه وسلّم: لِلَّذِيْ قال لَهُ: اِنَّ اِبْنِيْ كَانَ عَسِيْفًا على هٰذَا فَزَنٰى بِاِمْرَاَتِهٖ، وَاِنِّيْ اُخْبِرْتُ اَنَّ عَلى اِبْنِيَ الرَّجْمُ فَافْتَدَيْتُ منهُ بِمائَةِ شاةٍ ووليدةٍ، فَقَالَ صلّى اللّٰه عليه وسلّم: (اَلْوَلِيْدَةُ وَالْغَنَمُ رُدٌّ عَلَيْكَ). وفيهِ دليْلٌ عَلى اَنَّ مَنِ ابْتَدَعَ فِي الدِّيْنِ بِدعةً لا تُوافِقُ الشرعَ فَاِثْمُهَا عليهِ، وعملُهُ مردُوْدٌ عَلَيْهِ، وَاَنَّهٗ يَسْتَحِقُّ الْوَعِيْدَ، وقَدْ قَالَ صلّى اللّٰه عليه وسلّم: (مَنْ اَحْدَثَ حَدَثًا اَوْ آوٰى محدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ).

ترجمہ:

حضرت ام المومنین ام عبداللہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا(۱) سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی بات نکالی (ایجاد کی) جو دین سے نہیں تو وہ مردود ہے۔ روایت کیا اسے امام بخاری اورامام مسلم نے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جس نے ایسا کام کیا جس پر ہمارا دین نہیں وہ مردود (باطل) ہے۔

رسول اللہ ﷺ، "مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ" یعنی مردود۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان میں اس بات پر دلیل ہے کہ بے شک عبادات مثلاً غسل، وضو، روزہ اور نماز (وغیرہ) جب خلاف شرع ہوں تو وہ تمام عبادات اس کے کرنے والے پر لوٹا دی جاتی ہیں۔

اور اس بات پر بھی دلیل ہے کہ جو چیز عقد فاسد کے ذریعے لی جائے اس چیز کا اس کے مالک پر لوٹانا واجب ہے اور لینے والا مالک نہیں ہوگا۔ (۳)

اور رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا جس نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ بے شک میرا بیٹا اس کے پاس مزدور تھا پس اس نے اس کی بیوی سے زنا کرلیا اور مجھے خبر دی گئی کہ میرے بیٹے پر رجم ہے تو میں نے اس (رجم) کے بدلے سو بکریاں اور ایک

لونڈی فدیہ دے دی ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، لونڈی اور سو بکریاں تجھ پر لوٹا دی جائیں۔(۴)

اس حدیث مبارکہ (جو ابھی مذکور ہوئی) میں اس بات پر دلیل ہے کہ جس نے دین میں ایسی بدعت (نیا کام) ایجاد کی جو شرع کے مطابق نہ ہو تو اس بدعت کا گناہ اس کے ایجاد کرنے والے پر ہے اور اس میں اس بات پر بھی دلیل ہے کہ (اس کا عمل مقبول نہیں) وہ سزا کا بھی مستحق ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس نے (بری) بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ (ٹھکانا) دیا تو اس پر اللہ جل مجدہ کی لعنت ہے۔(۵)

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث مبارکہ میں خلاف شرع کام کرنے کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات زندگی

ام المومنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہیں، ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی صاحبزادی، آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی والدہ ام رومان بنت عامر ابن عویمر ہیں۔

نبوت کے دسویں سال شوال کے مہینہ میں ہجرت سے تین سال قبل حضور ﷺ کی زوجیت میں آئیں، سات برس کی عمر میں ہجرت سے ۱۸ ماہ کے بعد شوال کے مہینہ میں نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی، نو سال تک حضور ﷺ کے ساتھ رہیں، حضور ﷺ کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر شریف اٹھارہ سال کی تھی۔ حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا کسی کنواری بیوی سے نکاح نہیں فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقیہہ، فصیحہ، حدیث کی حافظہ، قرآن کی بہترین مفسرہ تھیں۔ حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سینہ پر وفات پائی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں دفن ہوئے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے "۱۲۱۰" احادیث مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۱۷ رمضان منگل کی شب ۵۷ ہجری میں ۶۳ سال کی عمر پا کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ امارت میں وفات پائی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی، جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱، باب الایمان والقدر ص ۱۰۰)

(۲) یعنی وہ ایجاد کرنے والا مردود ہے یا اس کی یہ ایجاد مردود ہے، خیال رہے اس امر سے مراد دین اسلام اور ما سے مراد عقائد یعنی جو شخص اسلام میں خلاف اسلام عقیدہ ایجاد کرے وہ شخص بھی مردود اور وہ عقائد بھی باطل لہٰذا روافض، قادیانی، وہابی وغیرہ بہتر (۷۲) فرقے جن کے عقائد اسلام کے خلاف ہیں، باطل ہیں۔

یا "امر" سے مراد دین ہے اور "ما" سے مراد اعمال ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۱، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص ۱۴۵)

اور لیس منه کے متعلق علی بن سلطان محمد القاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ المفاتیح میں نقل فرماتے ہیں

"وَفِیْ قَوْلِهٖ مَا لَیْسَ مِنْهُ اِشَارَةٌ اِلٰی اَنَّ اِحْدَاثَ مَا لَا یُنَازِعُ الْکِتَابَ وَالسُّنَّةَ لَیْسَ مَذْمُوْمٌ"۔

حضور پر نور ﷺ کے قول لیس منه میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو کام قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو وہ مذموم نہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ۱، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، صفحہ ۲۱۵)

معلوم ہوا جو کام خلاف شرح نہ ہو اس کا کرنا جائز ہے مثلاً ایصال ثواب کیلئے قل شریف کا ختم پاک، ۱۲ ربیع الاوّل کو پرچم کا لہرانا، درودوسلام، ذکر اللہ عزوجل وذکر مصطفی ﷺ کی محافل کا انعقاد کرنا بالکل کار ثواب ہے۔

(۳) "اِنَّ الْمَاخُوْذَ مَا" کا "اَنَّ الْعِبَادَاتِ" پر عطف ہے۔

عقد فاسد کا حکم یہ ہے کہ اگر مشتری نے بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کرلیا تو مبیع کا مالک ہوگیا اور جب تک قبضہ نہ کیا ہو تو مالک نہیں بائع کی اجازت صراحۃً ہو یا دلالۃً ہو۔ (بہار شریعت ج ۲، حصہ یازدہم بیع فاسد کے احکام، صفحہ ۱۳، ۷، مکتبۃ المدینہ)

اگر قبضہ کرلے تو اگرچہ ملک تو ثابت ہوگئی مگر تصرف کرنا حرام فسخ کرنا لازم جیسا کہ علامہ شامی علیہ رحمۃ اللہ نے فرمایا، "اَیْ مِلْکًا خَبِیْثًا حَرَامًا فَلَا یَحِلُّ اَکْلُهٗ وَ لَا لُبْسُهٗ"۔

یعنی ملک سے مراد ملک خبیث حرام ہے جس کا کھانا، پہننا حلال نہیں۔

(الدر المختار کتاب البیوع، باب البیع الفاسد مطلب فی شرط الفاسد، ج ۷، ص ۲۹۰)

(۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَزَیْدِ بْنِ خَالِدِ اَنَّهُمَا اَخْبَرَ اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَعْرَابِ جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ وَهُوَ جَالِسٌ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اقْضِ بَیْنَنَا بِکِتَابِ اللّٰهِ فَقَامَ خَصْمُهٗ فَقَالَ صَدَقَ اقْضِ لَنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ بِکِتَابِ اللّٰهِ اِنَّ ابْنِیْ کَانَ عَسِیْفًا عَلٰی هٰذَا فَزَنٰی بِامْرَاَتِهٖ فَاَخْبَرُوْنِیْ اَنَّ عَلَی ابْنِی الرَّجْمُ فَافْتَدَیْتُ بِمِائَةٍ مِنَ الْغَنَمِ وَ وَلِیْدَةٍ ثُمَّ سَاَلْتُ اَهْلَ الْعِلْمِ فَزَعَمُوْا اَنَّ عَلَی ابْنِیْ جَلْدُ مِائَةٍ وَ تَغْرِیْبُ عَامٍ فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَاَقْضِیَنَّ بَیْنَکُمَا بِکِتَابِ اللّٰهِ اَمَّا الْغَنَمُ وَالْوَلِیْدَةُ فَرَدٌّ عَلَیْکَ وَ عَلَی ابْنِکَ جَلْدُ مِائَةٍ وَ تَغْرِیْبُ عَامٍ وَاَمَّا اَنْتَ یَا اُنَیْسُ فَاغْدُ عَلٰی امْرَاَةِ هٰذَا فَارْجُمْهَا فَغَدَا اُنَیْسٌ فَرَجَمَهَا"۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے، اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق

فیصلہ فرمائیں اس اعرابی کا خصم (مدمقابل) کھڑا ہوا اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس نے سچ کہا آپ ﷺ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیں، بے شک میرا بیٹا اس کے پاس مزدور تھا پس اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا تو مجھے لوگوں نے خبر دی کہ میرے بیٹے پر رجم ہے تو میں نے سو بکریاں اور ایک لونڈی فدیہ میں دی پھر میں نے اہل علم (علماء) سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میرے بیٹے پر سو کوڑے اور ایک سال جلاوطن ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں ضرور بالضرور تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) بہرحال بکریاں اور لونڈی تجھ پر لوٹا دی جائیں اور تیرے بیٹے پر سو کوڑے اور ایک سال جلاوطن ہے۔ اور اے انیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم اس کی بیوی کو لے جاؤ اور اسے رجم کر دو پس حضرت انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے لے گئے اور اسے رجم کر دیا۔

(صحیح البخاری ج ۲ کتاب الحاربین من اہل الکفر والردۃ، ص ۱۰۱۰ تا ۱۰۱۱، مکتبہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۵) **بدعت کا معنی:** امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ایسا کام جس کی مثال زمانہ سابق میں نہ ہو (لغت میں) اس کو بدعت کہتے ہیں۔

(فتاوی فیض الرسول، ج اوّل کتاب العقائد ص ۶۲ مکتبہ شبیر برادرز)

بدعت کی اصطلاحی تعریف: حضرت امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا شرع میں بدعت یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کا ایجاد کرنا جو رسول اللہ ﷺ کے ظاہری زمانہ میں نہ تھی۔

(فتاوی فیض الرسول، ج اوّل کتاب العقائد ص ۶۲ مکتبہ شبیر برادرز)

بدعت کی اقسام: بدعت کی نو اقسام ہیں

(۱) **بدعت اعتقادی:** وہ برے عقائد جو حضور ﷺ کے بعد اسلام میں ایجاد ہوئے جیسے وہابیوں، دیوبندیوں کا یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ پر قادر ہے۔

(۲) **بدعت عملی:** ہر وہ کام جو حضور ﷺ کے زمانہ پاک کے بعد ایجاد ہوا خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی اور خواہ وہ کام صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانہ میں ہو یا ان کے بعد۔

(۳) **بدعت حسنہ:** جو قرآن وحدیث کے اصول وقواعد کے مطابق ہو اور انہی پر قیاس کیا گیا ہو۔

(۴) **بدعت واجبہ:** جیسے قرآن وحدیث سمجھنے کیلئے علم نحو کا سیکھنا اور گمراہ فرقوں پر رد کیلئے دلائل قائم کرنا۔

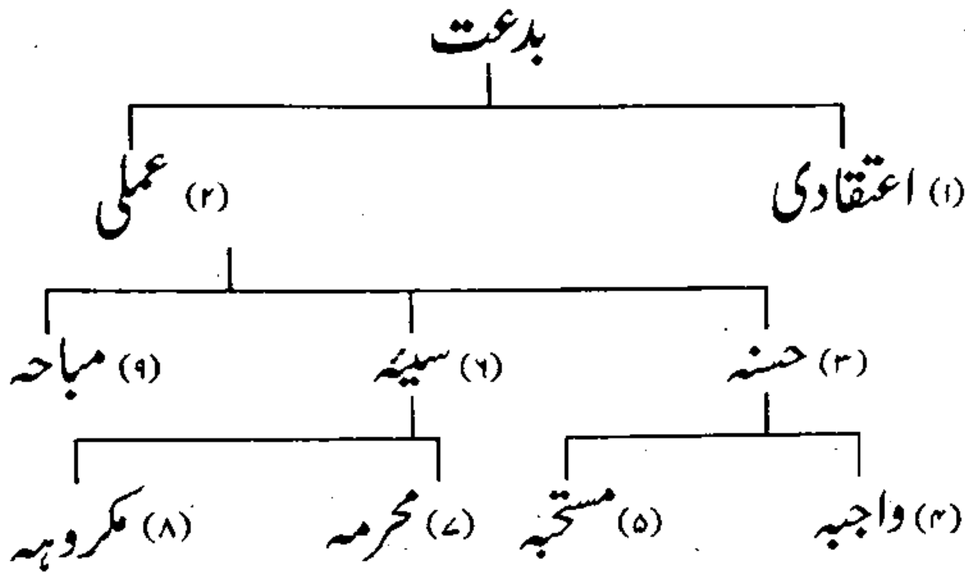
(۵) **بدعت مستحبہ:** جیسے مدرسوں کی تعمیر اور ہر وہ نیک کام جس کا رواج ابتدائی زمانہ میں نہیں تھا، جیسے محفل میلاد شریف وغیرہ۔

(۶) **بدعت سیئہ:** جو قرآن وحدیث کے اصول وقواعد کے مخالف ہو۔

(۷) بدعت محرمہ: جیسے ہندوستان اور پاکستان کی مروجہ تعزیہ داری۔

(۸) بدعت مکروہہ: جیسے خطبے کی اذان مسجد کے اندر پڑھنا۔

(۹) بدعت مباحہ: جو حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ میں نہ ہو اور جس کے کرنے نہ کرنے پر ثواب وعذاب نہ ہو جیسے (سگریٹ، حقے کا پینا)۔ (ملخص از فتاوی فیض الرسول کتاب العقائد، ج اول صفحہ ۲۲ مکتبہ شبیر برادرز)



☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

اَحْدَثَ: فعل ماضی ہے، وجود میں لایا۔ رَدّ: لوٹانا، واپس کرنا۔

عَسِيْفًا: مزدور، نوکر ج عُسَفَاءُ۔ وَلِيْدَةٌ: لونڈی۔

اَوٰى: فعل ماضی مثبت معروف از باب افعال لفیف مقرون، ٹھکانا دیا اس نے۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ السَّادِسُ......﴾

عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رضی الله عنهما قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰه صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ: اِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَاِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَايَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَاَ لِدِيْنِهِ وَ عِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوْشِكُ اَنْ يَقَعَ فِيْهِ. اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى. اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهُ، اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَت فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ.

قولُه صلّی الله علیه وسلّم: (اَلحَلالَ بَيِّنٌ وَالحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَات... الخ) اِخْتَلَفَ اَلْعُلَمَاءُ فِي حَدِّ اَلْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، فَقَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ رحمه اللّٰه تعالی: اَلْحَلَالُ مَا دَلَّ الدَّلِيْلُ على حِلِّهِ. وقال الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تعالی: اَلْحَرَامُ مَا دَلَّ الدَّلِيْلُ عَلى تحريمِه.

قولُه صلّی الله علیه وسلّم: (وَبَيْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَات) اَیْ: بَيْنَ اَلحلالِ وَالحرامِ اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَةٌ بالحلالِ والحرامِ، فحيثُ انتفتِ الشُّبهةُ انتفتِ الْكَرَاهَةُ وكَانَ السُّوَالُ عَنْهُ بِدْعَةً. وذٰلِكَ اذا قَدِمَ غريبٌ بِمتاعٍ يَبِيْعُهُ فَلاَ يَجِبُ البَحْثُ عَن ذلک، بل ولا يستحبُ، ويكرهُ السُّوالُ عنه.

قولُه صلّی الله علیه وسلّم: (فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَاَ لِدِيْنِهِ وَعِرْضِهِ) ای: طلبُ بَرَاءةِ دِيْنِهِ وَسَلِمَ مِنَ الشُّبْهَةِ. وامّا براءةُ الْعِرْضِ فاِنّه اِذَا لَم يَتْرُكْهَا تَطَاوَلَ اِلَيْهِ السُّفَهَاءُ بالغِيبةِ ونَسَبُوْهُ الى اكلِ الحرامِ فيكونُ مُدْعَاةً لِوقوعِهِم فِي الْاِثْمِ وَقَدْ وَرَدَ عنه صلّی الله علیه وسلّم اَنَّهُ قَالَ: (مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخرِ فَلاَ يَقِفُ مَوَاقِفَ التُّهَمِ).

وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللّٰه تعالی عنه اَنّه قَالَ: (اِيَّاكَ وَمَا يَسْبِقُ اِلَى الْقُلُوبِ انكارُهُ، وان كان عندَكَ اِعتذارُهُ، فَرُبَّ سَامِعٍ نُكْرًا لا تستطيعُ اَنْ تسمَعَهُ عذراً). وفي صحيحِ الترمذِی اَنّهُ علیه الصلوة والسلام قَال: (اذا اَحْدَثَ احدُكُمْ في الصَّلاةِ فَلْيَاخُذْ بِاَنْفِهٖ ثُمَّ لِيَنْصَرِفْ)، وذٰلِكَ لِئَلَّا يُقَالَ عنهُ اَحْدَثَ.

ترجمہ:

حضرت ابوعبداللہ نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما(۱) سے روایت ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا بے شک حلال واضح ہے اور بے شک حرام واضح ہے اوران دونوں کے درمیان کچھ ایسے امور ہیں جن میں

شبہ ہے (یعنی ان کی حلت وحرمت میں شبہ ہے) بہت سے لوگ انہیں نہیں جانتے پس جو شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچالیا اور جو شبہات میں پڑا وہ حرام میں پڑ گیا جیسے وہ چرواہا جو سرکاری چراگاہ کے ارد گرد چراتا ہے قریب ہے کہ وہ (جانور) اس چراگاہ میں واقع ہو۔ خبردار بے شک ہر بادشاہ کی ایک (ممنوعہ) چراگاہ ہے۔ خبردار بے شک اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چراگاہیں اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں۔ خبردار بے شک جسم میں گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو تمام جسم درست ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے، خبردار وہ دل ہے۔ روایت کیا اسے امام بخاری اور امام مسلم نے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَ بَيْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ''۔

حلال اور حرام کی تعریف میں علماء کرام (كَثَّرَهُمُ اللّٰهُ) نے اختلاف کیا (یعنی حلال وحرام کی تعریف میں علماء کرام کثرہم اللہ کا اختلاف ہے)۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، حلال وہ ہے جس کی حلت (حلال ہونے) پر (شرع) میں دلیل ہو اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، حرام وہ ہے جس کی تحریم (حرام ہونے) پر دلیل شرع میں ہو۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''وَبَيْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ'' یعنی حلال اور حرام کے درمیان بعض ایسے امور ہیں جو حلال و حرام کے ساتھ مشتبہ ہیں (۳) پس جب شبہ ختم ہو جائے تو کراہیت بھی ختم ہو جائے گی۔

اور اس کے بارے میں سوال کرنا (دریافت کرنا) بدعت ہے۔ مثلاً جب کوئی مسافر سامان کو فروخت کرنے کیلئے لائے تو اس (سامان) کے بارے میں بحث کرنا (معلومات لینا) واجب نہیں بلکہ بحث وغیرہ نہ کرنا مستحب اور اس کے بارے میں سوال کرنا مکروہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''فَمَنِ اتَّقَى الشُّبهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وِعِرْضِهٖ'' یعنی اس نے اپنے دین کی براءت اور عزت کو طلب کیا (یعنی اپنے دین اور عزت کو بچایا) اور شبہ میں پڑنے سے بھی بچ گیا (۴) اور جب شبہ (والے کام) کو نہیں چھوڑتا تو بے وقوف لوگ اس کی غیبت کرنے کے ساتھ فخر کریں گے اور اس کی نسبت حرام کھانے کی طرف کریں گے۔ لہٰذا شبہ والے کام کرنے والا لوگوں کو گناہ میں مبتلا ہونے کی دعوت دینے والا ہوگا (یعنی لوگوں کے غیبت وغیرہ میں پڑنے کا سبب بنتا ہے)۔ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو وہ تہمت کی جگہ کھڑا نہ ہو''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس چیز سے بچو جس کا دل انکار کرے اگرچہ تمہارے

پاس اس کا عذر ہو کیونکہ کتنے ہی سننے والے منکر ہوتے ہیں جسے تم اپنا عذر نہیں سنا سکتے اور صحیح ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،"جب تم میں سے کوئی ایک بے وضو ہو تو اسے چاہیے کہ اپنی ناک کو پکڑے (۵) پھر وہ پھرے (یعنی نماز سے پھرے)"۔

اور (نماز سے نکلنے کا یہ طریقہ) اس لیے ہے تا کہ اس کے بارے میں یہ نہ کہا جائے کہ اس سے ہوا خارج ہوئی۔

☆......☆......☆......☆

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث پاک میں دو باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔

(۱) امور شبہات یعنی وہ کام جن کا حلال یا حرام ہونا واضح نہیں ان سے بچنا چاہیے۔

(۲) دل کی درستی کا فرمایا گیا۔

(۱) حضرت ابو عبد اللہ نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی۔

یہ بھی صحابی ہیں اور ان کے والد اور والدہ بھی۔ ہجرت کے بعد انصار میں سب سے پہلے جو بچہ پیدا ہوا یہ نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جب کوفہ حضرت مسلم، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت لینے گئے تو یہ کوفے کے گورنر تھے یہ بظاہر لوگوں کو بیعت سے منع کرتے تھے اور اندر ترغیب دیتے تھے اور تباہ کاروان اہل بیت کو یزید پلید نے انہیں کی سپردگی میں مدینہ واپس کیا تھا۔ یہ حضرت عبد اللہ بن زبیر کی طرف سے "حمص" کے والی تھے جب اہل حمص نے بغاوت کر دی تو یہ حمص سے نکل کر دمشق یا کہیں اور جا رہے تھے۔ خالد بن حلی کلاعی نے دمشق اور حمص کے مابین یوم واسط کے معرکہ میں انہیں گھیر کر ۶۵ھ یا ۶۶ھ میں شہید کر دیا۔

نعمان نام کے تیس سے زائد صحابہ کرام (علیہم الرضوان) ہیں مگر نعمان بن بشیر یہی ہیں ان کی ماں مشہور صحابی حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن تھی۔ ان سے ایک سو چودہ احادیث مروی ہیں۔

(۲) ثمرہ اختلاف: اس میں اختلاف اس طرح ظاہر ہوگا کہ جس چیز کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں کوئی دلیل نہ ہو وہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک حلال ہے مگر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حرام ہے۔

(۳) یعنی عام فرد امور مشتبہات کے حلال و حرام میں فرق نہیں کر پاتا کیونکہ جسے اکثر لوگ نہیں جانتے مگر مجتہد دلیل شرعی کے ذریعے اس کے حلال یا حرام ہونے کا قائل ہو جاتا ہے۔

(۴) "وَاَمَّا بَرَاءَةُ الْعِرْضِ" کا "بَرَاءَةً دِيْنِهٖ" پر عطف ہے۔

(۵) لوگ یہ گمان کریں کہ اس کی نکسیر جاری ہو گئی ہے۔ سبحان اللہ عزوجل شریعت اسلامیہ کتنا احترام مسلم کرتی ہے مگر

بعض مسلمان شریعت اسلامیہ کا احترام نہیں کرتے۔

قوله عليه الصلاة والسلام: (فَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ) يحتمل اَمْرَيْنِ: اَحَدُهُمَا ان يقع في الحرام وهو يَظُنُّ اَنَّهُ لَيْسَ بحرام. وَالثَّانِي: اَنْ يكونَ الْمَعْنَى قَدْ قَارَبَ اَنْ يقعَ فِي الْحَرَامِ كَمَا يقال: اَلْمَعَاصِيْ بَرِيْدُ الْكُفْرِ. لِاَنَّ النَّفْسَ اِذَا وَقَعَتْ فِي الْمُخَالَفَةِ تَدَرَّجَتْ مِنْ مفسدةٍ الى اُخرى اكبرَ مِنْهَا، قيل: والى ذلك الاشارةُ بِقَوْلِهِ تعالى: ﴿وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُوْنَ﴾ [آل عمران:١١٢]. يُرِيْدُ اَنَّهُمْ تَدَرَّجُوْا بالمعاصِي اِلى قَتْلِ الاَنْبِيَاءِ.

وفي الحديثِ: (لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتَقْطَعُ يَدَهُ وَيَسْرِقُ الحبلَ فتقطعُ يَدُهُ)، اى: يَتَدَرَّجُ مِنَ الْبَيْضَةِ وَالْحَبْلِ الى نِصَابِ السَّرِقَةِ، وَالحِمٰى مَا يحميهِ الغيرُ مِنَ الْحَشِيْشِ فِي الْاَرْضِ المباحَةِ فَمَنْ رَعٰى حولَ الحِمٰى يَقْرُبُ اَنْ تَقَعَ فيهِ ماشيتُهُ فَيَرْعٰى فِيْمَا حِمَاهُ الْغَيْرُ بِخِلَافِ مَا اِذَا رَعٰى ابلَهُ بَعِيْداً مِن الحمٰى.

واعْلَمْ اَنَّ كلَّ محرمٍ له حِمًى يُحِيْطُ به، فالفَرْجُ مُحَرَّمٌ وَحِمَاهُ اَلْفَخِذَانِ لِاَنَّهُمَا جُعِلَا حَرِيْماً لِلْمُحَرَّمِ، وَكَذٰلِكَ الْخَلْوَةُ بالاَجْنَبِيَّةِ حِمًى لِلْمُحَرَّمِ، فَيَجِبُ على الشَّخْصِ اَنْ يجتنبَ الْحريمَ وَالمحرَّمَ، فالْمُحَرَّمُ حَرَامٌ لِعَيْنِهِ، وَالْحَرِيْمُ مُحَرَّمٌ لِاَنَّه يَتَدَرَّجُ بِهِ اِلَى المحرَّمِ.

قوله صلّى الله عليه وسلّم: (اَلَا وإنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً) اى: في الجَسَدِ مُضْغَةٌ اذا خَشَعَتْ خَشَعَتِ الْجَوَارِحُ، واذا طَمَحَتْ طَمَحَتِ الْجَوَارِحِ، واذا فَسَدَتْ فَسَدَتِ الجوارحُ. قال العلماءُ: البدنُ مُمْلِكَةٌ والنفسُ مدينتُهَا، والقلبُ وَسْطُ المملِكَةِ، وَالْاَعْضَاءُ كالْخُدَّامِ والقُوٰى الباطنيةُ كَضِيَاعِ المدينةِ، وَالعَقْلُ كالوزيرِ المشفِقِ النَّاصِحِ بِهِ، وَالشَّهْوَةُ طَالِبُ اَرْزَاقِ الْخُدَّامِ، وَالْغَضَبُ صَاحِبُ الشُّرطَةِ، وهو عبدٌ مكَّارٌ خبيثٌ، يَتَمَثَّلُ بِصُوْرَةِ النَّاصحِ ونصحُهُ سِمٌّ قَاتِلٌ، ودَاَبُهُ ابداً منازِعَةُ الوزيرِ النَّاصِحِ، وَالْقُوَّةُ الْمُخِيْلَةُ فِيْ مُقَدَّمِ الدِّمَاغِ كَالْخَازِنِ، وَالْقُوَّةُ الْمُفَكِّرَةُ فِي وَسْطِ الدِّمَاغِ، وَالْقُوَّةُ الْحَافِظَةُ فِي آخرِ الدِّمَاغِ، وَاللِّسَانُ كَالتَّرْجَمَانِ، وَالْحَوَاسُ الْخَمْسُ جَوَاسِيْسُ، وَقَدْ وُكِّلَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ بِصِنْعٍ مِّنَ الصِّنَاعَاتِ، فَوُكِّلَ العينُ بعالِمِ الاَلْوَانِ، والسَّمْعُ بعالِمِ الاَصْوَاتِ، وَكَذٰلِكَ سائرُهَا فَاِنَّهَا اصحابُ الاَخبارِ، ثم قيل: هي كالحَجَبَةِ توصِلُ الى النَّفْسِ ما تُدْرِكُهُ، وقيل: اِنَّ السَّمْعَ والبصرَ والشمَّ كالطَّاقَاتِ تَنْظُرُ منها النَّفْسُ، فالقلبُ هو الْمَلِكُ فاذا صَلَحَ الرَّاعِي صلحتِ الرعيةُ واذا فَسَدَ فسدتِ الرَّعِيةُ، وانّما يَحْصُلُ صلاحُهُ بِسَلَامَتِهِ مِنَ الْاَمْرَاضِ الْبَاطِنَةِ

كَالغِلِّ وَالحقْدِ، وَالْحَسدِ، وَالشُّحِ، وَالبُخلِ، والكِبْرِ، وَالسُّخرِيَّةِ، وَالرِّيَاءِ، وَالسُّمْعَةِ، والمَكْرِ، وَالْحِرْصِ، وَالطَّمعِ، وَعَدمِ الرِّضى بِالْمقدُوْرِ، وَاَمْرَاضُ الْقَلْبِ كَثِيْرَةٌ تَبْلُغُ نحوَ الاَرْبَعِيْنَ، عَافَانَا اللّٰهُ مِنهَا وَجَعَلَنَا مِمَّنْ يَاْتِيْهِ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ.

ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''فَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ''۔

یہ فرمان عالی شان دو باتوں کا احتمال رکھتا ہے۔

(۱): انسان حرام میں پڑ جاتا ہے اس حال میں کہ وہ اسے حرام خیال نہیں کرتا۔

(۲): (حرام میں پڑتا تو نہیں ہوتا البتہ) شبہ والی چیز کی وجہ سے حرام میں پڑنے کے قریب ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ منقول ہے، ''اَلْمَعَاصِیْ بَدِيْدُ الْكُفْرِ'' گناہ کفر کا ڈاکخانہ ہے۔

کیونکہ جب نفس خلاف شرع کام میں پڑتا ہے تو درجہ بدرجہ (آہستہ آہستہ) چھوٹے گناہ سے بڑے گناہ کی طرف جاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اسی کی طرف اللہ عزوجل کے اس فرمان میں اشارہ ہے ''وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ''۔[ال عمران ۱۱۲](۶) اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ گناہوں کے سبب انبیاء علیہم السلام کے قتل پر جرأت کرتے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے، اللہ عزوجل نے لعنت فرمائی اس سارق (چوری کرنے والے) پر جو انڈا چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور رسی چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے یعنی انڈا، رسی (معمولی معمولی چیزوں کی چوری) سے نصاب سرقہ تک کی چوری کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔(۷)

کسی کا مباح زمین میں گھاس وغیرہ کا روکنا حمیٰ کہلاتا ہے۔(۸) لہٰذا جو چراگاہوں کے اردگرد مویشیوں کو چراتا ہے تو چرواہے کے مویشیوں کا چراگاہ میں واقع (داخل) ہونا قریب ہوتا ہے (بلکہ) یہاں تک کہ وہ غیر کی چراگاہ میں چراتا ہے برخلاف اس چرواہے کے جو اپنے اونٹوں کو چراگاہ سے دور چراتا ہے۔(اسی طرح) ہر حرام شے کیلئے ایک ممنوع چراگاہ ہے جو اس حرام شے کو گھیرے ہوئے ہے۔ جیسے شرمگاہ حرام شے ہے جس کی چراگاہ دونوں رانیں ہیں کیونکہ یہ دونوں کو محرم (حرام شے) کیلئے حریم (حرام کے بالکل قریب شے) بنایا گیا ہے اور اسی طرح اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت کا اختیار کرنا محرم (حرام شے) کیلئے چراگاہ

ہے۔ لہٰذا ہر شخص پر حریم وحرام سے بچنا واجب ہے اور محرم حرام لعینہ ہے اور حریم محرم (حرام کا کنارہ) ہے جس کے ذریعے حریم کا ارتکاب کرنے والا محرم (حرام) شے میں آہستہ آہستہ پڑ جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "اَلَاَ وَ اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً" یعنی جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے جب وہ عاجزی کرتا ہے تو اعضاء بھی عاجزی کرتے ہیں اور جب وہ سرکشی (نافرمانی) کرتا ہے تو اعضاء جسم بھی سرکشی کرتے ہیں اور جب وہ فاسد ہوگا تو اعضاء جسم بھی فاسد ہو گئے۔(۹)

علماء کرام رحمہم اللہ نے فرمایا، بدن مملکت ہے اور نفس اس کا شہر ہے، بدن ایک مملکت ہے اور دل مملکت کا مرکز ہے۔ اعضاء جسم رعایا، قوتیں باطنہ شہر کی جائیداد، عقل اچھے برے کی پہچان بتانے والی ہے۔ شہوت رعایا کے رزق کا مطالبہ کرنے والی ہے، غصہ ایک سپاہی کی طرح ہے اور غصہ مکار خبیث ہوتا ہے جو کہ ناصح کی صورت اختیار کرتا ہے حالانکہ اس کی نصیحتیں زہر قاتل ہوتی ہیں اور اس کی عادت اچھے برے کی پہچان بتانے والے سے جھگڑا کرنا ہوتا ہے۔ قوت تخیلہ خازن کی طرح دماغ کے آگے ہوتی ہے قوت مفکرہ دماغ کے درمیان میں ہوتی ہے، قوت حافظہ دماغ کے آخر میں ہوتی ہے، زبان ترجمان کی طرح ہوتی ہے(۱۰)۔ حواس خمسہ (۱۱) جاسوس ہوتے ہیں جن میں سے ہر ایک کو کسی نہ کسی کام کا وکیل بنایا گیا ہے یعنی ان میں سے ہر ایک کو کسی نہ کسی کام پر معمور کیا گیا ہے مثلاً آنکھ کو دنیا کے رنگوں (عالم الوان) کا کام سونپا گیا ہے، کان کو عالم اصوات (دنیا کی آوازوں) کا کام سونپا گیا، اسی طرح باقی حواس خمسہ کہ وہ بھی اصحاب اخبار (یعنی خبر دینے والے ہیں)۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ دربان کی طرح ہیں جو بات ان کو حاصل ہوتی ہے اسے نفس تک پہنچاتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ کان، آنکھ، خوشبو کھڑکیوں کی طرح ہیں جن سے نفس دیکھتا ہے اور دل جسم انسانی کا بادشاہ ہے۔ لہٰذا جب بادشاہ درست ہوگا تو رعایا بھی درست ہوگی جب بادشاہ بگڑ جائے تو رعایا بھی بگڑ جائے گی اور دل اس وقت درست ہوگا جب وہ امراض باطنہ جیسے دھوکا، کینہ، حسد، بخل، تکبر، حقارت، ریاکاری، شہرت، مکر، لالچ، تقدیر پر راضی نہ ہونا (وغیرہ وغیرہ) سے بچے گا اور امراض قلب (۱۲) تقریباً چالیس ہیں، اللہ عزوجل ہمیں ان سے بچائے اور ہمیں قلب سلیم والوں میں سے کر دے۔ (آمین)

شرح:

(۶) ترجمہ کنزالایمان: اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے یہ اس لیے کہ نافرماں بردار اور سرکش تھے۔

اس آیت مقدسہ کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں یعنی ان بدنصیبوں کو کفر وقتل انبیاء

(علیہم السلام) کی جرات اس لیے ہوئی کہ انہوں نے پہلے تو گناہ کیے پھر ان کے عقیدے بگڑے، انبیاء کرام علیہم السلام کی بے ادبی کا جذبہ ان کے دلوں میں پیدا ہوا، پھر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کفر کر بیٹھے آخر کار انبیائے کرام علیہم السلام جیسی ہستیوں کے قتل کے مرتکب ہو گئے۔ (تفسیر نعیمی ج ۴، سورۃ ال عمران ۱۱۲، ص ۱۰۱)

معلوم ہوا شبہ والی چیزوں سے بچنا چاہیے کہ جو لوگ بچتے نہیں اکثر کفر میں پڑ جاتے ہیں۔ لہٰذا شبہ والی اشیاء کو ترک کرنے میں ہی عافیت ہے۔

حضرت بشر حافی علیہ رحمتہ الکافی کی بہن امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، دریافت فرمایا، ہم اپنی چھتوں پر سوت کاتتے ہیں حکام کی مشعلیں جب نکلتی ہیں تو ہم پر روشنی پڑتی ہے اس روشنی میں کاتیں یا بند کر دیں؟ دریافت فرمایا، کون ہو؟ بتایا کہ بشر حافی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہن ہوں۔ رونے لگے، فرمایا ورع تمہارے گھر سے نکلا ہے تم اس کی روشنی میں مت کاتو۔

حضرت مالک بن دینار چالیس سال تک بصرہ میں رہے اخیر دم تک وہاں کی کھجوریں نہیں کھائی۔

(نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۱، کتاب الایمان ص ۳۹۴)

(۷) اس حدیث میں انڈا، رسی وغیرہ کی چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کا حکم اوائل اسلام میں تھا اب یہ منسوخ ہو گیا ہے۔ عندالاحناف دس درہم سے کم پر ہاتھ کاٹنے کا حکم نہیں جیسا کہ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے مرفوعا مروی ہے، "لَا تُقْطَعُ الْيَدُ فِيْ اَقَلِّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ"۔ (حاشیہ ابن عابدین کتاب السرقۃ ج ۶ صفحہ ۱۳۵)

"وَعُلَمَاؤُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ اِسْتَدَلُّوْا بِحَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا قَطْعَ اِلَّا فِيْ دِيْنَارٍ اَوْ عَشَرَةِ دِرَاهِمَ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ تعالٰی عنہ مَوْقُوْفًا وَ مَرْفُوْعًا لَا تُقْطَعُ الْيَدُ اِلَّا فِيْ دِيْنَارٍ اَوْ فِيْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَ هٰكَذَا عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ تعالٰی عنہ وَ فِي الْحَدِيْثِ الْمَعْرُوْفِ لَا مَهْرَ اَقَلَّ مِنْ عَشَرَةٍ وَلَا قَطْعَ فِيْ اَقَلَّ عَشَرَةِ دِرَاهِمَ"۔ (المبسوط للسرخسی جلد ۹ صفحہ ۱۳۷، دارالمعرفۃ بیروت)

اور ہمارے علماء (احناف) رحمہم اللہ نے حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے دادا سے بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "قطع ید نہیں مگر ایک دینار یا دس درہم میں" اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفا و مرفوعا روایت کرتے ہیں ہے کہ قطع ید نہیں مگر ایک دینار یا دس درہم میں اور اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور حدیث معروف میں ہے دس درہم سے کم مہر نہیں اور دس درہم سے کم

میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(۸) حمی کا معنی: وہ ممنوعہ علاقہ (یعنی جس کے قریب جانا ممنوع ہو) جو کسی کی زیر نگرانی ہو۔

سلسلہ اسباب کی رو سے دل ہی کا نشان سب سے پہلے ماں کے پیٹ میں بنتا ہے اور خلقت تام ہونے اور نفخ روح کے بعد ہی یہی سب سے پہلے حرکت میں آتا ہے اور مرنے کے وقت سارے اعضاء بیکار ہو جانے کے بعد یہی سب کے بعد بند ہوتا ہے اور یہی روح کا مرکز ہے۔ اگر یہ درست ہے تو سب درست اگر یہ بگڑا تو سب بگڑے۔ خیالات دل ہی میں پیدا ہوتے ہیں وہیں جڑ پکڑتے ہیں پھر دل ہی حکم کرتا ہے۔

صوفیاء کرام اپنے سارے اعمال و مشاغل پر دل کا تصفیہ مقدم رکھتے ہیں اور اس چیز سے بچتے ہیں جو اس میں مخل ہو۔ حضرت ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے چھت سے گر کر جاں بحق ہو گئے۔ اطلاع ملی تو فرمایا، اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ جو مجھے اس کی طرف سے غافل کرتا اس کو لے لیا۔ (ملخص: نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج اوّل کتاب الایمان، ص ۳۹۶)

(۹) کیونکہ دل مرکز ایمان ہے جس کی وجہ سے جسم دل کے تابع ہوتا ہے اگر دل اچھے کام کا مشورہ دے تو جسم کی حرکت پاکیزہ جس کی وجہ سے دل بھی پاکیزہ ہو جاتا ہے تو پھر کائنات کے مشاہدات کا ذریعہ یہ ہی پاکیزہ دل ہوتا ہے جس کی وجہ سے دل دور ونزدیک کی باتوں، لوگوں کے سینوں کے اسرار بلکہ لوح محفوظ کو پڑھ لیتا ہے۔

مگر افسوس لوگ اپنے ظاہر کی تو فکر کرتے ہیں مگر باطن کی فکر نہیں کرتے۔ امام غزالی علیہ رحمۃ الوالی منہاج العابدین میں نقل فرماتے ہیں، حضور ﷺ فرماتے ہیں

"اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَ اَبْشَارِکُمْ وَ اِنَّمَا یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ"۔

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صرف ظاہری صورتوں اور کھالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں کو بھی دیکھتا ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ دل رب العالمین جل مجدہ کی نظر کا مقام ہے تو اس شخص پر تعجب ہے جو ظاہر چہرے کا اہتمام کرے اسے دھوئے، میل کچیل سے ستھرا رکھے، تاکہ مخلوق اس کے چہرے کے کسی عیب پر مطلع نہ ہو مگر دل کا اہتمام نہ کرے جو رب العالمین عزوجل کی نظر کا مقام ہے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ دل کو پاکیزہ رکھے، اسے آراستہ کرے اور ستھرا رکھے تاکہ رب العالمین عزوجل اس میں کسی عیب کو نہ پائے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ دل گندگی، پلیدی اور غلاظت سے لبریز ہے مگر جس پر مخلوق کی نظر پڑتی ہے اس کی کوشش ہوتی ہے کہ اس میں کوئی عیب وقباحت نہ پائی جائے۔ (منہاج العابدین، چوتھی فصل دل کے بیان میں، صفحہ نمبر ۱۱۳)

دل کو دل کہنے کی وجہ، کسی شاعر نے کہا ہے:

مَا سُمِّيَ الْقَلْبُ اِلَّا مِنْ تَقَلُّبِهٖ وَرَأْيٌ يَضْرِبُ بِالْاِنْسَانِ اَطْوَارًا

قلب کا نام اس لیے قلب رکھا گیا ہے کہ یہ ہر آن ادل بدل ہوتا رہتا ہے اور اس میں مختلف رائیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں، خیال رہے کہ عربی میں دل کو قلب کہتے ہیں قلب کے معنی ہیں الٹنا پلٹنا، چونکہ دل کبھی روح کی طرف ہو جاتا ہے جس سے اس پر نورانی تجلیاں پڑتی ہیں اور کبھی نفس کی طرف جس سے اس پر نفسانی تاریکیاں آ جاتی ہیں۔ گویا دل وہ بیٹھک ہے جس کے دو دروازے ہیں ایک یار کی طرف اور دوسرا اغیار کی طرف، یار والا دروازہ کھل جائے تو خلوت خانہ ہو جاتا ہے ورنہ جلوت خانہ، اس لیے اسے قلب کہتے ہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجہاد الفصل الثانی صفحہ ۴۵۴ مکتبہ قادری پبلشرز)

(۱۰) یعنی زبان دل و دماغ کی عکاسی کرتی ہے لہٰذا دل و دماغ میں اچھے خیالات ہونے چاہیے اور زبان کی ہر دم حفاظت کرتے رہنا چاہیے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ قطعی جنتی ہیں مگر پھر بھی اپنی زبان اقدس کو پکڑ کر زجر و توبیخ کرتے، ''عَنْ اَسْلَمَ قَالَ اِنَّ عُمَرَ دَخَلَ يَوْمًا عَلٰى اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ وَهُوَ يَجْبِذُ لِسَانَهٗ فَقَالَ عُمَرُ مَهْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ هٰذَا اَوْرَدَنِيَ الْمَوَارِدَ''۔ حضرت اسلم رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس آئے تو وہ اپنی زبان اقدس کھینچ رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا اللہ تعالٰی آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بخشے ٹھہریے، اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا اس نے مجھے ہلاکت کی جگہوں میں ڈالا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم الفصل الثالث ص ۴۱۵)

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ زبان سے اچھی بات نکالیں ورنہ خاموش رہتے ہوئے فکر آخرت میں غور و فکر کر لیں کہ یہ بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ ''عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قَالَ ''مَقَامُ الرَّجُلِ بِالصَّمْتِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً''۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کا مقام و مرتبہ خاموشی کے ساتھ ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہوتا ہے۔

(۱۱) حواس خمسہ کی تعریفات:

(۱) بصر کی تعریف: ''هِيَ قُوَّةٌ مُتَرَتِّبَةٌ فِي الْعَصَبَتَيْنِ الْمَجُوْفَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تَتَلَاقِيَانِ فَتَفْتَرِقَانِ اِلَى الْعَيْنَيْنِ''۔ وہ قوت ہے جو ان دو خالی پٹھوں میں رکھی گئی ہے جو مقدم دماغ سے مل کر دونوں آنکھوں کی طرف جدا ہوتے ہیں۔

(مختصر المعانی الفن الثانی علم البیان ص ۳۲۴ قدیمی کتب خانہ)

(۲) سمع کی تعریف: ''اَلسَّمْعُ قُوَّةٌ رُتِّبَتْ فِی الْعَصَبِ الْمَفْرُوْشِ عَلٰی سَطْحِ بَاطِنِ الصِّمَاخَیْنِ یُدْرَکُ بِهَا الْاَصْوَاتُ''۔

وہ ایسی قوت ہے جو کانوں کے سوراخوں کے اندرونی سطح پر بچھے ہوئے پٹھے میں رکھی گئی ہے۔

(۳) ذوق کی تعریف: ''هِیَ قُوَّةٌ مُنْبَثَّةٌ فِی الْعَصَبِ الْمَفْرُوْشِ عَلٰی جَرْمِ اللِّسَانِ''۔

ذوق وہ قوت ہے جو جرم لسان (زبان کی جلد) پر بچھے ہوئے پٹھے میں سرایت کیے ہوئے ہے۔

(مختصر المعانی الفن الثانی علم البیان ص ۳۲۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۴) شم کی تعریف: ''هِیَ قُوَّةٌ مُتَرَتِّبَةٌ فِیْ زَائِدَتِیْ مُقَدَّمِ الدِّمَاغِ الشَّبِیْهَتَیْنِ بِحَلَمَتَیِ الثَّدْیِ مِنَ الرَّوَائِحِ''۔

شم وہ قوت ہے جو مقدم دماغ میں دو زائدوں میں سر پستان کے مشابہ رکھی ہوتی ہے (جیسے روائح)۔ (ایضا)

(۵) لمس کی تعریف: ''هِیَ قُوَّةٌ سَارِیَةٌ فِی الْبَدَنِ کُلِّهٖ یُدْرَکُ بِهَا الْمَوْسَاتُ''۔

لمس وہ قوت ہے جو سارے بدن میں سرایت کی ہوتی ہے جس کے ذریعے ملموسات کا ادراک کیا جاتا ہے (جیسے حرارت ،برودت، رطوبت و یبوست)۔ (ایضا)

(۱۲) چند امراض قلب کی تعریفات:

(۱) دھوکا: ''اَلْخِدَعُ اَنْ تُوْهِمَ غَیْرَکَ خِلَافَ مَا تُخْفِیْهِ مِنَ الْمَکْرُوْهِ لِتُزِلَّهٗ عَمَّا هُوَ فِیْهِ وَعَمَّا هُوَ بِصَدَدِهٖ''۔

تیرا اپنے ساتھی کو اس کے خلاف وہم میں ڈالنا جسے تو چھپائے ہوئے ہے جو تیرے ساتھی کے نزدیک ناپسندیدہ ہے تاکہ تو اسے پھسلا دے جسمیں میں ہے (یعنی اسے اس کے مطلوب سے ہٹانا جو اسے حاصل ہوا یا ہوگا۔ (تفسیر بیضاوی صفحہ ۲۶۳)

(۲) کینہ: کینہ یہ ہے کہ انسان اپنے دل میں کسی کو بوجھ جانے اس سے غیر شرعی دشمنی و بغض رکھے، نفرت رکھے اور یہ کیفیت ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے۔ (احیاء العلوم کتاب ذم الغضب ج ۳ صفحہ ۲۲۳ مکتبہ دار صادر)

(۳) حسد کی تعریف: ''کَرَاهَةُ النِّعْمَةِ وَحُبُّ زَوَالِهَا عَنِ الْمُنْعَمِ عَلَیْهِ''۔ منعم علیہ یعنی انعام یافتہ کی نعمت کو ناپسند کرنا اور اس سے نعمت کا زوال پسند کرنا۔ (منتخب ابواب من احیاء علوم الدین، بیان حسد ذم صفحہ ۵ مکتبۃ المدینہ)

حسد کے معنی سن لے صاحب خیر　　تمنائے زوال نعمت غیر

(۴) بخل کی تعریف: ''اَلْبُخْلُ هُوَ الْمَنْعُ مِنْ مَالِ نَفْسِهٖ''۔

اپنے نفس کو مال خرچ کرنے سے روکنا۔ (التعریفات باب الخاء صفحہ ۴۳ مکتبہ دار المنار)

(۵) تکبر کی تعریف: ''اَنْ يَّسْتَعْظِمَ نَفْسَهٗ وَيَسْتَحْقِرَ غَيْرَهٗ''۔

اپنے آپ کو بڑا (معظم) اور دوسروں کو حقیر جاننا۔ (منتخب ابواب احیاء علوم الدین بیان الکبر صفحہ ۱۲۷)

(۷) ریاکاری کی تعریف: اللہ عزوجل کی رضا کے علاوہ کسی اور ارادے سے عبادت کرنا (تاکہ عبادت پر لوگ آگاہ ہوں)۔ (نیکی کی دعوت حصہ اول ص ۶۶، مکتبۃ المدینہ)

(۸) حقارت کی تعریف: ''کسی کو اپنے سے کم تر جاننا''۔

(مفردات الفاظ القرآن ص ۶۹۷ دار القلم دمشق)

(۹) لالچ کی تعریف: ''خواہشات کی زیادتی کے ارادے کو کہتے ہیں اور بری حرص یہ ہے کہ اپنا حصہ حاصل کر لینے کے باوجود دوسرے کے حصے کا لالچ رکھے یا کسی چیز سے جی نہ بھرنے اور ہمیشہ زیادتی کی خواہش رکھنے کو حرص کہتے ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب الرقاق ج ۹ صفحہ ۱۱۹ دار الفکر بیروت)

☆......☆......☆......☆

......مشکل الفاظ کے معانی......

بَيِّنٌ: واضح۔ مُشْبِهَاتٌ: جن چیزوں میں شبہ ہو، مُشْبِهَةٌ کی جمع ہے۔

اِسْتَبْرَءَ: فعل ماضی از باب استفعال، اس نے بچالیا۔ رَاعِیْ: چرواہا، اسم فاعل۔

اَلْحِمٰی: چراگاہ۔ مَحَارِمُ: محرم کی جمع، حرام چیزیں۔ حَدٌّ: تعریف۔

اُمُوْرٌ: اَمْرٌ کی جمع، کام۔ غَرِيْبٌ: مسافر۔ سَفِيْهٌ کی جمع اَلسُّفَهَاءُ، بے وقوف۔ مُدْعَاةٌ: بہت دعوت دینے والا۔

مَوَاقِفُ: مَوْقِفٌ کی جمع ہے، ٹھہرنے یا کھڑے ہونے کی جگہیں۔ اِعْتِذَارٌ: نشان کا مٹنا، عذر بیان کرنا۔

بُرِيْدٌ: جمع بُرُدٌ قاصد، ڈاک۔ اَلْبَيْضَةُ: انڈا۔ اَلْحَشِيْشُ: گھاس۔ فَالْفَرْجُ: شرمگاہ۔ حَمَاهُ: اس کی چراگاہ مرکب اضافی۔ الحریم: حرام کے قریب چیز، حرام کا کنارہ۔ اَلْمُحَرَّمُ: حرام کی ہوئی چیز۔ خَشَعَتْ: اس نے عاجزی کی۔ اَلْجَوَارِحُ: جَارِحَةٌ کی جمع، انسانی جسم کے اعضاء خصوصاً ہاتھ اور پاؤں۔

مُمْلِكَةٌ: سلطنت۔ ضِيَاعٌ: جائداد۔ جَوَاسِيْسُ: کھوجی، جَوَاسٌ کی جمع۔ اَلْاَلْوَانُ: لَوْنٌ کی جمع ہے رنگوں۔

اَلْغِلّ: دھوکا۔ اَلْحَقْدُ: کینہ۔ اَلْحَسَدُ: حسد کرنا۔ اَلشح: بخل کرنا۔ الکبر: تکبر کرنا۔ اَلرِّیَاءُ: دکھاوا۔ السُّمْعَةُ: شہرت۔

☆......☆......☆......☆

﴾......اَلْحَدِيْثُ السَّابِعُ......﴿

عَنْ اَبِىْ رُقَيَّةَ تَمِيْمِ بْنِ اَوْسٍ الدَّارِيِّ رضى الله تعالى عنه اَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: (اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ) قُلْنَا: لِمَنْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: (لِلّٰهِ، وَلِكِتَابِهِ، وَلِرَسُوْلِهِ، وَلاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَعَامَّتِهِمْ)، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قوله صلّى الله عليه وسلّم: (اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ، لِلّٰهِ، وَلِكِتَابِهِ، وَلِرَسُوْلِهِ، وَلاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَعَامَّتِهِمْ).

قَالَ الْخَطَّابِيُّ: اَلنَّصِيْحَةُ كَلِمَةٌ جَامِعَةٌ مَعْنَاهَا حِيَازَةُ الْحَظِّ لِلْمَنْصُوْحِ لَهُ. وَقِيْلَ اَلنَّصِيْحَةُ مَاخُوْذَةٌ مِنْ نَصَحَ الرَّجُلُ ثَوْبَهُ اذا خاطَهُ، فَشَبَّهُوْا فِعْلَ النَّاصِحِ فِيْمَا يَتَحَرَّاهُ مِنْ صِلاحِ الْمَنْصُوْحِ لَهُ بِمَا يَسُدُّ مِنْ خِلَلِ الثَّوْبِ، وَقِيْلَ: اِنَّهَا ماخوْذَةٌ مِنْ نَصَحْتُ الْعَسَلَ، اِذَا صَفَيْتَه مِنَ الشَّمْعِ، شَبَّهُوْا تَخْلِيْصَ الْقَوْلِ مِنَ الْغَشِّ بِتَخْلِيْصِ الْعَسَلِ مِنَ الْخَلَطِ.

قَالَ الْعُلَمَاءُ: اَمَّا النَّصِيْحَةُ لِلّٰهِ تَعَالٰى فَمَعْنَاهَا يَنْصَرِفُ اِلَى الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ، وَنَفْيُ الشَّرِيْكِ عَنْهُ، وتَرْكُ الْاِلْحَادِ فِى صِفَاتِهٖ وَوَصْفِهٖ بِصِفَاتِ الْكَمَالِ وَالْجَلَالِ كُلِّهَا، وَتَنْزِيْهُهُ سبحانَهُ وتعالى عَنْ جميعِ اَنْواعِ النَّقَائِصِ، وَالْقِيَامُ بطاعتِهِ، وَاجْتِنَابُ مَعْصِيَتِهٖ، وَالْحُبُّ فِيْهِ، وَالْبُغْضُ فِيْهِ، وَمُوَدَّةُ مَنْ اَطَاعَهُ، وَمُعَادَاةُ مَنْ عَصَاهُ، وَجِهَادُ مَنْ كَفَر به، وَالاعتراف بنعمتِهِ، وشُكرِه عليهَا، والْاِخْلَاصُ فِى جميعِ الْاُمُورِ، والدُّعَاءِ اِلٰى جَمِيْعِ الْاَوْصَافِ المذكُوْرَة، وَالْحَثُّ عليهَا، وَالتَّلَطُّفُ بِجَمِيْعِ النَّاسِ، اَوْ مَنْ اَمْكَنَ منهم عَلَيْهَا، وَحَقِيْقَةُ هذهِ الْاَوْصَافِ رَاجِعَةٌ اِلَى الْعَبْدِ فِيْ نُصْحِهٖ نَفْسَهُ واللّٰهُ تعالى غَنِيٌّ عَنْ نُصحِ النَّاصِحِيْنَ.

واَمَّا النَّصِيْحَةُ لِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى: فَالْاِيْمَانُ بِاَنَّهٗ كَلَامُ اللّٰهِ تعالى وتَنْزِيْلُهُ، لَا يَشْبَهُهٗ شَيْءٌ مِنْ كَلامِ النَّاسِ، وَلَا يَقْدِرُ عَلٰى مِثْلِهٖ اَحَدٌ مِنَ الْخَلْقِ ثُمَّ تَعْظِيْمُهٗ وَتِلَاوَتُهٗ حقَّ تلاوتِهِ، وتحسِيْنُهَا، والْخُشُوْعُ عندهَا، واقامةُ حُرُوْفِهٖ فى التِّلَاوَةِ، والذبُّ عنه لِتاويْلِ الْمُحَرِّفِيْنَ، وتعريضُ الطَّاعِنِيْنَ والتَّصدِيْقُ بِمَا فِيْهِ، وَالْوُقُوْفُ مَعَ اَحْكَامِهٖ، وَتَفَهُّمِ عُلُوْمِهٖ وَاَمْثَالِهٖ، وَالْاِعْتِبَارُ بِمَوَاعِظِهٖ، وَالتَّفَكُّرُ فِى عَجَائِبِهٖ، وَالعَمَلُ بِمُحْكَمِهٖ، وَالتَّسْلِيْمُ لِمُتَشَابِهِهٖ، والبَحْثُ عَنْ عمومِهٖ وخصوصِهٖ، وناسخِهٖ ومَنسوخِهٖ، ونَشْرُ علومِهٖ والدُّعَاءِ اليه وَاِلٰى مَاذَكَرْنَاهُ مِنْ نَصِيْحَتِهٖ.

وَاَمَّا النَّصِيْحَةُ لِرَسُوْلِهٖ صلّى الله عليه وسلّم: فَتَصْدِيقُهُ على الرِّسَالَةِ، وَالْاِيْمَانُ بِجَمِيْعِ مَا جَاءَ بِه،

وطاعتهٗ فی أمرِہٖ ونهيِه ونُصرَتُهٗ حيًّا وميّتًا، ومُعَادَاةُ مَنْ عَادَاه وموَالاةُ مَنْ وَالَاهُ، وَإعظامُ حقِّه وتوقيرِه واحياءُ طريقتِه وسُنَنِه، وَبَثُّ دعوتهٖ وَنَشرُ سُنَّتِه وَنَفْسُ التُّهمِ عَنهَا، ونَشْرُ عُلومِهَا، والتَفقُهُ فيهَا، والدعاءُ لها، والتلطُّفُ فى تعلُّمِهَا وتعليمِهَا، واعظامُها واجلالُهَا، والتأدُّبُ عِندَ قِرَاءَتِها، وَالْإمْسَاكُ عَنِ الْكَلَامِ فِيْهَا بِغَيرِ عِلْمٍ، وَإجْلَالِ أهْلِهَا لِانتِسَابِهم اليهَا. وَالتَخلُّقُ بأخْلاقِه والتأدُّبُ بآدابِه، ومحبةُ اهلِ بَيْتِه واصحابِه، ومجانبةُ من اِبْتَدَعَ سُنّتَهٗ اوْ تَعَرَّضَ لِاَحَدٍ مِنْ اَصْحَابِه وَنحوُ ذٰلِکَ.

وَامَّا النَّصِيْحَةُ لِاَئِمةِ المسلمينَ: فَمعاونَتُهُمْ: على الحَقِّ وطاعتُهم فيه، وامرُهُمْ به ونهيُهُمْ وتذكيرُهُمْ بِرِفْقٍ، واعلامُهُمْ بِمَا غَفَلُوْا عنهُ وَلَم يُبَلِّغهُمْ مِنْ حقوقِ المسلمينَ وتَرْكُ الخروجِ بِالسَّيْفِ عَلَيْهِم، وَتَأليفُ قلوبِ المسلمِيْنَ لِطَاعَتِهِمْ.

قَالَ الخَطَّابِيُّ: وَمِنَ النَّصِيْحَةِ لهُمْ، اَلصَّلاةُ خَلْفَهُمْ، وَالْجِهَادُ مَعَهُمْ، وَاَدَاءُ الصَّدَقَاتِ اِلَيهِمْ، وتَرْكُ الخروجِ بِالسَّيْفِ عَلَيْهِم اِذَا ظَهَرَ منهم حَيْفٌ او سُوْءُ عَشَرةٍ، وان لا يغرُّوْا بِالثَّناءِ الْكَاذِبِ علَيْهِمْ، وَاَنْ يَدْعِىَ لَهُمْ بِالصَّلاحِ.

قَال ابْنُ بَطَّالٍ رحمه الله تعالى: فِى هذا الحَدِيْثِ دَلِيْلٌ اَنَّ النَّصِيْحَةَ تُسَمّٰى دِيْنًا وَاِسْلَامًا، وَاَنَّ الدِّيْنَ يقعُ عَلَى العَمَلِ كَمَا يقعُ على القولِ، قال: وَالنَّصِيْحَةُ فَرْضٌ يُجْزِىْ فِيهِ مَنْ قَامَ بِه، يسْقطُ عنِ الباقِينَ، قال: والنصيحة واجبةٌ على قدرِ الطاقةِ اذا علم الناصِحُ اَنّه يَقْبلُ نصحهٗ ويُطَاعُ اَمْرُهٗ وَاَمِنَ على نفسِهِ المكروهَ، فاِنْ خَشِىَ اَذًى فَهُوَ فى سِعَةٍ وَاللّٰهُ تعالى اعلمُ. فَاِنْ قِيْلَ فَفِى "صَحِيحِ البُخارى" اَنّه صلّى الله عليه وسلّم قال: (اِذَا اسْتَنْصَحَ احدُكُمْ اَخاهُ فَلْيَنصَحْ لهٗ)، وهو يَدُلُّ على تعليقِ الوَجُوْبِ بِالْاِسْتِنْصَاحِ لا مطلقًا، ومفهومُ الشرطِ حُجَّةٌ فى تخصيصِ عمومِ المَنْطوقِ. فجوابهٗ: يُمْكِنُ حَمْلُ ذلكَ على الأمورِ الدُّنيوِيَّةِ كَنِكَاحِ امْرَاَةٍ ومُعَامَلَةِ رَجُلٍ ونحوِ ذلکَ، وَالاوّلُ يُحملُ بِعمومِه فى الْاُمُوْرِ الدِّيْنِيَّةِ الَّتِىْ هِىَ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ، واللّٰهُ تعالى اعلمُ.

ترجمہ:

حضرت ابورقیہ تمیم بن اوس الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دین خیر خواہی ہے ہم نے عرض کیا اے اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کس کیلئے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل کیلئے اس کی کتاب کیلئے

اس کے رسول ﷺ کیلئے ائمہ مسلمین (مسلمان حکمرانوں) کیلئے اور عوام الناس کیلئے۔ روایت کیا اسے امام مسلم نے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ"۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ (۲) نصیحت ایک ایسا جامع کلمہ ہے جس کا پہلا معنی منصوح لہ کیلئے اس کا حق جمع (محفوظ) کرنا۔

(دوسرا معنی) کہا گیا ہے کہ نصیحت "نَصَحَ الرَّجُلُ ثَوْبَهٗ" سے ماخوذ ہے۔ (مرد نے اپنے کپڑے کی سلائی کی) لہٰذا یہاں ناصح (نصیحت کرنے والا) کا وہ فعل جو منصوح لہ (جس سے خیر خواہی یعنی نصیحت کی جائے) کی درستی و اصلاح کا تقاضہ (طلب کرنا) کرتا ہے اسے اس چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو کپڑے کے خلل کو بند کر دیتا ہے (یعنی کپڑے کی سلائی کر دیتا ہے)۔

(تیسرا قول) نصیحت "نَصَحْتَ الْعَسَلَ" سے ماخوذ ہے یہ اس وقت کہا جاتا ہے جو تو شہد کو شمع سے خالص اور صاف کر دے۔ (یہاں) قول (بات) کو ملاوٹ سے پاک کرنے کو شہد کو ملاوٹ سے پاک کرنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ (۳)

اور علماء کرام رحمہم اللہ نے فرمایا، "اَلنَّصِيْحَةُ لِلّٰهِ تَعَالٰى" کا معنی (مطلب) یہ ہے کہ اللہ عزوجل پر ایمان لانا (یعنی یقین رکھنا کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی سچا معبود نہیں)۔ اس سے شریک کی نفی کرنا (یعنی اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا) اللہ عزوجل کی صفات کمالیہ، صفات جلالیہ کا اقرار کرنا اسے تمام عیوب ونقائص سے پاک ماننا، اس کی اطاعت (عبادت) پر قائم رہنا، اس کی نافرمانی سے بچنا، اسی کیلئے محبت کرنا، اسی کیلئے بغض رکھنا، اس کے مطیع بندے سے مودّت کرنا، اس کے نافرمان سے عداوت رکھنا، اس کے منکر (کافروں) سے جہاد کرنا، اس کی نعمتوں کا اعتراف کرنا اور ان نعمتوں پر شکر بجالانا نیز ان تمام مذکورہ امور (اوصاف) میں اخلاص کا ہونا (ضروری ہے) اور ان تمام مذکورہ اوصاف کی طرف نرمی کے ساتھ تمام لوگوں کو بلانا اور ان پر ابھارنا یعنی بقدر ممکن نرمی کرنا۔ اور در حقیقت مذکورہ بالا تمام اوصاف اپنے نفس کو نصیحت کرنے میں بندے ہی کی طرف لوٹتے ہیں کیونکہ اللہ عزوجل ناصحین کی خیر خواہی سے بے نیاز ہے۔ (۴)

"وَاَمَّا النَّصِيْحَةُ لِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى" ۔ اور بہر حال اللہ عزوجل کی کتاب (قرآن) کیلئے نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ اس بات پر ایمان لانا قرآن منزل من اللہ عزوجل، خدا تعالیٰ ہی کا مقدس کلام ہے جو کہ لوگوں کے کلام کے مشابہ نہیں اور نہ ہی مخلوق (لوگوں) میں سے کوئی ایک بھی اس کی مثل لانے پر قادر ہے اور قرآن کی تعظیم کرتے ہوئے تجوید وقرات کے اعتبار سے جس طرح تلاوت کرنے کا حق ہے ویسی ہی خشوع وخضوع کے ساتھ تلاوت کرنا اور اسی سے محرفین (تحریف کرنے والوں) کی تحریف اور

عیب لگانے والوں کے عیب کو دور کرنا اور جو کچھ بھی قرآن میں مذکور ہے اس کی سچے دل سے تصدیق کرنا، اسی کے احکام کو جاننا، اسی کے علوم وامثال کو سمجھنا، اس کے مواعظ سے عبرت حاصل کرنا، اس کے عجائب میں غور وفکر کرنا، اس کے محکم آیات پر عمل کرنا، اس کے متشابہ آیات کو سچے دل سے تسلیم کرتے ہوئے اس سے اللہ عزوجل کی مراد کو حق جاننا، اس کے عموم وخصوص، ناسخ، منسوخ میں بحث کرنا (یعنی انہیں جاننا) اور اس کے علوم کو پھیلانا اور ان کی طرف لوگوں کو بلانا وغیرہ وغیرہ جو باتیں ہم نے ذکر کی ہیں یہ تمام قرآن یعنی اللہ عزوجل کی کتاب کے ساتھ خیر خواہی ہے۔

"وَاَمَّا النَّصِیْحَۃُ لِرَسُوْلِہٖ (ﷺ)"۔

بہرحال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت (نبوت) کی تصدیق کرنا جو کچھ آپ ﷺ لائے اس پر سچے دل سے ایمان لانا، آپ ﷺ کے امر ونہی کی پیروی کرنا (حضور ﷺ کی زندہ سنت کو مزید زندہ اور فوت شدہ سنت کو زندہ کرکے) آپ ﷺ کی مدد کرنا، آپ ﷺ نے اگرچہ ظاہری وصال فرمایا ہو یا نہ۔ آپ ﷺ کے دشمنوں سے دشمنی اور دوستوں سے دوستی رکھنا، آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کرنا، آپ ﷺ کے طریقہ اور سنتوں پر عمل کرکے زندہ کرنا (۵) اور دوسروں کو ترغیب دینا (یعنی سنتوں کو پھیلانا)، لوگوں کو ترغیب اس طرح دینا کہ سنتوں سے تہمتوں کو دور کرنا اور سنتوں کو خود سیکھنے اور دوسروں تک ان کے علوم کو پہنچانا اور سنتوں کی تعظیم وتوقیر کی وجہ سے ان کی طرف لوگوں کو بلائے۔ سیکھنے سکھانے میں لوگوں کے ساتھ نرمی کرنا احادیث مبارکہ کو باادب طریقے سے پڑھے، بغیر علم ہرگز ہرگز اس میں کلام تاویلیں نہ کرنا، جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا اہتمام کرتے ہیں ان کا ادب واحترام کرنا، اس لیے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے پڑھنے، پڑھانے، لکھنے، لکھوانے وغیرہ وغیرہ کی وجہ سے قابل تعظیم ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق حسنہ اور آداب مبارکہ کو اپنانا اور آپ ﷺ کے اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے محبت کرنا، ان بدعتیوں سے بچنا جو آپ ﷺ کی سنتوں میں اپنی طرف سے زیادتی کرتے ہیں یا آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک پر سب وستم کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ (رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیر خواہی ہے)۔

"وَاَمَّا النَّصِیْحَۃُ لِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ" اور بہرحال ائمہ مسلمین کیلئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ حق پر ان کی معاونت کرنا، حق میں ان کی پیروی کرنا، حق پر قائم رہنے کا حکم، کسی معاملہ سے روکنے کا حکم اور کسی معاملہ کی طرف توجہ نرمی سے دلانا، جس چیز سے غافل ہو، کسی وجہ سے مسلمانوں کے حقوق سے غافل ہو اس پر انہیں بتانا (خبردار کرنا) اور اگر ان سے کوئی خطا ہو تو بلا وجہ شرعی ان پر تلوار نہ اٹھانا (بغاوت نہ کرنا)، ائمہ مسلمین کی اطاعت کیلئے مسلمانوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈالنا۔

حضرت علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ائمہ مسلمین سے خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے پیچھے نماز ادا کرنا، ان کی معیت میں جہاد کرنا، ان کی طرف صدقات پہنچانا اور جب ان سے ظلم یا خلاف شرع کوئی کام ظاہر ہو تو ان کے خلاف تلوار نہ اٹھانا (بغاوت نہ کرنا)، ان کی جھوٹی تعریف کر کے انہیں دھوکے میں نہ ڈالنا۔

علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا(۶)، اس حدیث مبارکہ میں اس بات پر دلیل ہے کہ خیر خواہی دین اور اسلام کا نام ہے اور بے شک جس طرح دین کا اطلاق عمل پر ہوتا ہے اسی طرح قول پر بھی ہوتا ہے۔

حضرت علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے (مزید) فرمایا، نصیحت (خیر خواہی) ایک ایسا فرض ہے جو اسے قائم کرتا (بجالاتا) ہے وہ اس میں جزاء دیا جاتا ہے اور باقی لوگوں سے ساقط ہو جاتا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے (مزید) فرمایا جب ناصح (نصیحت کرنے والے) کو علم ہو جائے کہ بے شک اس کی نصیحت (امر بالمعروف ونہی عن المنکر) کو قبول کیا جائے گا اور اس کے حکم کی پیروی (عمل) کی جائے گی اور اسے اپنی جان پر مکروہ چیز سے امن (خوف نہ) ہو تو نصیحت بقدر طاقت کرنا اس پر واجب ہے اور اگر اسے تکلیف کا خوف ہو تو وہ وسعت میں ہے (یعنی اس کیلئے رخصت ہے)۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور اگر اعتراض کیا جائے کہ صحیح البخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "اِذَا اِسْتَنْصَحَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهٗ" جب تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی سے نصیحت طلب کرے تو اس (بھائی) کو چاہئے کہ اسے نصیحت کرے۔ حضور ﷺ کا یہ مقدس فرمان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نصیحت کا وجوب نصیحت طلب کرنے کے ساتھ معلق ہے مطلقاً نصیحت کرنا واجب نہیں۔ (۷)

پس اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا حمل امور دنیویہ پر ہو جیسے کسی عورت سے نکاح کرنا، اور کسی سے مرد کا معاملہ وغیرہ اور پہلی حدیث مبارکہ اپنے عموم کے ساتھ ان امور دینیہ پر محمول ہو جو ہر مسلمان پر واجب ہیں (۸) واللہ تعالٰی اعلم

شرح: خلاصہ حدیث

دین خیر خواہی کا نام ہے۔

(۱) حضرت ابو رقیہ تمیم بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حالات زندگی

آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام نامی اسم گرامی تمیم اور کنیت ابو رقیہ ہے۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاں صرف ایک بیٹی ہی ہوئی جس کا نام رقیہ تھا اسی کی نسبت سے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کنیت ابو رقیہ ہے۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ مذہب نصرانی کو ترک کر کے

ہجرت کے نویں سال اسلام لائے (اور) چالیس سال کی عمر میں وفات پائی اور بیت جبریل کے ساتھ دفن ہوئے)۔

ابو نعیم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مسجد میں چراغ روشن کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلسطین میں اقامت پزیر رہے پھر رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قریہ عینون سونپا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف خط بھی لکھا اور قریہ آج بھی بیت المقدس کے پاس مشہور و معروف ہے۔ اور ابو عمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینۃ المنورہ میں رہے پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد شام کی طرف منتقل ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ تہجد گزار تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رات کو قیام فرماتے تو ایک آیت کی تکرار اس قدر کرتے کہ صبح ہو جاتی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت "اِمَّا حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوْا السَّيِّئَاتِ" (تکرار سے) پڑھتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی پھر رکوع اور سجدہ کرتے اور بہت روتے۔ حضرت روح بن زنباع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھوڑے کیلئے جو صاف کر رہے ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اہل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارد گرد تشریف فرما ہیں تو میں نے عرض کیا کہ کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کام کرنے والا کوئی نہیں ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیوں نہیں مگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی مسلمان اپنے گھوڑے کیلئے جو صاف کر کے اس پر پیش کرے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے ہر دانے کے بدلے ایک نیکی لکھتا ہے۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج ا حرف تا، صفحہ ۳۰۲)

(۲) یہاں سے علامہ نووی علیہ الرحمۃ نصیحت کے معنی کے متعلق تین قول ذکر کر رہے ہیں جن میں سے پہلا منصوح لہ کیلئے اس کا حق جمع کرنا یعنی وہ اپنے بھائی کی پراگندگی کو جمع کرتا ہے جیسے سوئی کپڑے کو ملاتی ہے اس لفظ سے توبہ نصوح ہے گویا کہ گناہ دین کو بکھیرتا ہے اور اس کے ٹکڑے کرتا ہے اور توبہ اسے جمع (اکٹھا) کرتی ہے۔ (تفہیم البخاری، ج ا کتاب الایمان ص ۲۱۵)

(۳) معلوم ہوا کہ ہمدردی کرنے کو نصیحت کہتے ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ [اخلاص]

ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

اللہ تعالیٰ کو کسی کے عمل سے کسی قسم کی غرض نہیں۔ جان اسی کی عطا کردہ، احکام پر عمل کی توفیق اسی کی عطا کردہ، پھر جنت بھی اپنے فضل و کرم سے عطا کرتا ہے۔ جو کسی سے خیر خواہی کرے، اس میں اسی کا بھلا، رب تعالیٰ کی رحمت تو بہانہ تلاش کرتی ہے۔

(۵) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ والہ و سلم يَقُوْلُ نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهٗ كَمَا سَمِعَهٗ فَرُبَّ مبلَّغٍ اَوْعٰى لَهٗ مِنْ سَامِعٍ رَوَاہ التِرْمَذِیُّ وابْنُ مَاجَةَ وَ رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ"۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اسے تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کچھ سنا پھر جیسا سنا ویسا ہی پہنچادے کیونکہ بہت سے پہنچائے ہوئے سننے والے سے زیادہ سمجھدار (یاد رکھنے والے) ہوتے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الثانی صفحہ نمبر ۳۵ قدیمی کتب خانہ)

(۶) علامہ ابن بطال علیہ الرحمۃ نصیحت کا شرعی حکم بیان فرمارہے ہیں

نصیحت کرنا فرض کفایہ اور واجب کفایہ کی طرح ہے کہ جس طرح کوئی شخص کسی جماعت پر سلام کرے تو اب اس سلام کا جواب اس جماعت پر واجب کفایہ ہے کہ اگر کسی ایک نے بھی سلام کا جواب دیا تو سب بری الذمہ ہونگے ورنہ سب گنہگار۔

کہ جس طرح نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اگر محلّہ سے جن کو اطلاع ہوئی ان میں سے کوئی ایک بھی ادا کرلے تو سب سے ساقط، بری الذمہ وگرنہ سب گنہگار۔

اس حدیث میں نصیحت کو دین اسلام کہا گیا ہے اور دین کا اطلاق قول وعمل دونوں پر ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی فرض کفایہ ہے کہ بعض لوگ اسے قائم کریں اور دین سیکھیں تو باقی لوگوں سے ساقط ہوجاتا ہے اور باقی لوگ اپنی ضرورت کے مطابق دین سیکھیں۔

(۷) مطلب یہ کہ اس حدیث مبارکہ میں اِسْتَنْصَحَ باب استفعال سے ہے جس میں چاہت وطلب کے معنی پائے جاتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص خود چاہے کہ مجھے نصیحت کرو تو تب اسے نصیحت کرنا واجب ہے، مطلقاً واجب نہیں۔

(۸) یعنی علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے جو وجوب کا فرمایا اس سے مراد ان امور دینیہ میں نصیحت کرنا ہے جو ہر مسلمان پر واجب ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان جو بخاری شریف میں مذکور ہوا اس سے مراد معاملات، امور دنیویہ میں جب کوئی مشورہ طلب کرے تو اسے مشورہ دینا مراد ہے۔

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

حِيَازَةٌ: دکھانا، جمع کرنا، سختی سے جکڑنا۔ اَلْغَشُ: ملاوٹ۔ اَنْوَاعٌ: نَوْعٌ کی جمع ہے قسمیں۔ معاداۃٌ: دشمنی کرنا، باب مفاعلہ سے عادی کا مصدر ہے اصل میں مُعَادَوَةٌ تھا۔ التلطُّفُ: مہربانی کا برتاؤ کرنا، باب تفعل کے وزن پر مصدر ہے۔
الذَّبُّ: دفع کرنا۔ تَعْرِيْضٌ: تعریض کرنا یعنی دفع کرنا۔ مَحْكَمٌ: فیصلہ۔ اِعْظَامٌ: تعظیم کرنا۔
نَفْسُ التهمِ عَنْهَا: کا مطلب سنتوں سے تہمتوں کا دور کرنا۔ اَخْلَاقٌ: خُلُقٌ کی جمع ہے عادتیں۔ مَجَانِبَةٌ: بچنا۔
تَذْكِيْرٌ: نصیحت کرنا۔ تَأْلِيْفٌ: ملانا۔ حِيْفٌ: ظلم۔ عِشْرَةٌ: باہمی رہائش، میل جول۔ يَسْقُطُ: ساقط ہوگا۔ خَشِيَ: خوف۔ تَعْلِيْقٌ: بناوٹ، معلق کرنا۔ حُجَّةٌ: دلیل، عَمُوْمُ الْمَنْطُوْقِ عموم (مفہوم کا عام ہونا)۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ الثَّامِنُ......﴾

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰه قَالَ: (اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوا اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّى دِمَاءَ هُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلاَّ بِحَقِّ الاِسْلاَمِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى) رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ.

قوله صلّى اللّٰه عليه وسلّم: (اُمِرْتُ...الخ) فِيْهِ دَلِيْلٌ علٰى اَنَّ مطلقَ الْاَمْرِ وَصِيْغَتَهُ تدلُّ على الوَجُوْبِ.

قولُه صلّى الله عليه وسلّم: (فَاِذَا فَعَلُوا ذلكَ عَصَمُوا مِنِّىْ دِمَاءَ هُمْ وَاَمْوَالَهُمْ)، فان قيل: فَالصَّوْمُ مِنْ اَرْكَانِ الْاِسْلَامِ وكذٰلكَ الحَجُّ ولم يُذْكَرْهُمَا، فجوابُهُ: اَنَّ الصَّومَ لايُقَاتَلُ الْاِنْسَانُ عليه بَلْ يُحْبَسُ وَيُمْنَعُ الطَّعَامُ وَالشَّرابُ، والحجُّ على التراخِى، فلا يُقَاتَلُ عليه، وانّما ذكرَ رسولُ اللّٰهِ صلّى الله عليه وسلّم هذه الثلاثةَ لِاَنَّه يُقَاتَلُ على تركِهَا ولِهٰذَا لم يَذْكُرُ الصومَ والحجَّ لِمَعَاذٍ حين بَعَثَهُ الى اليَمَنِ، بَلْ ذَكَرَ هٰذِهِ الثَّلاثَةَ خاصةً.

وقولُه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: (اِلاَّ بِحَقِّ الِاسْلام) فَمِنْ حقِّ الاسلامِ فعلُ الوَاجِبَاتِ، فَمَنْ تَرَكَ الْوَاجِبَاتِ جَازَ قِتَالُهُ كالبُغَاةِ، وقُطَّاعِ الطَّرِيْقِ، والصَّائِلِ، ومانِعِ الزَّكَاةِ، والمُمْتَنِعِ مِنْ بذْلِهِ الماءَ لِلمضْطَرِّ والبَهِيْمَةِ المُحْتَرِمَةِ. والجَانِىْ والمُمْتَنِعِ من قضاءِ الدَّيْنِ مع القُدرةِ والزَّانِى المحْصَنِ وتاركِ الجمعةِ والوضُوْءِ.

فَفِيْ تِلكَ الْأَحْوال يُبَاحُ قتلُهُ وقتالُه، وكذلكَ لو ترَكَ الجماعةَ وَقُلْنَا اِنَّها فَرْضُ عَيْنٍ، اَوْ كِفَايَةٍ.

قولُه صلّى الله عليه وسلّم: (وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى) يَعْنِىْ مَنْ اَتٰى بِالشَّهَادَتَيْنِ وَاَقَامَ الصَّلاةَ وآتى الزَّكَاةَ عَصَمَ دمُهُ ومالُه، ثم اِنْ كان فَعَلَ ذٰلِكَ بِنيَّةٍ خالصةٍ صَالحةٍ فَهُوَ مؤمنٌ، وان كان فَعَلَهُ تَقِيَّةً وخوفًا من السَّيْفِ كالمنافِقِ فحسابُهُ على اللّٰهِ، وهو مُتَوَلِّىُ السَّرَائِرِ، وَكَذٰلِكَ مَنْ صَلّٰى بِغَيْرِ وَضُوْءٍ اَوْ غُسْلٍ مِنَ الْجَنَابَةِ، اَوْ اَكَلَ فِى بيتِهِ وَادَّعٰى اَنَّهُ صَائِمٌ، يُقْبَلُ منهُ وحسابُهُ على اللّٰهِ عزّوجلّ، واللّٰهُ اعلمُ.

ترجمہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۱) سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مجھے لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا

گیا یہاں تک کہ لوگ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ عزوجل کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں پس جب وہ اسے بجالائیں گے (ایسا کریں گے) تو وہ مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کرلے گئے مگر اسلام کا حق باقی ہے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ روایت کیا اس امام بخاری اور امام مسلم نے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان (اُمِـرْتُ......الخ) اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ امر اور صیغہ امر مطلق وجوب پر دلالت کرتا ہے۔(۲)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "فَـاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَ هُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ " اگر اعتراض کیا جائے کہ روزہ، حج اسلام کے ارکان میں سے ہیں تو ان دونوں کو ذکر نہیں کیا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ روزہ نہ رکھنے پر انسان سے قتال (جہاد) نہیں کیا جائے گا جبکہ اسے قید کیا جائے گا اور (اس کا) کھانا پینا روک دیا جائے گا اور حج وجوب علی التراخی کو چاہتا ہے جس پر جھگڑا (قتال) نہیں کیا جائے گا۔(۳)

اور محض رسول اللہ ﷺ نے ان تین (شہادت، نماز، زکوۃ) ہی کو ذکر فرمایا ہے کیونکہ ان کے ترک کرنے والے سے جہاد کیا جائے گا۔ اسی وجہ سے حج کا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کیلئے روزہ، حج کا ذکر نہ فرمایا جب آپ رضی اللہ عنہ کو امام الانبیاء ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا بلکہ محض ان تین ہی کو ذکر فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "اِلَّا بِـحَـقِّ الْاِسْلَامِ " اسلام کا حق تمام واجبات کو بجالانا ہے(۴) پس جس نے واجبات کو ترک کیا اس کے ساتھ قتال جائز ہے مثلاً باغی، ڈاکو، چور، مانع زکوۃ، محترم اور مضطر (مجبور کیے ہوئے) جانوروں کیلئے پانی خرچ کرنے سے منع کرنے والا، جنایت کرنے والا، ادائے قرض کی قدرت ہونے کے باوجود قرض ادا نہ کرنے والا، شادی شدہ زانی، نماز جمعہ اور وضو ترک کرنے والا۔

پس (اگر کسی میں مذکورہ) احوال میں سے ایک بھی پایا گیا تھا اس سے قتال اور قتل کرنا جائز ہے، اسی طرح جماعت کو ترک کرنے والے کا حکم ہے کیونکہ جماعت سے نماز کا پڑھنا فرض عین ہے یا فرض کفایہ۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "وَحِسَـابُهُـمْ عَـلَی اللّٰهِ تَعَالٰی " یعنی جس نے توحید و رسالت کی گواہی دی، نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کی تو اس کا خون اور مال محفوظ ہو گیا۔ پھر اگر ان کو خالص نیک نیت (رضائے الٰہی عزوجل) سے کیا تو وہ مومن ہے اور اگر ان کاموں کا کرنا تقیہ اور تلوار کے ڈر سے منافق کی طرح کیا تو اس کا حساب اللہ عزوجل پر ہے اور وہ ہی رازوں کا والی ہے اور اسی طرح

جس نے بغیر وضو اور بغیر غسل جنابت کے نماز پڑھی یا گھر میں (یا کسی اور جگہ چھپ کر) کھایا اور دعویٰ کیا کہ میں تو روزہ دار ہوں تو اس کے دعووں کو قبول (تسلیم) کیا جائے گا البتہ اس کا حساب اللہ عزوجل پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆......☆......☆......☆

شرح: خلاصہ حدیث

احکام خداوندی بجالانے والے کا مال وخون محفوظ ہوتا ہے۔ نیز حکم ظاہر پر ہے باطن اللہ تعالیٰ کے سپرد۔

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبداللہ ابن عمر ہے۔ ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے (۷۳ھ میں شہادت ابن زبیر سے تین ماہ بعد وفات پائی، ذی طوی کے مقبرہ مہاجرین میں دفن ہوئے)۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پرہیزگار، عالم، زاہد تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کوئی ایسا نہیں جسکی طرف دنیا مائل نہ ہوئی اور وہ دنیا کی طرف مائل نہ ہوا سوائے حضرت عمر اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے۔

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار یا اس سے زائد افراد کو آزاد کیا۔ غزوہ خندق میں حاضر ہوئے، ۷۳ھ میں شہادت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تین ماہ بعد وفات پائی، حل میں دفن ہونے کی خواہش تھی مگر کسی سے پوری نہ ہوئی اور ذی لوی کے مقربہ مہاجرین میں دفن ہوئے، چوراسی سال کی عمر شریف پائی۔ راویوں کی ایک بڑی تعداد نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث روایت کیں۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج اول کتاب الایمان ص ٦٧)

(۲) یہاں الناس سے مراد تمام کفار ہیں بعض حضرات نے فرمایا کہ صرف مشرکین مراد ہیں جیسا کہ نسائی کی روایت میں بجائے الناس کے المشرکین وارد ہے۔ مگر یہ تخصیص درست نہیں اس لیے کہ حدیث میں جو حکم مذکور ہے وہ تمام کفار کو عام ہے خواہ مشرک ہوں خواہ نہ ہوں اور نسائی کی روایت کی توجیہ یہ ہے کہ جب حکم تمام کفار کیلئے ہے تو مشرکین کیلئے بھی ہے لہٰذا یہ کہنے میں حرج نہیں کہ مجھے مشرکین سے لڑنے کا حکم دیا گیا یہاں تک کہ وہ ایمان کی شہادت دیں۔ (نزہۃ القاری ج اوّل کتاب الایمان، ص ٣٣٤)

نیز عندالشوافع امر مطلق وجوب کیلئے آتا ہے جب کہ احناف رحمہم اللہ کے نزدیک امر مطلق وجوب کیلئے آتا ہے جب تک کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ ودلیل نہ ہو، جیسا کہ حضرت صفی بن نصیر الرومی رحمۃ اللہ علیہ معدن الاصول میں لکھتے ہیں، اَلْاَمْرُ الْمُطْلَقُ الْوُجُوْبُ اِلَّا اِذَا قَامَ الدَّلِیْلُ عَلٰی خِلَافِہٖ امر مطلق وجوب کے ساتھ آتا ہے جب تک اس کے خلاف دلیل قائم نہ ہو۔

(معدن الاصول شرح اصول الشاشی فصل اوّل فی الامر صفحہ ٢٠٢، ناشر مکتبۃ الحبیبہ پشاور)

(۳) یعنی حج (مامور بہ) کی ادائیگی میں تاخیر جائز ہے لہٰذا صاحب استطاعت عمر بھر میں جب ادا کرنا چاہے جائز ہے کیونکہ حج کی ادائیگی کا حکم مطلق دیا اور مطلق کا حکم یہ ہے

حُكْمُ الْمُطْلَقِ اَنْ يَكُوْنَ الاَدَاءُ وَاجِبًا عَلَى التَّرَاخِي بِشَرْطِ اَنْ لَا يَفُوْتَهُ فِي الْعُمَرِ۔

مطلق حکم یہ ہے کہ مامور بہ کا ادا کرنا تاخیر کے جواز کے ساتھ واجب ہوگا اس شرط کے ساتھ کہ مامور بہ مکلّف سے عمر بھر فوت نہ ہو۔ البتہ اسے فوراً ادا کرنا مستحب ہے۔

(اصول الشاسی فصل المامور بہ نوعان صفحہ ۳۷ قدیمی کتب خانہ)

(۴) یعنی اگر چہ شہادتیں، نماز اور زکوۃ کی ادائیگی کی وجہ سے مال ودم محفوظ تو ہو جائیں گے جو اس کا حق تھا لیکن ہر ایسے شخص پر اسلام کا حق باقی رہتا ہے اور اسلام کا حق واجبات کو بجالانا ہے جو واجبات کو بجا نہیں لائے گا اس پر اسلام کا حق ترک کرنے کی وجہ سے سزا مرتب ہوگی مثلاً چوری کی تو چوری کی سزا پائے گا، اسی طرح زنا، قتل وغیرہ۔

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

اُمِرْتُ: مجھے حکم دیا گیا۔ اُقَاتِلُ: میں لڑوں گا، واحد متکلم۔ يُقِيْمُوْا: وہ قائم کریں۔ عَصَمُوْا: انہوں نے بچالیا۔ دِمَاءٌ: دَمٌ کی جمع ہے خون۔ اَرْكَانٌ: رُكْنٌ کی جمع ہے، ستون۔ يُحْبَسُ: قید کیا جائے گا۔ اَلْوَاجِبَاتُ: وَاجِبَةٌ: کی جمع ہے لازم۔ اَلْبُغَاةُ: بَاغٍ کی جمع ہے، ظلم کرنے والے، زیادتی کرنے والے۔ قُطَّاعُ الطَّرِيْقِ: ڈاکو۔ اَلْقَتَائِلُ: حملہ کرنے والا، کود پڑنے والا۔

اَلْمُحْصِنُ: شادی شدہ۔ اَلشَّهَادَتَيْنِ: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کو شہادتین کہتے ہیں۔ اَسْرَارٌ: سِرٌّ کی جمع ہے، راز۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ التَّاسِعُ......﴾

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقُوْلُ: (مَانَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ وَمَا اَمَرْتُكُمْ بِهٖ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَاِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلٰى اَنْبِيَائِهِمْ) رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ.

قولُهُ صلّى الله عليه وسلّم: (مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ) اى: اِجْتَنِبُوْهُ جملةً واحدةً لا تَفْعَلُوْهُ ولا شيئًا منه، وَهذا مَحمُوْلَةٌ عَلٰى نَهْيِ التَّحْرِيْمِ، فَامَّا نَهْيُ الكَرَاهَةِ فَيَجُوزُ فِعْلُهُ، واَصْلُ النَّهْيِ فى اللُّغَةِ: اَلْمَنْعُ.

قولُه صلّى الله عليه وسلّم: (وَمَا اَمَرْتُكُمْ بِهٖ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ) فِيْهِ مَسَائِلُ: منها: اذا وَجَدَ ماءً للوضوءِ لا يكفِيْهِ فالاَظْهَرُ وجُوبُ استِعْمَالِهٖ ثُمَّ يتيَمَّمَ لِلْبَاقِیْ. ومنها: اِذَا وَجَدَ بَعْضَ الصَّاعِ فِی الفِطْرَةِ فَاِنَّهٗ يَجِبُ اِخْرَاجُهٗ. وَمِنْهَا اذا وَجَدَ بعضَ مايَكْفِی لِنَفَقَةِ الْقَرِيْبِ اَوِ الزَّوْجَةِ اوالبَهِيْمَةِ فَاِنَّهٗ يَجِبُ بذْلُهٗ. وهذا بخلافِ مَا اذا وَجَدَ بعضَ الرَّقَبَةِ فَاِنَّه لايَجِبُ عِتْقُهٗ عن الكَفَّارَةِ لانّ الكفَّارَةَ لَهَا بَدَلٌ وهو الصَّوْمُ.

وقولُه صلّى الله عليه وسلّم: (فَاِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ على اَنْبِيَائِهِمْ).

اِعْلَمْ انّ السوالَ على اقسامٍ:

اَلْقِسْمُ الاَوَّلُ: سُوَالُ الْجَاهِلِ عن فَرَائِضِ الدِّيْنِ كالوَضُوءِ وَالصَّلاةِ وَالصَّومِ، وعَنْ اَحْكَامِ المعاملةِ ونحوِ ذٰلك.

وَهذَا السُّوالُ واجبٌ وعلَيْهِ حُمِلَ قولُهُ صلّى الله عليه وسلّم: (طَلَبُ العلمِ فريضةٌ عَلٰى كلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلمةٍ)، وَلَا يَسَعُ الْاِنْسَانُ السُّكُوْتَ عَنْ ذٰلك قال تعالٰى: ﴿فَسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ﴾ [النحل:۴۳]، وقال ابْنُ عباسٍ رضى الله عنهما: اِنِّیْ اُعْطِيْتُ لِسَانًا سَئُوْلاً، وقَلْبًا عَقُولاً، كَذٰلِكَ اَخْبَرَ عَنْ نَفْسِهٖ رَضِیَ اللّٰهُ تعالٰى عنهُ.

وَالقِسْمُ الثَّانِی: السُّوالُ عَنِ التَّفَقُّهِ فِی الدِّيْنِ لالِلعمَلِ وحده مَثلُ القضاءِ والفَتْوٰى وهذَا فرضُ كفايةٍ لِقولِهٖ سبحانه وتعالى: ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِی الدِّيْنِ﴾ الآية، [التوبة:۱۲۲]۔

وقال صلّى الله عليه وسلّم: (اَلا فَلْيُعَلِّمِ الشَّاهِدُ مِنْكم الغَائِبَ).

اَلْقِسْمُ الثَّالِثُ: اَنْ يَسْأَلَ عَنْ شَیْءٍ لَمْ يُوْجِبْهُ اللّٰهُ عَلَيْه، ولا عَلٰى غَيْرِهٖ، وَعلى هذَا حُمِلَ الحديثُ

لانّہ قد یکونُ فی السوالِ تَرتُّبُ مُشقّةٍ بِسَبَبِ تکلیفٍ یحصلُ ولهذا قال صلّی اللّٰه علیه وسلّم: (وَسَکتُ عَنْ اَشیاءَ رَحمَةً لکُم فَلاَ تَسألُوا عَنهَا). وَعَنْ عَلِیّ رضی اللّٰه عنه: لمَّا نَزَلَتْ ﴿وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا﴾ [آل عمران:۹۷]۔ قال رجلٌ: اَکُلَّ عَامٍ یارسولَ اللّٰهِ؟ فَاَعْرَضَ عَنْهُ، حتی اَعَادَ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلاثًا، فَقالَ رسولُ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: (وَمَا یُوْشِکُ اَنْ اَقُولَ نَعمْ، وَاللّٰهِ لَوْ قُلْتُ: نَعَمْ لَوَجَبَتْ، وَلَوْ وَجَبَتْ لَمَا اسْتَطَعْتُمْ، فاتْرُکُوْنِیْ مَا تَرَکْتُکُمْ فَاِنَّما اَهلَکَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ کَثْرةُ مَسَائِلِهِمْ واخْتِلاَفِهِمْ عَلٰی اَنْبِیَائِهِمْ فَاِذا اَمَرْتُکُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مااسْتَطَعْتُمْ واذا نَهَیْتُکُمْ عَنْ اَمرٍ فاجتنبُوْهُ، فانزل اللّٰهُ تعالی: ﴿یٰاَیُّهَاالَّذِیْنَ ءَامَنُوْا لَاتَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ﴾ [المائدۃ:۱۰۱]، اَیْ: لَمْ آمُرْکُمْ بِالعَمَلِ بها، وهٰذا النَّهْیُ خَاصٌّ بِزَمَانِهٖ صلّی اللّٰه علیه وسلّم. اَمَّا بَعْدَ أن استقَرَّتِ الشَّرِیْعَةُ، وأمِنَ مِنَ الزِّیادةِ فیهَا زَالَ النَّهْیُ بِزَوالِ سَبَبِهٖ، وکَرِهَ جماعةٌ مِنَ السَّلَفِ السُّوالُ عنْ معانی الآیاتِ الْمُشْتَبِهَةِ.

سُئِلَ مالکٌ رحمه اللّٰه تعالٰی عن قولِهٖ تعالٰی: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی﴾ [طٰہٰ:۵] فَقَالَ: اَلْاِسْتِوَاءُ معلومٌ، وَالْکَیْفُ مَجْهُوْلٌ، وَالاِیْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ، والسوالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ واُرَاکَ رجلَ سُوْءٍ اَخْرِجُوْهُ، عَنِّی.

وقال بعضُهُمْ: مَذْهَبُ السَّلَفِ اَسْلَمُ، وَمَذْهَبُ الْخَلَفِ اَعْلَمُ: وَهُوَ السَّوَالُ.

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے تمہیں جس بات سے منع کیا (روکا) اس سے باز رہو اور جس بات کا میں نے تمہیں حکم دیا اسے حسب طاقت بجالاؤ محض تم سے پہلے لوگوں کو اپنے انبیاء کرام علیہم السلام سے بکثرت سوال اور ان سے اختلاف نے ہلاک کر دیا۔ روایت کیا ہے اسے امام بخاری اور امام مسلم نے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "مَا نَهَیْتُکُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ" یعنی جس چیز سے (میں نے) منع کیا اس سے بالکل رک جاؤ کسی بات کو کہو نہ کچھ کام کرو۔ (اس حدیث مبارکہ میں نہی، نہی تحریم پر محمول ہے بہرحال نھی الکراھۃ (مکروہ تنزیہی) کا کرنا تو جائز ہے۔

نہی کے لغوی معنی المنع (روکنا) ہے۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "وَمَا اَمَرْتُکُمْ بِهٖ فَاْتُوْا مِنْهُ مَااسْتَطَعْتُمْ"۔

اس فرمان عالیشان سے چند مسائل ثابت ہوتے ہیں

(۱): جب کسی کے پاس وضو کرنے کیلئے تھوڑا پانی (جو وضو کیلئے کافی نہ ہو) تو اظہر قول کے مطابق کم پانی کو استعمال کرنا اور باقی اعضاء کیلئے تیمم واجب ہے۔(۳)

(۲): اگر کسی کے پاس مکمل صاع صدقہ فطر نہ ہو (بلکہ تھوڑا ہو) تو اسی تھوڑے صاع کا ادا کرنا واجب ہے۔(۴)

(۳): قریبی رشتہ داروں کا نان نفقہ واجب ہو اور اس کے پاس تھوڑا نان نفقہ ہو جو کافی نہ ہو تو اس تھوڑے ہی کو خرچ کرنا واجب ہے۔اسی طرح شادی شدہ مرد پر بیوی کا جو نان نفقہ لازم ہے اس سے کم ہو تو کم ہی کو خرچ کرنا واجب ہے اسی طرح چوپایوں کا (چارہ جو کم ہو)۔(۵)

(۴): جب کسی پر کفارہ لازم ہو اور اس کے پاس نصف غلام ہو تو کفارہ میں اس نصف غلام کا آزاد کرنا واجب نہیں کیونکہ کفارہ میں غلام کا بدل روزہ موجود ہے۔(۶)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "فَاِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ وَ اخْتِلَافِهِمْ عَلٰى اَنْبِيَاءِ هِمْ" جان لے تو کہ بے شک سوال چند اقسام پر ہے۔

پہلی قسم: جاہل کا فرائض دین کے متعلق سوال کرنا مثلاً وضو، نماز، روزہ اور احکام معاملہ کے بارے میں سوال کرنا وغیرہ وغیرہ اور یہ سوال کرنا واجب ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان اسی پر محمول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، علم دین حاصل کرنا ہر مرد و عورت پر فرض ہے۔(۷)

اور کوئی بھی انسان گنجائش نہیں رکھتا فرائض دین کے متعلق سوال کرنے سے خاموش رہنے کی۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا، "فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ"۔(۸) [النحل:۴۳]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے سوال کرنے والی زبان اور سمجھ دار دل عطا کیا گیا ہے۔اس طرح آپ رضی اللہ عنہما نے اپنے بارے میں خبر دی اللہ عزوجل ان سے راضی ہو۔(۹)

دوسری قسم: دوسری قسم صرف عمل کیلئے نہیں بلکہ تفقہ فی الدین کے متعلق سوال کرنا مثلاً قضاء و فتویٰ کے بارے میں سوال کرنا اور یہ سوال کرنا فرض کفایہ ہے(۱۰) کیونکہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا، "فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ"۔ [التوبہ:۱۲۲]

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "اَلا فَلیُعَلِّمِ الشَّاھِدُ مِنکُمُ الغَائِبَ"۔(۱۱)

خبردار سنو! پس چاہیے کہ (میری بات) تم میں سے حاضر، غیر حاضر کو بتائے۔

تیسری قسم: ایسی شے کے بارے میں سوال کرنا جو اس پر اور اس کے غیر پر (کسی پر بھی) واجب نہیں اور اسی تیسری قسم پر حدیث کو محمول کیا گیا ہے کیونکہ کبھی کبھی سوال کرنے کی مشقت کا اٹھانا باعث تکلیف ہوتا ہے۔

اسی لیے امام الانبیاء رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا،

اور میں جن اشیاء (کے احکام) کو بیان کرنے سے خاموش رہا تم پر رحم فرماتے ہوئے تو تم ان کے بارے میں سوال نہ کرو۔

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جب یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی، "وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا"۔ [آل عمران:۹۷](۱۲)

تو ایک مرد نے کہا (۱۳) یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہر سال؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے اعراض کیا (چہرہ مبارک پھیر لیا) یہاں تک کہ اس نے دو یا تین مرتبہ سوال کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قریب تھا کہ میں ہاں کہہ دیتا، اللہ عزوجل کی قسم اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال واجب ہو جاتا اور اگر واجب ہو جاتا تو تم اس کی ہرگز طاقت نہ رکھتے۔ پس جس چیز کے بارے میں تم کو حکم نہ دوں اس چیز کے بارے میں مجھ سے سوال مت کرو۔ بے شک تم سے پہلی امتوں کو ان کے انبیاء علیہم السلام سے کثرت سوال و اختلاف نے ہلاک کر دیا لہٰذا جب میں تم کو جس چیز کے کرنے کا حکم دوں اسے بقدر طاقت (استطاعت) کرو اور جس چیز سے منع کروں اس سے بچو اللہ عزوجل نے (آیت مقدسہ کو) نازل کیا۔

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ"۔ [المائدہ۱۰۱](۱۴)

یعنی جن اشیاء پر عمل کرنے کا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا اس کے بارے میں سوال نہ کرو اور یہ نہی امام الانبیاء ﷺ کے زمانہ اقدس کے ساتھ خاص ہے۔

بہرحال شریعت مطہرہ کے استقرار پانے اور اللہ عزوجل کے شریعت کو اس میں زیادتی (یا کمی) ہونے سے محفوظ کر دینے کے بعد نہی اپنے سبب کے زوال کے ساتھ ہی زائل ہو گئی اور اسلاف کی ایک جماعت متشابہ آیات کے معانی کے متعلق سوال کرنے کو مکروہ (ناپسند) قرار دیتی ہے۔(۱۵)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ عزوجل کے فرمان، "اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی" (طٰہٰ۵)(۱۶) کے متعلق

سوال کیا گیا تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا، استواء معلوم ہے (بہر حال کیفیت مجہول ہے) اس پر ایمان لانا واجب اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے اور میں تجھے برا مرد خیال کرتا ہوں۔ (اے لوگو) اس کو مجھ سے دور کر دو (یعنی میری درسگاہ سے نکال دو) اور بعض نے فرمایا کہ اسلاف کا مذہب اسلم اور بعد والوں کا مذہب اعلم اور وہ سوال کرنا ہے۔ (۱۷)

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو فلسفہ زندگی سے آگاہ فرمایا کہ تمہارا راہ نجات پانا صرف میری اتباع میں ہے لہٰذا جس کا حکم دوں وہ اختیار کرو جس کا حکم نہ دوں اسے چھوڑ دو کہ کثرت سوال باعث مشقت و ہلاکت ہے جیسا کہ سورۃ بقرہ شریف سے ظاہر ہے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام کفر میں عبد الشمس اور اسلام میں عبد الرحمٰن ابن صخر دوسی ہے۔ خیبر کے سال اسلام لائے چار سال سفر و حضر میں حضور ﷺ کی ہمراہ سایہ کی طرح رہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلی بڑی پیاری تھی حتیٰ کہ ایک بار اپنی آستین میں بلی لیے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی بلیوں والے ہو، تب آپ رضی اللہ عنہ اس کنیت سے مشہور ہو گئے، مدینہ منورہ میں ۵۷ھ میں وفات ہوئی، جنت البقیع میں دفن ہوئے ۷۸ سال عمر ہوئی غضب (کرم) کا حافظہ تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چار ہزار تین و چونسٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان الفصل الاوّل ۳۶)

(۲) نہی کی لغوی تعریف:

اَلنَّهْيُ هُوَ الْمَنْعُ لُغَةً نہی کا لغوی معنی روکنا ہے۔ (حاشیہ احسن الحواشی علی اصول الشاشی فصل فی النہی الناشر قدیمی کتب خانہ)

نہی کی اصطلاحی تعریف:

"اَلنَّهْيُ هُوَ قَوْلُ الْقَائِلِ لِغَيْرِهٖ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِعْلَاءِ لَا تَفْعَلْ"۔

نہی وہ قائل کا اپنے غیر کو استعلاء (بڑا جاننا) کے طور پر "لَا تَفْعَلْ" کہنا۔

(معدن الاصول شرح اصول الشاشی فصل النہی صفحہ ۲۲۳ ناشر المکتبۃ الحبیبہ پشاور)

نہی کی اقسام:

(۱): حرام کی تعریف: یہ فرض کا مقابل ہے اس کا ایک بار بھی قصداً کرنا گناہ کبیرہ فسق ہے۔

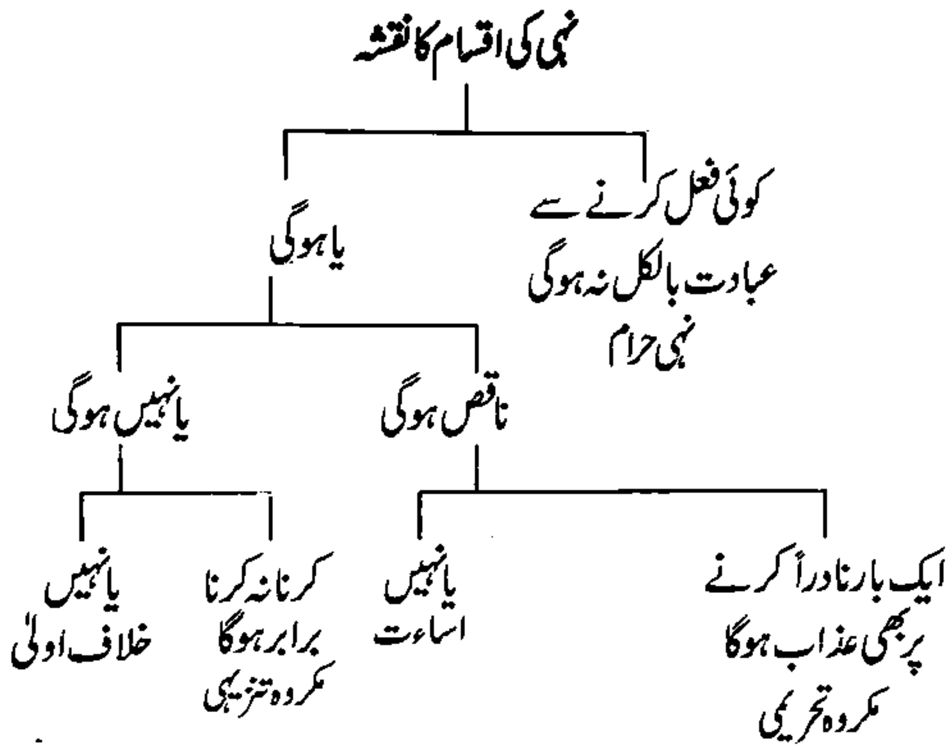
(۲): مکروہ تحریمی: یہ واجب کا مقابل ہے اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے۔

(۳): مکروہ تنزیہی: جس کا کرنا شرع کو پسند نہیں مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعید عذاب فرمائے۔

(۴): اساءت: جس کا کرنا برا ہو اور نادراً کرنے والا مستحق عتاب اور التزام فعل پر استحقاق عذاب۔

(۵): خلاف اولیٰ: جس کا نہ کرنا بہتر تھا، کیا تو کچھ مضائقہ و عتاب نہیں۔

(بہار شریعت ج اوّل، حصہ دوم ص ٦)



(۳): عندالاحناف غسل اور تیمم کو اکٹھا (جمع) کرنا ممنوع ہے۔

وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْغُسْلِ وَالتَّيَمُّمِ اور دھونے اور تیمم کو جمع نہیں کرے گا۔

(نورالایضاح باب التیمم ص ۳۷، الناشر ضیاء العلوم پبلی کیشنز راولپنڈی)

(الفتاویٰ العالمگیری ج اوّل الباب الرابع فی التیمم الفصل الاول فی امور لابد منہا فی التیمم ص ۳۸)

غسل اور دھونے کو جمع کرنا اس لیے منع ہے کہ غسل کا بدل تیمم ہے اصل نہ ہو تو بدل پر عمل کیا جائے گا دونوں کو جمع کرنا یعنی بدل و مبدل کو جمع کرنا ممنوع ہے جیسا کہ منقول ہے،

"لَايَصِحُّ الْجَمْعُ بَيْنَ الْغَسْلِ وَالتَّيَمُّمِ لِمَا فِيهِ مِنَ الْجَمْعِ بَيْنَ الْبَدَلِ مِنَ الْمُبْدَلِ"۔

غسل و تیمم کو جمع کرنا درست نہیں کیونکہ اس سے بدل و مبدل کو جمع کرنا لازم آتا ہے۔

(امداد الفتاح شرح نورالایضاح باب التیمم فصل لاجمع بین البدل والمبدل ص ۱۲۹ ناشر صدیقی پبلیکیشنز)

(۴) صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے گیہوں یا اس کا آٹا یا ستو نصف صاع کھجور یا منقے ہو جو یا آٹا یا ستو ایک صاع۔

(بہارشریعت ج اوّل حصہ پنجم صدقہ فطر کا بیان صفحہ ۹۳۸ مکتبۃ المدینہ)

(۵) لغۃ: مَا يُنْفِقُهُ الْاِنْسَانُ عَلٰى عِيَالِهٖ ،نفقہ کے لغوی معنی ہے وہ چیز جسے انسان اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے۔

وَشَرْعًا كَمَا قَالَ هِشَامٌ سَأَلْتُ الامَامَ مُحَمَّدًا عَنِ النَّفَقَةِ فَقَالَ هِيَ الطَّعَامُ وَالكِسْوَةُ وَالسُّكْنُ۔

اور نفقہ کے شرعی معنی جیسا کہ ہشام علیہ الرحمۃ نے امام محمد علیہ الرحمۃ سے نفقہ کے بارے میں پوچھا تو آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا نفقہ طعام، کپڑا، رہنے کا مکان ہے۔ (اللباب فی شرح الکتاب الجزء الثانی کتاب النفقات، صفحہ ۲۰۹ قدیمی کتب خانہ)

اسباب نفقہ: تَجِبُ بِاَسْبَابٍ ثَلاثَةٍ زَوْجِيَّةٌ و قَرابَةٌ وَمِلْكٌ۔

نفقہ تین اسباب کے سبب واجب ہوتا ہے، زوجیت، قرابت (نسب) ملک (ملکیت) لہٰذا جس عورت سے نکاح صحیح ہو اس کا نفقہ بھی شوہر پر واجب ہے۔

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں فرمایا، "وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ"۔

ترجمہ کنزالایمان: اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا اور پہننا ہے حسب دستور کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے گا مگر اس کے مقدور بھر ماں کو ضرر نہ دیا جائے اس کے بچہ سے اور نہ اولاد والے کو اس کی اولاد سے یا ماں ضرر نہ دے اپنے بچہ کو اور نہ اولاد والا اپنی اولاد کو اور جو باپ کا قائم مقام ہے اس پر بھی ایسا ہی واجب ہے۔ [البقرہ ۲۳۳]

(۶) لَوْ كَانَ عَبْدٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ اَعْتَقَ اَحَدُهُمَا نَصِيْبَهٗ عَنْ كَفَّارَتِهٖ لَا يَجُوْزُ عَنْهَا عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ رحمۃ اللہ علیہ۔

اور اگر ایک غلام دو افراد کے درمیان مشترک ہو ان میں سے ایک نے اپنے کفارہ سے اپنے حصے کا آزاد کیا تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں۔ لہٰذا اگر کسی کی ملکیت میں مکمل غلام نہ ہو تو اس کا بدل روزے کا اختیار کرنا لازم ہوگا۔

(الفتاوی العالمگیری ج اوّل کتاب الطلاق الباب العاشر فی الکفارۃ صفحہ ۵۱۰)

(۷) ہر مسلمان مرد و عورت پر علم سیکھنا فرض ہے۔ علم سے بقدر ضرورت شرعی مسائل مراد ہیں لہٰذا روزے نماز کے مسائل ضروریہ سیکھنا ہر مسلمان پر فرض، حیض و نفاس کے ضروری مسائل سیکھنا ہر عورت پر، تجارت کے مسائل سیکھنا ہر تاجر پر، حج کے مسائل سیکھنا حج کو جانے والے پر فرض عین ہیں لیکن دین کا پورا عالم بننا فرض کفایہ کہ اگر شہر میں ایک نے ادا کر دیا تو سب بری ہو گئے۔

صوفیا فرماتے ہیں کہ اپنے نفس کے آفات، شیطانی اثرات کا جاننا بھی ہر مسلمان کو ضروری ہے تا کہ ان سے بچ سکے۔
(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الثانی صفحہ ۱۹۶)

(۸) ترجمہ کنزالایمان: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

مفتی احمد یار خان علیہ الرحمۃ اس آیت کے تحت تفسیر نور العرفان میں فرماتے ہیں یہ آیت ان مشرکین کے رد میں اتری جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ بشر کو نبی نہیں بنا سکتا اس آیت سے معلوم ہوا کہ غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے کیونکہ نہ جاننے والے پر ضروری ہے کہ وہ جاننے والے سے پوچھے، تقلید میں بھی یہی ہوتا ہے کہ غیر مجتہد اجتہادی مسائل اپنے امام سے پوچھتا ہے۔

(۹) یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بارے میں اس طرح خبر دی معلوم ہوا کہ سوال کرنے میں عار نہیں ہونی چاہیے کیونکہ بے علمی کا علاج سوال ہے۔ "عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا فِي سَفَرٍ فَاَصَابَ رَجُلًا مِنَّا حَجَرٌ فَشَجَّهُ فِي رَأْسِهٖ فَاحْتَلَمَ فَسَأَلَ اَصْحَابَهُ هَلْ تَجِدُوْنَ لِيْ رُخْصَةً فِي التَّيَمُّمِ قَالُوْا مَا نَجِدُ لَكَ رُخْصَةً وَاَنْتَ تَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ اُخْبِرَ بِذٰلِكَ قَالَ قَتَلُوْهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ اَلَا سَئَلُوْا اِذْ لَمْ يَعْلَمُوْا فَاِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ كَانَ يَكْفِيْهِ اَنْ يَّتَيَمَّمَ وَيَعْصِبَ عَلٰى جُرْحِهٖ خِرْقَةً ثُمَّ يَمْسَحَ عَلَيْهَا وَيَغْسِلَ سَائِرَ جَسَدِهٖ".
(مشکوۃ المصابیح باب التیمم الفصل الثانی ص ۵۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم ایک سفر میں گئے پس ہم میں سے ایک شخص کو پتھر لگ گیا جس نے اس کا سر زخمی کر دیا۔ پھر اسے احتلام ہو گیا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے سوال کیا، کیا تم میرے لیے تیمم میں رخصت پاتے ہو؟ تو انہوں نے کہا ہم آپ کیلئے رخصت نہیں پاتے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی پر قادر ہیں۔ اس نے غسل کر لیا پس وہ شہید ہو گئے۔ جب ہم حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کو اس کی خبر دی گئی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ انہیں غارت کرے انہوں نے اسے مار دیا۔ خبردار جب علم نہ تھا تو پوچھ کیوں نہ لیا بے علمی (جہالت) کا علاج سوال (پوچھنا) ہے۔ اسے تو محض اتنا ہی کافی تھا کہ تیمم کر لیتا اور اپنے زخم پر کپڑا لپیٹ لیتا پھر اس پر مسح کر لیتا اور باقی جسم دھو ڈالتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کا علم نہ تھا جسکی وجہ سے ایسا ہوا اور حضور ﷺ نے انہیں فرمایا کہ تم نے مجھ سے کیوں نہ پوچھا اور معلوم ہوا کہ اگر نہ آتا ہو تو عار محسوس نہیں کرنی چاہیے بلکہ "لَا اَدْرِيْ" کہہ دینا چاہیے۔

پیر طریقت رہبر شریعت، بانی دعوت اسلامی، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اس پر خود بھی عمل کرتے اور اپنے مدنی مذاکروں کے شروع میں بھی اکثر فرماتے ہیں، "سوال کیجئے معلوم ہوا تو عرض کر دوں گا،

معلوم نہ ہوا تو لَا اَدْرِی کہہ دوں گا، بن پڑا تو معلوم کر کے عرض کردوں گا، غلطی کرتا پائیں تو فوراً اصلاح فرمائیں" وغیرہ وغیرہ۔

علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں: "لَا اَدْرِیْ نِصْفُ الْعِلْمِ" مجھے علم نہیں کہنا آدھا علم ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص ۴۲ مکتبہ حقانیہ)

"لَا شِفَاءَ لِدَاءِ الْجَهْلِ اِلَّا التَّعَلُّمُ" جہالت کی بیماری کیلئے شفاء نہیں مگر سوال۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ باب التیمم الفصل الثانی ص ۸۹)

حضور ﷺ کا ان کو بددعائیہ کلمات حقیقی بددعا کیلئے نہ تھے۔ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ میں تحریر فرماتے ہیں، "عَابَهُمْ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِالْاِفْتَاءِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَاَلْحَقَ بِهِمُ الْوَعِيْدَ بِاَنْ دَعَا عَلَيْهِمْ لِكَوْنِهِمْ مُقَصِّرِيْنَ فِي التَّاَمُّلِ فِي النَّصِّ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالٰى مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ حَرَجٍ"۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کو شرم دلائی (ان کے فعل کو معیوب قرار دیا) بغیر علم کے فتوی دینے کی وجہ سے اور ان کے بارے میں بددعائیہ کلمات کہہ کر انہیں وعید سے ملایا اس لیے کہ انہوں نے نص یعنی اللہ تعالیٰ کے قول "يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ" میں غور وفکر کرنے میں کوتاہی کی۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب التیمم الفصل الثانی ج اوّل ص ۸۹)

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر خطا اجتہادی کی بنا پر قتل بھی واقع ہوجائے تب بھی مجتہد پر قصاص یا دیت بلکہ گناہ بھی نہیں۔ نیز اس حدیث مبارکہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وَیُعَصِّبُ کا واوَ بمعنی او ہے مطلب یہ ہے کہ اگر وہ غسل بالکل نہ کرسکتا تھا تب تو تیمم کر لیتا اور اگر صرف سر پر پانی ڈالنا مضر تھا تو زخم پر پٹی باندھ کر مسح کر لیتا باقی جسم دھو لیتا۔ امام شافعی علیہ رحمۃ الکافی اس واوَ کو جمع کیلئے مانتے ہیں اور فرماتے ہیں ایسی حالت میں تیمم بھی کرے اور غیر مجروح حصے کا غسل بھی لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول بہت قوی ہے کیونکہ تیمم غسل کا نائب ہے اور نائب واصل کبھی جمع نہیں ہوسکتے نیز محدثین کے نزدیک یہ حدیث ضعیف بھی ہے خیال رہے کہ مشکوک پانی کی صورت میں غسل وتیمم دونوں کرتے ہیں اس کی وجہ ہماری اپنی بے علمی ہے کہ پانی مطہر ہے یا نہیں وہاں اصل ونائب کا اجتماع نہیں وہاں غسل ہی طہارت ہے یا تیمم ہی۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج اوّل باب التیمم الفصل الثانی صفحہ ۳۳۱)

(۱۰) یعنی عالم ومفتی بننا تمام علوم کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے جیسا کہ آنے والی آیت مقدسہ سے بھی ظاہر ہے۔

(۱۱) ترجمہ کنزالایمان: تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔

مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۲۲ کے تحت فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ عموماً جہاد اور مکمل علم

دین سیکھنا فرض کفایہ ہے اور معلوم ہوا کہ اگر بستی میں ایک شخص بھی مکمل عالم دین ہو جائے تو سب کا فرض ادا ہو گیا۔

(تفسیر نور العرفان)

(۱۲) ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ کیلئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔

(۱۳): وہ شخص حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ تھے۔

(۱۴) ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔

اس آیت مقدسہ کا شان نزول یہ ہے

بعض لوگ حضور پرنور ﷺ سے اکثر بے فائدہ باتیں پوچھا کرتے تھے۔ حضور ﷺ! میرا اونٹ گم ہو گیا ہے وہ کہاں ہے وغیرہ وغیرہ یہ ناگوار خاطر مبارک ہوتا تھا۔ ایک روز ارشاد فرمایا کہ اچھا جو پوچھنا ہے پوچھ لو ہم ہر بات کا جواب دیں گے۔ ایک شخص نے پوچھا میرا انجام کیا ہے؟ فرمایا جہنم، دوسرے نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا صداقہ، یعنی تو حرامی ہے اپنے باپ کے نطفے سے نہیں کیونکہ اس کی ماں کا خاوند کوئی اور تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ ہمارے حبیب ﷺ سے اپنے راز فاش نہ کراؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو ازل سے ابد تک سب کچھ روشن ہے۔ کسی کا بیٹا ابتداً ہے، جہنم یا دوزخ میں جانا، مگر دونوں کی حضور ﷺ کو خبر ہے اگرچہ ظاہر نہ فرمائیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا کہ حج فرض ہے کسی نے عرض کیا کہ کیا ہر سال؟ حضور ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی، انہوں نے کئی بار یہ سوال کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں ہاں کر دیتا تو ہر سال ہی حج فرض ہو جاتا اور پھر تم نہ کر سکتے، جو میں بیان نہ کروں تم اس کے پیچھے نہ پڑا کرو۔

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مالک احکام بنایا ہے۔ آپ ﷺ کی ہاں اور نہ شرعی احکام ہیں دوسرے یہ کہ ہر چیز مباح ہے جب تک شریعت حرام نہ کرے۔ (تفسیر نور العرفان)

(۱۵) سوال نہ کرنا حضور ﷺ کے ساتھ خاص تھا اب بقدر ضرورت علماء کرام کَثَّرَهُمُ اللّٰهُ سے سوال کرنا جائز ہے کیونکہ جب سبب نہ رہا تو مسبب بھی نہ رہا نیز متشابہات کے پیچھے پڑنا مکروہ ہے کہ اس سے اللہ عزوجل کی کیا مراد ہے وہ ہی جانے یا اس کے بتائے سے اس کے برگزیدہ بندے جانے۔

(۱۶) ترجمہ کنز الایمان: وہ بڑی مہر والا اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔

عرش بادشاہ کے تخت کو کہتے ہیں اور استویٰ اس پر بیٹھنے کو۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے پاک ہے لہٰذا یہ آیت متشابہات میں سے ہے یعنی جو استویٰ رب عزوجل کی شان کے لائق ہے نہ کہ ہماری طرح بیٹھنا۔ (تفسیر نور العرفان)

(۱۷) خیال رہے کہ گزشتہ صالحین کوسلف اور پچھلوں کو خلف کہا جاتا ہے۔لہٰذا ہر جماعت صالحین اگلوں کے لحاظ سے خلف اور پچھلوں کے لحاظ سے سلف ہے۔ (مراۃ المناجیح ج ۱ ۱۱ کتاب العلم الفصل الثانی ص ۲۱۴ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

نَهَيْتُ: میں نے روکا۔ فَاجْتَنِبُوْا: تم پرہیز کرو۔ فَأْتُوْا: تم بجالاؤ۔ اَهْلَکَ: اس نے ہلاک کردیا۔

مَسَائِلٌ: مَسْئَلَةٌ کی جمع ہے،سوالات۔ اِخْتِلَاف: مختلف ہونا،کسی کی بات کوتسلیم نہ کرنا۔

جُمْلَةٌ وَاحِدَةٌ: یک بار۔ اَلْمَنْعُ: باز رہنا،رکنا۔

اَسکوت: خاموش رہنا۔ فَرْضِ کِفَایَةٌ: ایسا فرض جس کو محلّہ میں ایک فرد بھی ادا کرے تو سب بری الذمہ ہو جاتے ہیں،جیسے نماز جنازہ اور فقہا وفتووں کا سیکھنا۔

تَرْتِيْبٌ: مرتب ہونا۔ عَامٌ سال: اَعَادَ: فعل ماضی،اس نے لوٹایا۔ يُوْشِكُ: فعل مقاربہ۔ فَاتْرُكُوْنِيْ: جمع فعل امر حاضر معروف،تم مجھے چھوڑ دو یعنی مجھ سے سوال نہ کرو۔ فَأْتُوْا: جمع فعل امر حاضر معروف،تم لاؤ۔ فَاجْتَنِبُوْهُ: جمع فعل امر حاضر معروف،پس تم بچو اس سے۔ اِسْتَقَرَّتْ: ثابت ہوگئی۔

اَلْآيَاتُ: اٰيَةٌ کی جمع،نشانیاں۔ اَلْآيَاتُ الْمُشَبَّهَةُ: غیر واضح آیات جن میں التباس ہو۔ اَلْاِسْتِوَاءُ: افتعال کا مصدر ہے،درستی،اعتدال وخط استواء۔

مَجْهُوْلٌ: نامعلوم،غیر معروف۔اُرَاکَ: اُرٰی فعل ماضی اور ک ضمیر منصوب متصل۔ اَسْلَمُ: زیادہ محتاط۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ الْعَاشِرُ......﴾

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: (اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی طَيِّبٌ لَايَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ: "يٰاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صٰلِحًا" (مومنون٥١) الآية، وَقَالَ: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ ءَ امَنُوْا كُلُوا مِن طَيِّبٰتِ مَارَزَقْنٰكُمْ﴾ (البقره١٧٨) الآية، ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَی السَّمَاءِ يَارَبِّ يَارَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی يُسْتَجَابُ لِذٰلِکَ) رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قولُه صلَّى الله عليه وسلَّم: (اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی طَيِّبٌ)، عَنْ عائشةَ رضی الله عنها قَالَتْ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلَّى الله عليه وسلَّم يَقُوْلَ: (اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِاِسْمِکَ الْمطَهَّرِ الطَّاهِرِ، اَلطَّيِّبِ اَلْمبارَکِ الاَحَبِّ اِلَيْکَ الَّذِیْ اِذَا دُعِيْتَ بِهِ اَجَبْتَ واذا سُئِلْتَ به اَعْطَيْتَ، واذا اُسْتُرْحَمْتَ بِهِ رَحِمْتَ، واذا استُفْرَجْتَ به فَرَّجْتَ)، ومَعْنَى الطَّيِّبِ: المنزَّهُ عَنِ النَّقَائِصِ وَالْخَبَائِثِ، فَيَكُوْنُ بِمَعنى الْقُدُّوْسِ، وقيل طَيِّبُ الثَّناءِ ومستلذُ الْاَسْمَاءِ عند العارفينَ بِها، وهو طَيِّبٌ عبادِهِ لِدخُوْلِ الجَنَّةِ بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحةِ وَطَيَّبَهَا لَهُمْ، والكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ: لاَ اِلٰهَ الا اللّٰهُ.

قولُه صلَّى اللّٰه عليه وسلَّم: (لاَ يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا) اَیْ: فَلا يَتَقَرَّبُ اليه بِصدقةٍ حرامٍ، ويَكرهُ التصدُّقَ بالرَّدِیءِ مِنَ الطَّعَامِ كَالْحَبِّ الْعَتِيْقِ الْمسُوْسِ، وكَذٰلکَ يَكرهُ التصدُّقَ بما فيه شُبْهَةٌ، قال اللّٰهُ تعالى: ﴿وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ﴾ [البقرة:٢٦٧]۔ فكما انَّهُ تَعالى لا يَقْبلُ مِنَ الْمالِ اِلَّا الطَّيِّبَ كَذٰلک لَايقبلُ مِنَ العَمَلِ الا الطيِّبَ الخالِصَ مِنْ شَائِبَةِ الرِّيَاءِ وَالْعُجْبِ وَالسُّمْعَةِ وَنَحْوِهَا.

قولُه: فقال تعالى: ﴿يٰاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰت وَاعْمَلُوا صٰلِحًا﴾ [المومنون:٥١] وقولُهُ تعالى: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ ءَ امَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ [البقرة:١٧٢]۔ اَلْمُرَادُ بِالطَّيِّبَاتِ اَلْحَلَالُ.

فِی الْحَدِيْثِ دَلِيْلٌ عَلَى اَنَّ الشَّخصَ يُثَابُ عَلٰی مَا يَاكُلُهُ اذا قَصَدَ به التَّقْوٰی عَلَی الطَّاعَةِ اَوْ اِحْيَاءَ نَفْسِه، وَذٰلکَ مِنَ الْوَاجِبَاتِ، بِخلافِ مَا اِذا اَكَلَ لِمُجَرَّدِ الشَّهْوَةِ وَالتَّنَعُّمِ.

قولُه: (وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ) اَیْ: شُبِعَ وهو بِضَمِّ الغَيْنِ المعجمةِ وكَسْرِ الذَّالِ المعجمةِ المخفَّفَةِ مِنَ الغِذٰی بالكسرِ والقصرِ، وامَّا الغَدَاءُ بالفتحِ والمدِّ والدَّالِ المهْمَلَةِ، فَهُوَ عِبَارَةٌ

عَنْ نَفْسِ الطَّعَامِ الَّذِی یُؤْکَلُ فِی الغَدَاۃِ، قال اللّٰہُ تعالٰی: ﴿قَالَ لِفَتٰہُ ءَاتِنَا غَدَآءَ نَا﴾. [الکہف:۶۲]

قولہ: (فَأَنّٰی یُسْتَجَابُ لَہٗ) اَیْ: اِسْتِبْعَاداً لِقُبُوْلِ اِجَابَۃِ الدُّعَاءِ، وَلِھٰذَا شَرطُ العبادِ لِقُبُوْلِ الدُّعَاءِ اَکْلُ الْحَلَالِ، وَالصَّحِیْحُ اَنَّ ذٰلِکَ لَیْسَ بِشَرْطٍ فَقَدِ اسْتَجَابَ لِشَرِّ خَلْقِہٖ اِبْلِیْسَ فَقَال: ﴿قَالَ اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ﴾. [الاعراف:۱۵]

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۱) سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے پاک ہی قبول فرماتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اسی بات کا حکم دیا جس بات کا مرسلین علیہم السلام کو حکم دیا اللہ تعالیٰ نے (مرسلین علیہم السلام کو) فرمایا اے رسولو پاک اشیاء سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے (مومنین کو) فرمایا، اے ایمان والو ہمارے دیے ہوئے پاک رزق سے کھاؤ، پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو طویل سفر کرتا ہے اس کے بال پراگندہ اور چہرہ گرد آلود ہے وہ اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے اے میرے رب عزوجل اے میرے رب عزوجل حالانکہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام اور اسے حرام سے غذا دیا گیا (یعنی مال حرام سے اس کی پرورش ہوئی) پھر اس کی دعا کیسے قبول ہو؟ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلم نے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی طَیِّبٌ"۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو (یوں) فرماتے ہوئے سنا،

اے اللہ عزوجل میں تجھ سے تیرے اس نام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جو طاہر، مطہر، طیب مبارک تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے کہ جب اس کے وسیلہ سے تجھے پکارا جائے تو تُو قبول فرماتا ہے، جب تجھ سے اس کے وسیلہ سے سوال کیا جائے تو تُو عطا فرماتا ہے جب تجھ سے اس کے وسیلہ سے رحم طلب کیا جائے تو تُو رحم فرماتا ہے اور جب تجھ سے اس کے وسیلہ سے وسعت (کشادگی) کو طلب کیا جائے تو تُو وسعت و کشادگی عطا فرماتا ہے۔

طیب (۲) کا معنیٰ تمام نقائص و خبائث سے منزہ (پاک) ہونا اور (اس طرح حدیث مبارکہ میں) طیب بمعنیٰ قدوس کے ہوگا اور کہا گیا ہے کہ طیب کا معنیٰ یہ ہے کہ "طیب" اس پاک تعریف والی ذات کو کہتے ہیں جسکے ناموں سے عارفین لذت حاصل

کرتے ہیں اور وہ اللہ جل مجدہ ہی کی ذات اقدس ہے کہ جو اپنے بندوں کو نیک اعمال کے ذریعے پاک وصاف کر کے جنت میں داخل فرمائے گا (یہاں تک کہ) اللہ عزوجل اپنے بندوں کیلئے اعمال کو بھی پاک وصاف کرتا ہے مثلاً پاک کر دینے والا (نیک عمل) کلمہ، "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" ہے۔ (۳)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا" یعنی مال حرام کا صدقہ کرنے سے ثواب۔ یعنی اللہ عزوجل مال حرام کے صدقے کو قبول نہیں فرماتا (اس پر صدقہ کرنے والا ثواب نہیں پاتا) اور ردی طعام کا صدقہ کرنا مکروہ ہے مثلاً پرانے گھن والے دانے، اسی طرح جس چیز میں شبہ ہو اس کا صدقہ کرنا بھی مکروہ ہے۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا، "وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ"۔ [البقرہ:۲۶۷](۴)

پس جس طرح اللہ عزوجل پاکیزہ مال ہی کو قبول فرماتا ہے اسی طرح اللہ عزوجل اس پاکیزہ عمل کو قبول فرماتا ہے جو ریا، عجب، سمعۃ وغیرہ کی گندگی سے خالص ہو۔ (۵)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا، "یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا"۔ [المومنون:۵۱](۶)

اور "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ"۔ [البقرہ۱۷۲] (۷)

ان دونوں آیتوں میں "طَیِّبٰت" سے حلال رزق مراد ہے اس حدیث مبارکہ میں اس بات پر دلیل ہے کہ بے شک آدمی جو کھاتا ہے اس (کے کھانے) پر اسے ثواب دیا جاتا ہے بشرطیکہ اس کھانے سے وہ خود کو زندہ رکھنے یا اطاعت والے کاموں کو بجا لانے پر طاقت حاصل کرنے کا قصد کرے گا (اطاعت والے کام فرائض اور واجبات ہیں) برخلاف اس کے کہ جب اس نے محض شہوت اور لذت کیلئے کھایا (تو ثواب نہیں دیا جائے گا)۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ"۔

یعنی اس کی پرورش مال حرام سے کی گئی اور لفظ غُذِیَ (۸) غین معجمۃ کے ضمہ اور ذال معجمۃ مخففہ کے کسرہ کے ساتھ الغِذی غین کے کسرہ اور قصر کے ساتھ مشتق ہے اور بہرحال الغَذَاء غین کے فتح، دال مہملہ اور مد کے ساتھ اس طعام (کھانے) کو کہتے ہیں جسے صبح ناشتے میں تناول کیا جاتا ہے۔

(جیسے) اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا، "قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا"۔ (الکہف ۶۲)(۹)

رسول اکرم ﷺ کا فرمان، "فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لَهٗ"۔

دعا کا قبول ہونا بعید از قیاس ہے اسی وجہ سے (بعض حضرات نے کہا کہ) حلال کھانا دعا کی قبولیت کیلئے عبادت کرنے والوں پر شرط قرار دیا گیا ہے۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ شرط نہیں کیونکہ خود رب کائنات جل وعلا نے اپنی مخلوق میں سے بدترین ابلیس (علیہ لعنۃ اللہ) کی دعا قبول فرمائی۔

پس اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا، "قَالَ اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ"۔ [الاعراف۱۵] (۱۰)

☆......☆......☆......☆

شرح: خلاصہ حدیث

مذکورہ حدیث مبارکہ میں حرام سے بچنے اور حلال کھانے کا حکم فرمایا گیا۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی (دیکھئے الحدیث التاسع)۔

(۲) یہاں سے علامہ نووی علیہ الرحمۃ لفظ الطیب کے معنی بیان فرمارہے ہیں۔

(۳) اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعمال کو پاک کرتا ہے کہ غیر مسلم پڑھے تو پاک وصاف آلودہ دل والا پڑھے تو پاک وصاف۔ اور یہ کلمہ طیبہ سب سے افضل ذکر ہے چنانچہ مشکوۃ المصابیح کی حدیث پاک ہے

"عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ"۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی آخر الزماں امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا، افضل ذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور افضل دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہے۔ (مشکوۃ المصابیح باب ثواب التسبیح والتحمید والتہلیل والتکبیر الفصل الثانی صفحہ ۲۰۱ ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۴) "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ"۔ [البقرہ۲۶۷]

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا اور خاص ناقص کا ارادہ نہ کرو کہ دو تو اس میں سے اور تمہیں ملے تو نہ لو گے جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ سراہا گیا ہے۔

مفتی احمد یار خان علیہ الرحمۃ اس آیت مقدسہ کے تحت تفسیر نور العرفان میں اس کا شان نزول یوں بیان فرماتے ہیں، بعض لوگ اللہ عزوجل کے نام پر ردی کھجوریں صدقہ دیتے تھے ان کے متعلق یہ آیت اتری یعنی جب تم رب عزوجل سے

جزاء اچھی چاہتے ہو تو اس کی راہ میں مال بھی اعلیٰ درجے کا اپنا پسندیدہ خرچ کرو۔ نیز اس (آیت مقدسہ) سے چند مسئلے معلوم ہوئے:

(۱) کسب کرنا، تجارت، نوکری اور تمام حلال پیشے کرنا چاہئیں۔ بے کار رہنا برا ہے۔

(۲) اپنی کمائی سے خیرات کرنا بہتر ہے۔

(۳) جو اپنا پسندیدہ مال ہو اس سے خیرات کرے۔

(۴) مال حلال سے خیرات کرے۔

(۵) سارا مال خیرات نہ کرے بلکہ کچھ اپنے خرچ کیلئے بھی رکھے جیسا کہ مِمّا سے معلوم ہوا۔

(۶) صرف زکوٰۃ دینے پر ہی قناعت نہ کرے بلکہ اور صدقہ نفلی بھی دیتا رہے جیسا کہ انفقوا کے اطلاق سے معلوم ہوا۔

نیز یہ آیت امام اعظم قدس سرہ کی دلیل ہے اس سے معلوم ہوا کہ زمین کی ہر پیداوار میں زکوٰۃ واجب ہے تھوڑی ہو یا زیادہ اس کا پھل سال بھر تک رہے یا نہ رہے کیونکہ یہاں "ما" عام ہے اس کی تائید ان روایات سے ہے جن میں فرمایا گیا کہ جس زمین کو بارش سے سیراب کیا گیا اس میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور جس کو کنوئیں سے سیراب کیا گیا اس میں سے بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ جس روایت میں ہے کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں اس سے مراد تجارتی زکوٰۃ ہے نہ کہ پیداوار کی زکوٰۃ کیونکہ اس زمانہ میں ایک وسق چالیس درہم کا تھا تو پانچ وسق دوسو درہم کے ہوئے اور یہ ہی تجارتی زکوٰۃ کا نصاب ہے۔ [تفسیر نور العرفان]

(۵) کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے پاک کام ہی کو پسند فرماتا ہے جیسا کہ اس حدیث کے شروع والے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔

(۶) ترجمہ کنزالایمان: اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو۔

یعنی اے رسولو! خوب مزیدار حلال چیزیں شوق سے کھاؤ پیو، حلال چیزیں حرام کر لینا تقویٰ نہیں بلکہ حرام سے بچنا تقویٰ ہے نیز پاکیزہ غذا سے عبادت میں لذت آتی ہے۔

(۷) ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں۔ اس آیت سے بھی دو مسئلے معلوم ہوئے۔

(۱) عبادت کی طرح بوقت ضرورت کھانا پینا بھی اہم فرض ہے۔

(۲) ہمیشہ پاک اور حلال چیزیں کھانا چاہئے تقویٰ یہ نہیں کہ اچھے کھانے چھوڑے بلکہ تقویٰ کے یہ معنی ہے کہ حرام چیزیں چھوڑ دے۔

(۸) یہاں سے علامہ نووی علیہ الرحمۃ غـذی اور غـذاء میں فرق بیان کر رہے ہیں۔ غـذی فعل ماضی مثبت مجہول

صیغہ واحد مذکر غائب ہفت اقسام ناقص یائی از شش اقسام ثلاثی مجرد ھدٰی مصدر سے ہے۔

(۹) ترجمہ کنزالایمان: موسیٰ نے خادم سے کہا ہمارا صبح کا کھانا لاؤ۔

(۱۰) ترجمہ کنزالایمان: فرمایا تجھے مہلت ہے۔

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

طَیِّبٌ: پاک۔ یُطِیْلُ: وہ طویل کرتا ہے۔ اَشْعَثُ: پراگندہ بالوں والا۔ اَغْبَرَ: گردآلود چہرے والا۔ مَطْعَمٌ: کھانا۔ مَشْرَبٌ: پینا(مشروب)۔ مَلْبَسٌ: لباس۔ اَلْمُطَهِّرُ: پاک کرنیوالا۔ دُعِیَتْ بِهٖ: جس کے ساتھ تجھے پکارا جائے، فعل ماضی مجہول۔ اُسْتُرْحِمَتْ بِهٖ: جس کے ذریعے تجھ سے رحم طلب کیا جائے۔

اَلْمُنَزَّهُ: بری، پاک۔ اَلنَّقَائِصُ: نَقِیْصَةٌ کی جمع ہے، عیب، بری خصلت۔ اَلرَّدِیْئُ: نکمی، خراب، ناقص۔ اَلحب العتیقُ: پرانے دانے۔ المسوس: گھن والی چیز۔ شُبْهَةٌ: شک۔ شَائِبَةٌ: گندگی، عیب۔

اِحْیَاءٌ: زندہ کرنا۔ اِسْتِبْعَادٌ: دور سمجھنا، یا پانا۔ اَلْعُبَّادُ: عَابِدٌ کی جمع، عبادت گزار۔

☆......☆......☆......☆

اَلْحَدِیْثُ الْحَادِیْ عَشَرَ

عَنْ أَبِی مُحَمَّدٍ الحسَنِ بنِ عَلِیِّ بْنِ أَبِی طَالِب سِبْطِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم وَرَیْحَانَتِهٖ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰه عَلَیه وَسَلم: (دَعْ مَا یَرِیْبُکَ اِلٰی مَا لاَ یَرِیْبُکَ) رَوَاهُ التِّرْمَذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ. وقال الترمذی: حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

قولُهُ صلّی اللّٰه علیه وسلّم: (دَعْ مَا یَرِیْبُکَ اِلٰی مَا لاَ یَرِیْبُکَ) فِیْهِ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ اَلْمتَّقِیَ یَنْبَغِیْ لَهٗ أَنْ لاَّ یَاْکُلَ اَلْمَالَ الَّذِیْ فِیْهِ شُبْهَةٌ، کَمَا یَحْرُمُ عَلَیْهِ اَکْلُ الْحرَامِ، وقد تَقدَّمَ.

قولُهُ صلّی اللّٰه علیه وسلّم: (اِلٰی مَا لاَ یَرِیْبُکَ) أَیْ اُعْدلْ اِلٰی مَا لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنَ اَلطَّعامِ الَّذِیْ یَطْمَئِنُّ بِهٖ الْقَلْبُ وَتَسْکُنُ اِلَیْهِ النَّفْسُ. وَالرِّیْبَةُ: الشَّکُّ وتَقدَّمَ اَلْکَلَامُ عَنِ الشُّبْهَةِ.

ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور مہکتے پھول حضرت ابومحمد حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) سے روایت ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یاد کیا کہ جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر اس چیز کو اختیار کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے۔ روایت کیا اسے امام ترمذی و نسائی نے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''دَعْ مَا یَرِیْبُکَ اِلٰی مَا لاَ یَرِیْبُکَ''۔

اس فرمان مقدس میں اس بات پر دلیل ہے کہ جیسے متقی (پرہیزگار) پر مال حرام کھانا حرام ہے اسی طرح اس کیلئے مناسب یہی ہے کہ وہ ایسا مال نہ کھائے جس میں شبہہ ہو اور شبہ کے متعلق بحث گزر گئی۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''اِلٰی مَا لاَ یَرِیْبُکَ'' یعنی تو عدول کر اس طعام کی طرف جس میں شک و شبہہ نہ ہو اور اس پر دل مطمئن ہو اور اس کی طرف نفس کو سکون حاصل ہوتا ہے اور ریبہ شک کو کہتے ہیں اور شبہہ کے متعلق بحث گزر گئی۔ (۳)

☆......☆......☆......☆

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث مبارکہ میں مقام تقویٰ بیان کیا گیا ہے۔

(۱) ابومحمد حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات زندگی

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی اسم گرامی حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابومحمد کنیت ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کے تیسرے سال پندرہ رمضان المبارک کو پیدا ہوئے۔ امام الانبیاء ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام حسن رکھا۔ مدینہ و کوفہ میں آپ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سکونت اختیار کی اور پیارے آقا ﷺ سے احادیث مبارکہ روایت کیں اور مدینہ منورہ پچاس سال کی عمر میں وفات پائی۔ (معجم الصحابہ للبغوی جلد ۲ صفحہ ۱۸ المتوفی ۳۱۷ھ الناشر مکتبہ دار البیان کویت)

(۲) دیکھئے حدیث نمبر دس۔

(۳) دیکھئے حدیث نمبر دس۔

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

سِبْطٌ: نواسہ۔ رَیْحَانَۃٌ: پھول۔ دِعْ: تو چھوڑ۔ یُرِیْبُ: وہ شک میں ڈالتا ہے۔

اَلْمُتَّقِیْ: بچنے والا۔ یَنْبَغِیْ: مناسب، وہ چاہتا ہے۔ شُبْھَۃٌ: شک۔

تَقَدَّمَ: وہ گزر گیا۔ اُعْدُلْ: تو واپس ہو۔ یَطْمَئِنُّ: وہ مطمئن ہوتا ہے۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ الثَّانِيْ عَشَرَ......﴾

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: (مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ). حديثٌ حسنٌ، رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ(۱) وغيره هكذا.

قوله صلّى الله عليه وسلّم (مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَايَعْنِيْهِ) اى: مَالَا يَهِمُّهُ مِنْ أمرِ الدِّيْنِ وَالدُّنيا مِنَ الْاَفْعَالِ وَالْأَقْوَالِ.

وقال صلّى الله عليه وسلّم لِأَبِيْ ذَرٍّ حين سَأَلَهُ عَنْ صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ: (كَانَتْ أَمْثَالًا كلّهَا، كَانَ فيها: اَيُّهَا السُّلْطَانُ الْمَغْرُوْرُ انّي لم اَبْعَثْكَ لِتَجْمَعَ الأموالَ بَعْضَهَا على بعضٍ ولكن بعثتُكَ لِتَرُدَّ عَنْ دعوةِ المظلومِ فانّي لا أَرُدُّهَا، ولو كانَتْ مِنْ كَافِرٍ. وَكَانَ فِيْهَا: عَلَى الْعَاقِلِ مَا لَمْ يَكُنْ مَغْلُوْباً على عَقْلِهِ أَنْ يكونَ لَهُ اَرْبَعُ سَاعَاتٍ: سَاعَةٌ يُنَاجِي فِيْهَا رَبَّهُ، وساعةٌ يَتَفَكَّرُ فِي صَنْعِ اللّٰهِ تعالى، وسَاعَةٌ يُحَدِّثُ فِيْهَا نَفْسَهُ وَسَاعَةٌ يَخْلُو بِذِي الجَلالِ والاكرامِ، وإنّ تلك السَّاعَةَ عَوْنٌ لَهُ عَلى تِلك السَّاعَاتِ. وكَانَ فِيْهَا: عَلى الْعَاقِلِ مَا لَمْ يَكُنْ مَغْلُوْبًا عَلى عَقْلِهِ، ان لَّا يكونَ سَاعِيًا اِلَّا فِي ثَلَاثٍ: تَزَوُّدٌ لِمَعَادٍ، وَمُؤْنَةٌ لِمعاشٍ، وَلَذَّةٌ فِي غَيْرِ مُحَرَّمٍ. وكان فيها: على العاقل مَا لَمْ يَكُنْ مَغْلُوْبًا على عقلِهِ اَنْ يَكُوْنَ بَصِيْرًا لِزَمانِهِ، مُقْبِلاً على شَأْنِهِ. حَافِظًا لِلسَانِهِ، ومَن حَسبَ الكلامَ مِنْ عَمَلِهِ يُوْشِكُ اَن يَقِلَّ الْكَلَامُ اِلَّا فِيْمَا يَعْنِيْهِ. قُلْتُ: بِاَبِيْ وَاُمِّيْ فَمَا كَانَ فِي صُحُفِ مُوْسٰى؟ قَالَ: (كَانَتْ عِبَراً كُلُّهَا، كَانَ فِيْهَا: عَجَبًا لِمَنْ اَيْقَنَ بِالنَّارِ كَيْفَ يَضْحَكُ، وَعَجَبًا لِمَنْ اَيْقَنَ بِالْمَوْتِ كَيْفَ يَفْرَحُ، وَعَجَبًا لِمَنْ رَاٰى الدُّنْيَا وَتَقَلُّبَهَا بِاَهْلِهَا وَهُوَ يَطْمَئِنُّ اليهَا، وعَجَبًا لِمَنْ اَيْقَنَ بِالقَدَرِ ثُمَّ هُوَ يَغْضِبُ، وعَجَبًا لِمَنْ اَيْقَنَ بِالْحِسَابِ غَدًا وَهُوَ لَايَعْمَلُ)، قُلْتُ: بِاَبِيْ وَاُمِّيْ هَلْ بَقِيَ مِمَّا كَانَ فِي صُحُفِهِمَا شَيْءٌ؟ قَالَ: (نَعَمْ، يَااَبَاذَرٍّ ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ الى آخر السورة [الاعلى: ۱۸، ۱۹])، قُلْتُ بِاَبِيْ وَاُمِّيْ اَوْ صِنِيْ، قَالَ: اُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ فَإِنَّهَا رَاسُ اَمْرِكَ كُلِّهِ)، قَالَ: قُلْتُ زِدْنِيْ، قَالَ: (عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَاذْكُرِ اللّٰهَ كَثِيراً فَاِنَّهُ يَذْكُرُكَ فِي السَّماءِ)، قُلْتُ زِدْنِي، قَالَ: (عَلَيْكَ بِالْجِهَادِ فَاِنَّهُ رهْبَانِيَةُ الْمُؤمِنِيْنَ)، قُلْتُ زِدْنِي، قَالَ: (عَلَيْكَ بِالصَّمْتِ فَاِنَّهُ مُطردَةٌ لِلشَّيَاطِيْنِ عَنْكَ، وَعَوْنٌ لَكَ عَلى امرِ دِيْنِكَ)، قُلْتُ زِدْنِي، قال (قُلِ الْحَقَّ وَلَوْ كَانَ مُرًّا)، قُلْتُ زِدْنِي، قال: (لَا تَاْخُذْكَ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ)، قُلْتُ زِدْنِي، قَالَ (صِل رَحِمَكَ وَاِنْ قَطَعُوْكَ)، قُلْتُ زِدْنِيْ، قَالَ: (بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ مَا يَجْهَلُ مِنْ نَفْسِهِ، وَيَتَكَلَّفُ مَا لَا

يَعْنِيهِ. يَا اَبَا ذَرٍّ: لَاعَقْلَ كَالتَّدْبِيرِ، وَلَا وَرَعَ كَالْكَفِّ، وَلَا حُسْنَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ).

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) سے روایت ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''انسان کے اسلام کی خوبی لایعنی (فضول) کام کو چھوڑنا ہے''۔ یہ حدیث حسن ہے، روایت کیا اسے ترمذی اوران کے علاوہ نے اسی طرح۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيهِ''۔

یعنی وہ افعال واقوال جس میں دین ودنیا کا فائدہ نہ ہوانہیں ترک کردے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا، جب آپ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیفوں کے بارے میں سوال کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ تمام امثال پر مشتمل ہے۔

اس میں تھا اے مغرور بادشاہ بیشک میں نے تجھے مالوں کے ڈھیرے جمع کرنے کیلئے نہیں بھیجا لیکن میں نے تجھے اس لیے بھیجا کہ تو مظلوم کی پکار کو سنے (۲) (اس پر ظلم نہ ہونے دے) بے شک میں مظلوم کی دعا کو رد نہیں کرتا اگر چہ مظلوم کافر ہی ہو۔

اس میں تھا کہ عاقل جب تک اپنی عقل پر مغلوب نہ ہوگا تو اس کیلئے چار ساعتیں ہوں گی۔ ایک ساعت (گھڑی) میں وہ اپنے رب عزوجل سے مناجات کرے گا، ایک ساعت میں اللہ عزوجل کی کاریگری میں غور وفکر کرے گا، ایک ساعت میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے گا اور ایک ساعت میں ذوالجلال والاکرام کیلئے تنہائی اختیار کرے گا اور بے شک یہ (چوتھی) ساعت اس عاقل کیلئے (باقی تین) ساعتوں کیلئے مددگار ہے۔

اس میں تھا کہ جب تک عاقل اپنی عقل پر مغلوب نہ ہو تو وہ سفر نہ کرے مگر تین (۱) قیامت کیلئے زادراہ جمع کرنے کیلئے، (۲) معاش کی مشقت یعنی کسب معاش کیلئے، (۳) حلال میں لذت پانے کیلئے۔

اس میں تھا کہ جب تک عاقل اپنی عقل پر مغلوب نہ ہو تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے زمانے کو دیکھنے والا ہو، اپنے کام سے کام رکھنے والا ہو۔ زبان کی حفاظت اور جس نے اپنے کلام کو اپنے عمل کے مطابق کیا قریب ہے (امید ہے) کہ وہ کلام بھی بامقصد کرے۔

میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا، تمام صحائف عبرت پر مشتمل تھے۔

اس میں تھا تعجب ہے اس پر جسے دوزخ کا یقین ہو پھر بھی ہنستا ہے۔ تعجب ہے اس پر جسے موت کا یقین ہو وہ کیسے خوش ہو سکتا ہے۔ تعجب ہے اس پر جس نے دنیا اور اس میں آنے والوں کو پھرنے (تبدیل ہونے) کو دیکھا وہ کیسے اس کی طرف دل لگائے ہوئے ہے۔ تعجب ہے اس شخص پر جسے تقدیر کا یقین ہے پھر بھی غصہ (ناراض) ہوتا ہے اور تعجب ہے اس شخص پر جسے یقین ہے (کہ کل قیامت کے دن) حساب دینا ہے پھر بھی وہ (نیک) عمل نہیں کرتا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ان دو صحیفوں سے کچھ باقی بھی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہاں ''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی'' سورۃ کے آخر تک۔ [الاعلیٰ ۱۴۔۱۹]۔(۳)

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں مجھے وصیت فرمائیے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''میں تجھے اللہ عزوجل سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں بے شک وہ تیرے ہر معاملہ کی بنیاد ہے''۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اور نصیحت فرمائیے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''تلاوت قرآن کرنا تجھ پر لازم ہے اور اللہ عزوجل کا ذکر زیادہ کرو بے شک وہ آسمان میں تیرا چرچا کرے گا۔

میں نے عرض کیا مجھے اور زیادہ (وصیت) فرمائیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تجھ پر جہاد لازم ہے بے شک وہ مومنین کی رہبانیت ہے۔ میں نے عرض کیا مجھے اور وصیت فرمائیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تجھے خاموشی اختیار کرنا لازم ہے کہ بے شک وہ تجھ سے شیطانوں کو دور بھگانے والی چیز ہے اور تیرے دینی معاملہ پر تیری مددگار ہے۔

میں نے عرض کیا مجھے اور زیادہ (وصیت) فرمائیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمیشہ حق کہو اگرچہ کڑوا ہو۔ میں نے عرض کیا مجھے اور زیادہ (وصیت) فرمائیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تجھے اللہ عزوجل کے احکام میں ملامت کرنے والے کی ملامت نہ پکڑے (یعنی خوف نہ ہو)۔ میں نے عرض کیا مجھے اور زیادہ (وصیت) فرمائیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو اگرچہ وہ تجھ سے قطع تعلق کریں۔ میں نے عرض کیا مجھے اور زیادہ (وصیت) فرمائیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، انسان کے برا ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے نفس سے جاہل ہو (اپنے بارے میں علم حاصل نہ کرے) اور لایعنیہ امور امور میں پڑا رہے۔ اے ابوذر (رضی اللہ عنہ) تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں، پرہیزگاری جیسا کوئی تقویٰ نہیں، حسن اخلاق جیسا کوئی حسن نہیں۔

☆......☆......☆......☆

شرح: خلاصہ حدیث

انسانی زندگی بہت ہی قلیل ہے اور انمول ہیرے کی طرح نہایت ہی قیمتی ہے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی کیلئے دیکھئے الحدیث العاسع۔

(۲) یعنی مظلوم کی مدد کرنے کیلئے حاکمیت دی یعنی مظلوم کی مدد کرے اور مظلوم کی مدد کرنے پر بہت فضیلت ہے۔

”عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عَنِ النَّبِی ﷺ قَالَ مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ کُرْبَةً مِنْ کُرَبِ الدُّنْیَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ کُرْبَةً مِن کربِ یومِ القیامةِ و مَنْ یَسَّرَ علٰی مُعسرٍ یَسَّرَ اللّٰهُ و علیهِ فِی الدنیا وَالاٰخرةِ وَ مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالاٰخِرةِ واللّٰهُ فِی عونِ الْعبدِ ما کانَ العبدُ فِی عَوْنِ اَخِیْهِ وَ مَن سَلَکَ طَرِیقًا یَلتَمِسُ فِیْهِ عِلمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهٖ طریقًا اِلی الجنَّةِ و ما اجتمعَ قومٌ فی بیتٍ مِن بیوتِ اللّٰه یَتلوْنَ کتابَ اللّٰهِ وَ یَتدارَسُوْنَهُ بینهمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلیهمُ السَّکینةُ و غَشِیَتْهم الرَّحمةُ وَ حَفَّتْهم الْمَلائِکَةُ وَ ذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهُ وَ مَنْ بَطأَ بِهٖ عَمَلُهُ لَمْ یُسرِعْ به نَسَبُهُ“۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو کسی مومن سے دنیا کی تکالیف میں سے ایک تکلیف دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی تکالیف میں سے ایک تکلیف دور کرے گا اور جو کسی تنگدست پر آسانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی کرے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے اور جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلا اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کیلئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں کوئی قوم جمع نہیں ہوتی کہ وہ کتاب اللہ کی تلاوت کریں اور اسے آپس میں سیکھیں سکھائیں مگر ان پر سکون نازل ہوتا ہے رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان پر سایہ فگن ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بارگاہ میں ان کا ذکر فرماتا ہے اور جس آدمی کا عمل تاخیر کرے اس کا نسب اس کیلئے جلدی نہیں کرتا“۔

(صحیح مسلم شریف ج ۲ کتاب الذکر باب فضل اجتماع علی تلاوۃ القران والذکر صفحہ ۳۴۵ قدیمی کتب خانہ لاہور)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ تَغِیْثُوا الْمَلْهُوْفَ وَتَهْدُوا الضَّالَّ۔

یہاں تک کہ شیطان مردود کی دعا کو رد نہ کیا گیا جو مظلوم نہ تھا بلکہ ظالم تھا تو مظلوم کی دعا بدرجہ اولیٰ رد نہیں ہوگی۔

(ابو داؤد شریف ج ۲ کتاب الادب باب الطرقات صفحہ ۳۱۵ مکتبہ امدادیہ ملتان)

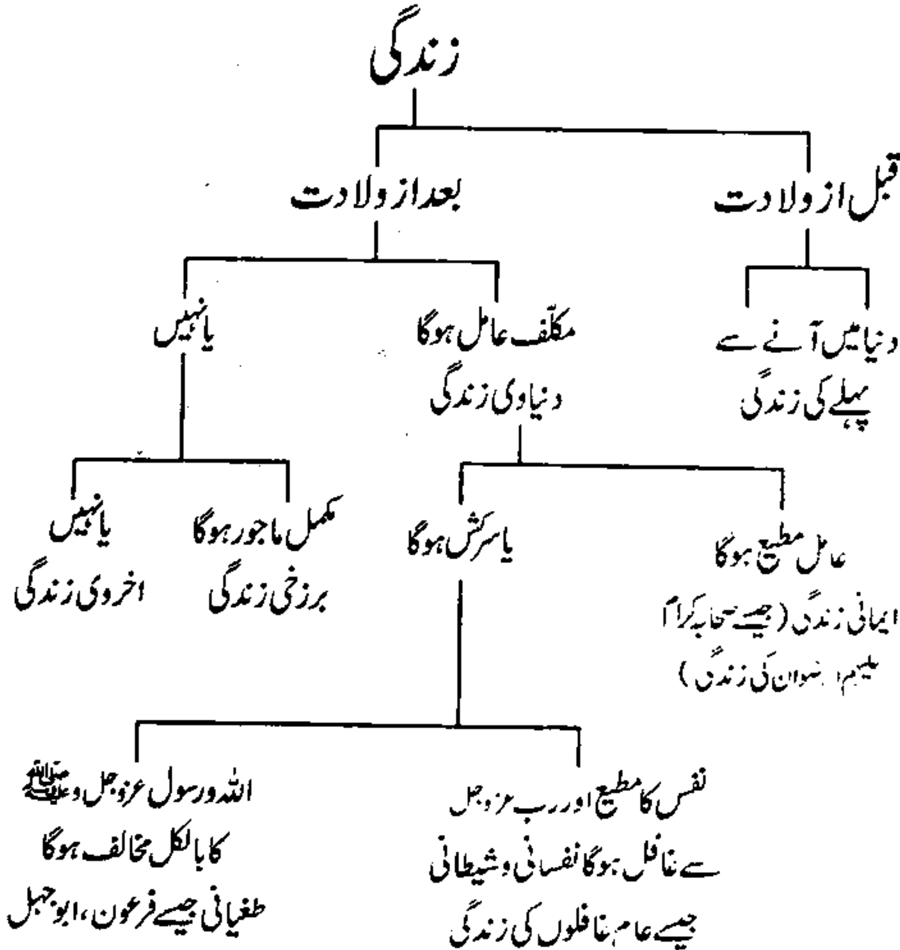
(۳) مکمل آیات یہ ہیں،

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝

ترجمہ کنزالایمان: بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی بلکہ تم جیتی دنیا کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی بے شک یہ اگلے صحیفوں میں ہے ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

یہاں آیت مقدسہ میں ایمان کے علاوہ زندگی مراد ہے۔دنیاوی زندگی کے ساتھ عمل ضروری ہے کیونکہ دنیاوی زندگی صفر کی مثل ہے اگر اکیلی رہے تو خالی اور اگر کسی عدد کے ساتھ مل جائے تو اس کو دس گنا بنا دے۔اگر یہ آخرت سے مل جائے تو دس گنا بلکہ سات سو گنا کر دے اللہ عزوجل نصیب فرمائے۔

﴾......زندگی کی اقسام مع نقشہ......﴿



(۴) تمام وہ امور خیر جو تقرب الٰہی عزوجل کا ذریعہ ہیں ذکر میں داخل ہیں اگر لفظ ذکر کو اس معنی پر محمول کریں تو

تلاوت کے بعد اسکا تذکرہ تخصیص کے بعد تعمیم کے طور پر ہے۔ حدیث میں ہے کہ سب سے افضل ذکر کلمہ طیبہ ہے۔ اگر حدیث مذکورہ میں مراد کلمہ طیبہ ہے تو اب کل کے بعد جز کا ذکر ہوگا کیونکہ اس میں شرف وفضیلت دیگر اذکار سے زائد ہے۔

(شرح مشکوٰۃ اشعۃ اللمعات ج۶ ص۸۲ باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم)

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

حُسْنٌ: خوبی۔ اَلْمَرْءُ: انسان۔ لَایَعْنِیْ: بے مقصد۔ دَعْوَۃٌ: پکار۔ اَرُدُّ: میں نہیں لوٹاتا۔ یُنَاجِیْ: وہ وہ باہم سرگوشی کرتا ہے۔ صَنْعٌ: بنانا، کاریگری۔

یُحَدِّثُ: محاسبہ کرتا ہے۔ عَوْنٌ: مددگار۔ تَزَوَّدَ: زادراہ اختیار کیا۔

یَقِلُّ: کم کرتا ہے۔ رَاٰی: اس نے دیکھا۔ اَوْصِنِیْ: مجھے نصیحت کریں۔ وَرْع: کہتے ہیں۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِیْثُ الثَّالِثُ عَشَرَ......﴾

عَنْ أَبِیْ حَمْزَةَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ خَادِمِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عَنِ النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قَالَ: (لَایُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِأَخِیْہِ مَایُحِبُّ لِنَفْسِہٖ) رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ.

قولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم: (لَایُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ): اَلْاَوْلٰی اَنْ یُحْمَلَ ذلک علی عُمُوْمِ الاُخُوَّۃِ، حَتّٰی یَشْمُلَ اَلْكَافِرَ وَالْمُسْلِمَ، فَیُحِبُّ لِاَخِیْہِ الْكَافِرِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ مِنْ دُخُوْلِہٖ فِی الْاِسْلَامِ، كَمَا یُحِبُّ لِاَخِیْہِ الْمُسْلِمُ دَوَامَہٗ عَلَی الْاِسْلَامِ، وَلِهٰذَا كَانَ الدُّعَاءُ بِالْهِدَایَةِ لِلْكَافِرِ مُسْتَحَبًّا، وَالْحَدِیْثُ مَحْمُوْلٌ علی نَفْیِ الْاِیْمَانِ الْكَامِلِ عَمَّنْ لَمْ یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ. وَاَلْمُرَادُ بِالْمحبَّۃِ اِرَادَۃُ الْخَیْرِ وَالمنفعۃِ، ثم المرادُ: المحبَّۃُ الدینیَّۃُ لا المحبَّۃُ البَشَرِیَّۃُ، فِاِنَّ الطِّبَاعَ الْبَشَرِیَّۃَ قد تَكْرَہُ حَصُوْلَ الْخَیْرِ وَتَمْیِیْزَ غیرِهَا عَلَیْهَا، وَالْاِنْسَانُ یَجِبُ عَلَیْہِ اَنْ یُخَالِفَ الطِّبَاعَ الْبَشَرِیَّۃَ وَیَدْعُوْ لِاَخِیْہِ وَیَتَمَنّٰی لَہٗ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ، وَالشَّخْصُ مَتٰی لَمْ یَحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یَحِبُّ لِنَفْسِہٖ كَانَ حَسُوداً.

وَالْحَسَدُ كَمَا قَالَ الْغَزَالِی: یَنْقَسِمُ اِلٰی ثَلَاثَۃِ اَقْسَامٍ:

اَلْاَوَّلُ: اَنْ یَّتَمَنّٰی زَوَالَ نِعْمَۃِ الْغَیْرِ وَحَصُوْلَهَا لِنَفْسِہٖ.

اَلثَّانِی: اَنْ یَتَمَنّٰی زَوَالَ نِعْمَۃِ الْغَیْرِ وَاِنْ لَمْ تَحصلْ لَہٗ كَمَا اِذا كَانَ عِنْدَہٗ مِثْلُهَا اَوْ لَمْ یَكُنْ یحِبُّهَا، وَهٰذَا اَشَرُّ مِنَ الْاَوَّلِ.

اَلثَّالِثُ: اَنْ لَّا یَتَمَنّٰی زَوَالَ النِّعْمَۃِ عَنِ الْغَیْرِ وَلٰكِنْ یَكْرَہُ اِرْتِفَاعَہٗ علیہ فِی الْحَظِّ وَالمنزِلَۃِ وَیَرْضٰی بِالْمُسَاوَاۃِ وَلَا یَرْضٰی بِالزِّیَادَۃِ، وهذا ایضاً مُحَرَّمٌ، لِاَنَّہٗ لَمْ یَرْضَ بِقِسْمَۃِ اللّٰہِ تعالی: ﴿اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ﴾ الآیۃ، [الزخرف:۳۲]۔ فَمَنْ لَمْ یَرْضَ بِالْقِسْمَۃِ فَقد عَارَضَ اللّٰہُ تعالٰی فِی قِسْمَتِہٖ وَحِكْمَتِہٖ. وَعَلَی الْاِنْسَانِ اَنْ یُعَالِجَ نَفْسَہٗ وَیَحْمِلَهَا عَلَی الرِّضٰی بِالْقَضَاءِ وَیُخَالِفَهَا بِالدُّعَاءِ لِعَدُوِّہٖ بِمَا یُخَالِفُ النَّفْسَ.

ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ کے خادم حضرت ابوحمزہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۱)
نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ وہ پسند کرے اپنے بھائی کیلئے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے“۔روایت کیا اسے امام بخاری وامام مسلم رحمہما اللہ نے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِأَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ" اس فرمان کو اخوت کے عموم پر محمول کرنا اولیٰ ہے (۲) تا کہ یہ کافر و مسلم (دونوں) کو شامل ہو جائے (اس صورت میں معنی یہ ہونگے) پس جس طرح اپنے لیے اسلام میں داخل ہونے کو پسند کرتا ہے تو اپنے کافر بھائی کیلئے بھی اسلام میں داخل ہونے کو پسند کرے، جیسا کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی کیلئے اسلام پر ثابت قدمی پسند کرتا ہے اسی وجہ سے کافر کیلئے ہدایت کی دعا کرنا مستحب ہے۔ (۳) اور حدیث مبارکہ ان لوگوں کے ایمان کامل کی نفی پر محمول ہے جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں وہ اپنے بھائی کیلئے پسند نہیں کرتے (۴) اور محبت سے (یعنی معنی) مراد خیر و منفعت اور دینی محبت مراد ہے نہ کہ بشری (انسانی) محبت، کیونکہ انسانی مزاج کبھی خیر کے حصول کو پسند نہیں کرتا اور برائی کو خیر پر اہمیت (ترجیح) دیتا ہے اور انسان پر انسانی مزاج کی مخالفت کرنا اپنے بھائی کیلئے دعا کرنا اور وہ تمنا کرنا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے واجب ہے اور جو آدمی اپنے لیے جو پسند کرتا ہے وہ اپنے بھائی کیلئے پسند نہ کرے تو وہ حاسد ہے۔ (۵)

اور حسد تین اقسام کی طرف تقسیم ہوتا ہے جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

اوّل: غیر سے نعمت کا زوال اور اپنے لیے اس کے حصول کی تمنا کرنا۔

ثانی: غیر سے نعمت کا زوال اگرچہ اسے حاصل نہ ہو۔ مثلاً اس کے پاس دوسرے کی مثل نعمت ہے اور دوسرے سے زوال چاہتا ہے یا وہ اس نعمت کو ہی پسند نہیں کرتا (نہ اپنے لیے نہ دوسرے کیلئے) بس کسی کو نہ ملے مجھے ملی تو دوسرے کو بھی ملے گی پھر تو دوسرا مجھ سے بڑھ جائے گا حالانکہ خود بھی تو بڑھے گا، اور یہ قسم ثانی قسم اوّل سے زیادہ بری ہے کیونکہ اس میں حصول نعمت نہ حاسد کیلئے ہے اور نہ دوسرے کیلئے۔

ثالث: غیر سے نعمت کے زوال کی تمنا نہ کرنا مگر دوسرے کی ترقی کو مقام و مرتبہ (دولتمندی) میں پسند نہ کرنا اور مساوات (برابری) پر راضی ہو زیادتی پر راضی نہ ہو یہ بھی اسی طرح حرام ہے (حسد ہونے کی وجہ سے) کیونکہ وہ اللہ عزوجل کی تقسیم پر راضی نہیں ہوا۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: "اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّکَ"۔ [الزخرف ۳۲]۔ (۶)

لہٰذا جو اللہ عزوجل کی تقسیم پر راضی نہ ہو تو تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی تقسیم و حکمت میں معارضہ کیا اور انسان پر لازم ہے اپنے نفس کا تزکیہ کرنا اور اسے اللہ عزوجل کی قضاء پر ابھارنا، اپنے نفس کا تزکیہ کرنا اور دشمن کیلئے دعا کر کے نفس کی مخالفت کرنا لازم ہے۔

☆......☆......☆......☆

شرح: **خلاصہ حدیث**

اس حدیث مبارکہ میں دوسروں کو حقیر نہ جاننے اور دوسروں کو ضرر نہ دینے کا بیان ہے۔

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک بن النضر الانصاری الخزرجی النجاری کی کنیت ابوحمزہ ہے جو کہ خرفہ کا ساگ کا نام ہے۔ خود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس بقلۃ (خرفہ کا ساگ) کی کنیت عطا فرمائی جسے میں چُنا کرتا تھا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی مدینۃ المنورہ میں آمد کے بعد دس سال حضور ﷺ کے خاص خادم رہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! یہ آپ ﷺ کا ادنیٰ سا غلام ہے اس کیلئے برکت کی دعا فرما دیں تو امام الانبیاء ﷺ نے دعا فرمائی، ''اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْ مَالِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَ اَطِلْ عُمَرَہٗ وَاغْفِرْ ذَنْبَہٗ'' اے اللہ عزوجل حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال، اولاد میں برکت دے، اس کی عمر لمبی فرما اور اس کی لغزشیں معاف فرما۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں اپنی سخت زمین کے سو خزانے کو دو سو پاتا اور ایک سال میں دو مرتبہ پھل پاتا، یہاں تک کہ میں زندگی سے اکتا گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کثیر لوگوں نے احادیث روایت کی۔ عہد فاروقی میں بصرہ چلے گئے تا کہ لوگوں کو فقہ سکھائیں ۔۹۳ھ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا۔ بصرہ میں آخری صحابی کی وفات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہی ہوئی۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان الفصل الاوّل، ص۱۴۴ مکتبہ حقانیہ)

(۲) اس میں دو احتمال ہیں اس سے مراد صرف مسلمان بھائی ہو یا انسانی بھائی بصورت اوّل معنی ہوگا، تم میں سے کوئی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے بھی وہ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے بصورت ثانی معنی ہوگا تم میں کوئی اس وقت مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک تم انسانی بھائی کیلئے وہ پسند نہ کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ علامہ نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ دوسری صورت پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے تا کہ یہ فرمان مسلمان و کافر سب کو شامل ہو لہٰذا اس طرح لاخیہ میں عموم ہوگا۔

(۳) کافر کیلئے ہدایت (اسلام قبول کرنے) کی دعا کرنا جائز ہے بلکہ خود امام الانبیاء ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سفارش و عرض پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کیلئے دعا فرمائی۔

''وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کُنْتُ اَدْعُوْ اُمِّیْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَ ھِیَ مُشْرِکَۃٌ فَدَعَوْتُھَا یَوْمًا فَاَسْمَعَتْنِیْ فِیْ

رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا اَكْرَهُ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَ اَنَا اَبْكِيْ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَهْدِيَ اُمَّ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ اُمَّ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِدَعْوَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا صِرْتُ اِلَى الْبَابِ فَاِذَا هُوَ مُجَافٌ فَسَمِعَتْ اُمِّيْ خَشْفَ قَدَمِيْ فَقَالَتْ مَكَانَكَ يَااَبَا هُرَيْرَةَ وَ سَمِعْتُ خَضْخَضَةَ الْمَاءِ فَاغْتَسَلَتْ فَلَبِسَتْ دِرْعَهَا وَ عَجِلَتْ عَنْ خِمَارِهَا فَفَتَحَتِ الْبَابَ ثُمَّ قَالَتْ يَااَبَاهُرَيْرَةَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ فَرَجَعْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ اَنَا اَبْكِيْ مِنَ الْفَرَحِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَ قَالَ خَيْرًا"۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب فی المعجزات الفصل الاوّل صفحہ ۵۳۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی ماں کو اسلام کی طرف دعوت دیتا تھا وہ مشرکہ تھی۔ ایک دن میں نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے متعلق وہ باتیں سنائیں جو میں پسند نہیں کرتا، تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روتا ہوا حاضر ہوا اور میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہدایت دے تو رسول اللہ ﷺ نے کہا، اے اللہ عزوجل ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کو ہدایت دے تو میں خوشی خوشی نکلا حضور ﷺ کی دعا سے تو جب میں دروازے تک پہنچا تو وہ بند تھا، میری ماں نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تو بولیں اے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں ہی رہو اور میں نے پانی کی چھلک سنی۔ انہوں نے غسل کیا پھر اپنی قمیص پہنی اور اپنے دوپٹہ سے جلدی کی دروازہ کھولا پھر بولیں اے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تو میں رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹا میں خوشی سے رو رہا تھا۔ امام الانبیاء ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور دعا خیر کی۔

معلوم ہوا کافر کیلئے ہدایت کی دعا اور نو مسلم کیلئے دعائے استقامت کرنا سنت ہے۔

(۴) یعنی ایسے لوگ کافر نہیں مسلمان ہیں مگر ناقص ایمان والے جیسے حضور ﷺ نے فرمایا، "لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ" "نماز نہیں مگر سورۃ فاتحہ کے ساتھ۔ جس طرح سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ہو جاتی ہے مگر ناقص، اسی طرح مسلمان تو ہے مگر کمزور ایمان والا۔

(۵) یہاں سے امام نووی علیہ الرحمۃ حسد کی اقسام کو بیان فرمار ہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَلْحَسَدُ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ.

حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الحسد ص ۸۳ الحدیث ۴۹۰۳)

کسی کو نعمت ملے اور اسے ناپسند کرنا اور اس سے زوال چاہنا حسد کہلاتا ہے اور اگر ناپسند نہ کرے اور زوال بھی نہ چاہے بلکہ اپنے لیے بھی تمنا کرے تو رشک اور مومن کیلئے رشک لائق ہے نہ کہ حسد کیونکہ امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا،

اَلْمُؤْمِنُ یَغْبِطُ وَالْمُنَافِقُ یَحْسِدُ مومن رشک کرتا ہے اور منافق حسد کرتا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء الرقم ۱۲۶۸ الباب الاحیاء صفحہ ۲۵۴)

(۶) ترجمہ کنزالایمان: کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں۔

یعنی جو کچھ کسی کو ملتا ہے اللہ عزوجل عطاء تقسیم ہے اسی پر راضی رہنا چاہیے۔ اللہ عزوجل کی عطا کے بغیر کسی کو نبوت تو کجا عام نعمت بھی نہیں مل سکتی۔ مفتی احمد یار خان علیہ الرحمۃ الرحمن فرماتے ہیں، نبوت و رسالت کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں نہیں جسے ہم چاہیں نبوت دیں یہ تو ہمارے کرم سے ملتی ہے۔ (تفسیر نور العرفان)

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

لَایُؤْمِنُ: وہ مومن نہیں۔ لِاَخِیْہِ: اپنے بھائی کیلئے۔ لِنَفْسِہٖ: اپنی ذات کیلئے۔ عُمُوْمٌ: عمومیت، شمولیت۔ اَلْھِدَایَۃُ: رہنمائی، بھلائی۔ اَلْمَنْفِعَۃُ: منافع اس کی جمع آتی ہے، فائدہ، نفع۔ اَلطِّبَاعُ الْبَشَرِیَّۃُ: انسانی مزاج۔ یَتَمَنّٰی: وہ آرزو کرتا ہے، یا تمنا کرتا ہے۔ حَسُوْدًا: حاسد جمع حَسَدَۃ۔ اَشَرُّ: زیادہ برا۔ اَلْمُسَاوَاۃُ: برابری۔ بِقِسْمَۃِ اللّٰہِ: اللہ عزوجل کی تقسیم کے ساتھ۔ یُعَالِجُ: وہ علاج کرے، مزاج درست۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ الرَّابِعُ عَشَرَ......﴾

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ: (لَایَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدٰی ثَلَاثٍ: اَلثَّیِّبُ الزَّانِیْ، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِکُ لِدِیْنِہِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَۃِ) رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَ مُسْلِمٌ.

قولُہ صلّی اللہ علیہ وسلّم: (اَلثَّیِّبُ الزَّانِیْ) المرادُ: مَنْ تَزَوَّجَ وَوَطِیَٔ فِی نِکَاحٍ صَحِیْحٍ ثُمَّ زَنَا بَعْدَ ذلک، فَاِنَّہٗ یُرْجَمُ، وَاِنْ لَمْ یَکُنْ مُتَزَوِّجًا فِی حَالَۃِ الزِّنَا لِاِتِّصَافِہٖ بِالْاِحْصَانِ.

قولُہ صلّی اللہ علیہ وسلّم: (وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ) اَیْ: بِشَرْطِ الْمُکَافَاۃِ، فَلَا یُقْتَلُ الْمُسْلِمُ بِالْکَافِرِ وَلَا الحُرُّ بِالْعَبْدِ عِنْدَ الشَّافِعِیَّۃِ، لا الحَنَفِیَّۃِ.

قولُہ صلّی اللہ علیہ وسلّم: (وَالتَّارِکُ لِدِیْنِہِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَۃِ) وَھُوَ الْمُرتَدُّ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی، وَقَدْ یَکُوْنُ مُوَافِقًا لِلْجَمَاعَۃِ کَالْیَھُوْدِیِّ اِذَا تَنَصَّرَ، وَبِالْعَکْسِ یقتَلُ لِاَنَّہٗ تارکٌ لِدِیْنِہٖ غیر مُفَارِقٍ لِلْجَمَاعَۃِ، وَفِیْہِ قَوْلَانِ، اَصَحُّھَا: لَا یُقْتَلَ بَلْ یُلْحَقُ بِالْاَمْنِ. وَالثَّانِی: یُقْتَلُ لِاَنَّہٗ اِعْتَقَدَ بُطْلَانَ دِیْنِہِ الَّذِیْ کَانَ عَلَیْہِ وَانْتَقَلَ اِلٰی دِیْنٍ کَانَ یَرٰی بُطْلَانَہٗ قَبْلَ ذٰلِکَ، وَھُوَ غَیْرُ الحَقِّ فَلَا یُتْرَکُ بَلْ اِنْ لَمْ یُسْلِمْ یُقْتَلُ، وَقَدْ تَقَدَّمَ اَلْقَتْلُ اَیْضًا فِی صُوْرَۃٍ سَبَقَ الْکَلَامُ عَلَیْھَا.

ترجمہ:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۱) سے روایت ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''کسی مسلمان مرد کا خون بہانا جائز نہیں مگر تین میں سے ایک کے سبب، شادی شدہ زانی، جان کے بدلے جان، اپنے دین کو چھوڑنے والا، جماعت سے الگ ہونے والا''۔ روایت کیا اسے امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ نے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ''اَلثَّیِّبُ الزَّانِیْ''۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے نکاح کیا اور نکاح صحیح میں مخصوص فعل (یعنی وطی کی یا خلوت صحیح پائی گئی) اس کے بعد زنا کیا تو اسے رجم کیا جائے گا اگر چہ وہ زنا کی حالت میں شادی شدہ نہ ہو کیونکہ وہ پہلے احصان کی صفت سے متصف ہو چکا ہے۔(۲)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ''وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ'' یعنی برابری کی شرط کے ساتھ لہٰذا حضرات شافعیہ علیہم الرحمۃ کے نزدیک مسلمان کو کافر کے بدلے، آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ حضرات حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک ایسا حکم نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ''وَالتَّارِکُ لِدِیْنِہِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَۃِ'' اور وہ مرتد ہی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ (اللہ

عزوجل کی پناہ)۔اور کبھی وہ جماعت کے موافق ہوتا ہے مثلاً یہودی جب نصرانی ہو اس کے برعکس نصرانی یہودی ہو جائے ایسے شخص کو قتل کیا جائے گا کیونکہ وہ دین کو چھوڑنے والا ہے جماعت کو نہیں۔

اس بارے میں دراصل دو قول ہیں

پہلا یہ ہے کہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے امن دیا جائے گا۔

دوسرا یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ اس نے اس دین کے باطل ہونے کا اعتقاد کیا ہے جس پر وہ تھا اور اس دین کی طرف پھرا جس کو وہ اس سے پہلے باطل جانتا تھا جو کہ درست نہیں لہٰذا اسے چھوڑا نہیں جائے گا بلکہ اسلام نہ لانے کی صورت میں قتل کر دیا جائے گا اور قتل کے متعلق بحث پہلے بھی گزر گئی۔

☆......☆......☆......☆

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث مبارکہ میں انسان کی جان کی اہمیت یعنی قیمتی ہونے کا بیان ہے

(۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی (دیکھئے الحدیث الرابع)

(۲) یعنی اگر وہ اپنی زوجہ کو طلاق دے چکا یا اس کی زوجہ انتقال کر گئی نکاح صحیح میں مخصوص فعل یا خلوت صحیحہ کر لینے کے بعد محصن ہو چکا جیسا ردالمحتار میں ہے "لَا یَجِبُ بَقَاءُ النِّکَاحِ لِبَقَائِہٖ اَیْ الاحصان فَلَوْ نَکَحَ فِیْ عُمْرِہٖ مَرَّۃً ثُمَّ طَلَّقَ وَ بَقِیَ مُجَرَّدًا وَزَنٰی رُجِمَ" محصن رہنے کیلئے نکاح کا باقی رہنا واجب (ضروری) نہیں لہٰذا اگر اس نے عمر میں ایک بار بھی نکاح کر لیا (اور اس میں وطی کر لی) پھر طلاق دے دی تو محصن ہی رہے گا اگرچہ عمر بھر مجرد (شادی کے بغیر) رہے اور (اگر) زنا کیا تو رجم کیا جائے گا۔ (ردالمحتار کتاب الحدود ج۶ صفحہ ۲۷ مکتبہ رشیدیہ)

محصن ہونے کی سات شرائط ہیں۔

(۱) آزاد ہونا (۲) عاقل ہونا (۳) بالغ ہونا (۴) مسلمان ہونا (۵) نکاح صحیح ہونا (۶) نکاح صحیح کے ساتھ وطی ہونا

(۷) میاں بیوی دونوں کا وقت وطی میں صفات مذکورہ کے ساتھ متصف ہونا لہٰذا اگر باندی سے نکاح کیا ہے یا آزاد عورت نے غلام سے نکاح کیا تو محصن و محصنہ نہیں، ہاں اگر ان کے آزاد ہونے کے بعد وطی واقع ہوئی تو اب محصن ہو گئے۔

(بہار شریعت ج دوم حصہ نہم حدود کا بیان ص ۳۷۷)

☆☆☆☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

قَوْلَانِ: دوقول۔ اِعْتَقَدَ: اس نے اعتقاد کیا، معاملہ پختہ کیا۔ بُطْلَانُهٗ: اس کا باطل ہونا۔ تَقَدَّمَ: گزر گیا۔

لَا يَحِلُّ: جائز نہیں۔ دَمٌ: خون۔ اَلثَّيِّبُ: شادی شدہ۔ اَلنَّفْسُ: جان۔

من تزوج: جس نے نکاح کیا۔ مُتَزَوِّجًا: نکاح کیا ہوا، شادی شدہ۔ اَلْمُكَافَاةُ: بدلہ، کافی ہونا۔ تَنَصَّرَ: وہ نصرانی بنا۔ موافق: مطابق۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ الْخَامِسُ عَشَرَ......﴾

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلّم قَالَ: (مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً اَو لِيَصْمُتْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰه وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ) رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ.

قولُهُ صلّى الله عليه وسلّم: (مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً اَو لِيَصْمُتْ) قَالَ الشَّافِعِیُّ رحمه الله تعالى: مَعْنَى الحديثِ: اِذَا اَرَادَ اَنْ يَتَكَلَّمَ فَلْيَفْكُرْ، فَاِنْ ظَهَرَ اَنَّهُ لَا ضَرَرَ عَلَيْهِ تَكَلَّمَ، وَاِنْ ظَهَرَ اَنَّ فِيْهِ ضَرَرٌ اَوْ شَكٌّ فِيْهِ اَمْسَكَ. وَقَالَ الْاِمَامُ الْجَلِيْلُ اَبُوْمُحَمَّدِ ابْنِ اَبِیْ زَيْدٍ اِمَامُ الْمَالِكِيَّةِ بِالْمَغْرِبِ فِی زَمَنِهٖ: جَمِيْعُ آدابِ الْخَيْرِ تَتَفَرَّعُ مِنْ اَرْبَعَةِ اَحَادِيْثٍ: قَوْلُ النَّبِیِّ صلّى الله عليه وسلّم: (مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً اَوْ لِيَصْمُتْ). قولُهُ صلّى الله عليه وسلّم: (مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيْهِ). قولُهُ صلّى الله عليه وسلّم: لِلَّذِیْ اِخْتَصَرَ لَهُ الْوَصِيَّةَ: (لَا تَغْضَبْ). وقولُه (لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يحبُّ لِنَفْسِهٖ).

وَنُقِلَ عَنْ اَبِی الْقَاسِمِ الْقُشَيْرِیُّ رحمه الله تعالى اَنَّهُ قَالَ اَلسُّكُوْتُ فِیْ وقتِهٖ صِفَةُ الرِّجَالِ، كَمَا اَنَّ النُّطْقَ فِیْ مَوْضِعِهٖ مِنْ اَشْرَفِ الْخِصَالِ. قَالَ: وَسَمِعْتُ اَبَا عَلِیِّ الدِّقَّاق يقولُ: مَنْ سَكَتَ عَنِ الْحَقِّ فَهُوَ شَيْطَانٌ اَخْرَسُ. وَكَذَا نَقَلَهُ فِیْ "حِلْيَةِ الْعُلَمَاءِ" عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ. وَفِیْ "حِلْيَةِ الْاَوْلِيَاءِ" اَنَّ الْاِنْسَانَ يَنْبَغِیْ لَهُ اَنْ لَّا يَخْرُجَ مِنْ كَلَامِهٖ اِلَّا مَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ، كَمَا اَنَّهُ لَا يَنْفِقُ مِنْ كَسْبِهٖ اِلَّا مَايَحْتَاجُ اِلَيْهِ، وَقَالَ: لَوْ كُنْتُمْ تَشْتَرُوْنَ الْكَاغَذَ لِلْحِفَظَةِ لَسَكَتُّمْ عَنْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْكَلَامِ. وَرُوِیَ عَنْهُ صلّى الله عليه وسلّم اَنّه قال: (مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ قِلَّةُ كَلَامِهٖ فِيْمَا لَا يَعنيه)، وَرُوِیَ عَنْهُ صلّى الله عليه وسلّم اَنّه قَالَ: (اَلْعَافِيَةُ فِیْ عَشَرَةِ اَجْزَاءٍ: تِسْعَةٌ مِّنْهَا فِی الصَّمْتِ اِلَّا عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ).

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۱) سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے پس اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے اور جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے پس اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کی تعظیم کرے اور جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی تعظیم کرے"۔ روایت کیا اسے امام بخاری وامام مسلم رحمہما اللہ نے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَصْمُتْ"۔امام شافعی علیہ رحمۃ الکافی نے فرمایا کہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی بات کرنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ پہلے غور وفکر کرے پس اگر گفتگو کرنے میں نقصان نہ ہو تو کر لے اور اگر نقصان ہو یا نقصان کا شک ہو تو رک جائے (خاموش رہے)۔امام جلیل ابو محمد بن ابی زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما جو اپنے زمانے کے (اعتبار سے) مغرب میں مالکیہ کے امام تھے، نے فرمایا "خیر کے تمام آداب چار احادیث سے متفرع ہوتے ہیں"۔(۲)

پہلی حدیث:

"مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَصْمُتْ"۔

جو اللہ جل جلالہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔(۳)

دوسری حدیث:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ"۔

مرد کے حسن اسلام سے یہ بات ہے کہ بے مقصد چیز کو چھوڑ دینا ہے۔

تیسری حدیث:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان اس شخص کیلئے جسے آپ ﷺ نے مختصر وصیت فرمائی،

"لَا تَغْضَبْ" تو غصہ نہ کر۔(۴)

چوتھی حدیث:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ" تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ پسند کرے اپنے مسلمان بھائی کیلئے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

علامہ ابو القاسم القشیری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، "خاموشی کے وقت خاموش رہنا مردوں کی خوبی ہے جیسا کہ بولنے کی جگہ بولنا خوبیوں میں سے بہترین خوبی ہے (مزید) آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، میں نے ابو علی الدقاق علیہ الرحمۃ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو حق بات کہنے سے خاموش رہا وہ گونگا شیطان ہے اور اسی طرح آپ علیہ الرحمۃ نے "حلیۃ الاولیاء" میں متعدد سے نقل کیا ہے اور "حلیۃ الاولیاء" میں ہے، بے شک انسان کو چاہیے کلام نہ کرے مگر بقدر ضرورت جیسا کہ وہ اپنے مال کو خرچ نہیں کرتا مگر بقدر ضرورت۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اگر تم لوگ فرشتوں کیلئے کاغذ خریدتے تو کثیر کلام سے تم

خاموش رہتے۔

حضورﷺ سے روایت ہے، آپﷺ نے فرمایا،

مرد کی فقاہت (سمجھداری) میں سے مرد کا لا یعنیہ (فضول) فضول باتوں کا بہت کم ہونا ہے۔

آپﷺ سے روایت ہے، آپﷺ نے فرمایا، "خیر و عافیت دس حصوں میں ہے جن میں نو (۹) حصے اللہ تعالیٰ عزوجل کے ذکر کے علاوہ خاموش رہنے میں ہے"۔

☆......☆......☆......☆

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث مبارکہ میں فرمایا مسلمان کو صرف پڑوسی یا مہمان سے خیر خواہی نہیں کرنی چاہیے بلکہ اپنے ساتھ بھی خیر خواہی کرے کیونکہ ایمان اگرچہ تصدیق قلبی کا نام ہے مگر اس کی تکمیل اخلاق عالیہ اور اعمال صالحہ سے ہوتی ہے۔

(۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی (دیکھئے الحدیث التاسع)

(۲) وہ جامع احادیث مبارکہ ہیں۔

(۳) "عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بِنِ عَمْرو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَمَتَ نَجَا" حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔

"طُوبٰی لِمَنْ اَمْسَکَ الْفَضْلَ مِنْ لِسَانِهٖ وَاَنْفَقَ الْفَضْلَ مِن مَّالِهٖ" اس شخص کو مبارک ہو جو اپنی زبان کو فضول گوئی سے روک لے اور اپنے زائد مال کو خرچ کر دے۔ (شعب الایمان للبیہقی باب فی الزکاۃ فصل فی کراہیۃ ج ۳ ص ۲۲۵)

(۴) اس موضوع پر اس حدیث کے بعد الحدیث السادس مع شرح مذکورہ ہے۔

وَيُقَالُ: مَنْ سَكَتَ فَسَلِمَ، كَمَنْ قَالَ فَغَنَمَ. وَقِيْلَ لِبَعْضِهِمْ: لِمَ لَزِمْتَ السُّكُوْتَ؟ قَالَ: لِأَنِّ لَمْ أَنْدَمْ عَلَى السُّكُوْتِ قَطُّ، وَقَدْ نَدِمْتُ عَلَى الْكَلَامِ مِرَاراً. وَمِمَّا قِيْلَ: جَرْحُ اللِّسَانِ كَجَرْحِ الْيَدِ، وَقِيْلَ: اَللِّسَانُ كَلْبٌ عَقُوْرٌ اِنْ خُلِّيَ عَنْهُ عَقَرَ.

وَرُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ:

قَدْ اَفْلَحَ السَّاكِتُ الصَّمُوْتُ	كَلَامُهٗ قَدْ يُعَدُّ قُوْتُ
مَا كُلُّ نُطْقٍ لَهٗ جَوَابٌ	جَوَابُ مَا يَكْرَهُ السُّكُوْتُ

وَاعَجَبًا لِاَمْرَاءِ ظَلُوْمٍ مُسْتَيْقِنٍ اَنَّهُ يَمُوْتُ

قوله صلّى الله عليه وسلّم: (وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ) قَالَ الْقَاضِيْ عِيَاضٌ: مَعْنَى الحديثِ: أَنَّ مَنِ الْتَزَامَ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ، لَزِمَهُ اِكْرَامُ الضَّيْفِ وَالْجَارِ. وَقَدْ قَالَ صلّى الله عليه وسلّم: (مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ).

وقولُهُ تعالى: ﴿وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ﴾۔ [النساء:۳۶]

اَلْجَارُ يَقَعُ عَلٰى اَرْبَعَةٍ: اَلسَّاكِنُ مَعَكَ فِي الْبَيْتِ. قَالَ الشَّاعِرُ:

اَجَارَتَنَا بِالْبَيْتِ اِنَّكِ طَالِقٌ

وَيَقَعُ عَلٰى مَنْ لَاصَقَ لِبَيْتِكَ، وَيَقَعُ عَلٰى اَرْبَعِيْنَ دَاراً مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، وَيَقَعُ عَلٰى مَنْ يَسْكُنُ مَعَكَ فِي الْبَلَدِ، قَالَ اللّٰه تعالٰى: ﴿ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا﴾ [الاحزاب:٦٠] فَالْجَارُ الْمَلَاصِقُ الْقَرِيْبُ الْمُسْلِمُ لَهُ ثَلَاثَةُ حُقُوْقٍ، وَالْجَارُ الْبَعِيْدُ الْمُسْلِمُ لَهُ حَقَّانِ، وَغَيْرُ الْقَرِيْبِ الْمُسْلِمِ لَهُ حَقٌّ وَاحِدٌ.

وَالضِّيَافَةُ مِنْ آدَابِ الْإِسْلَامِ، وخلقِ النبيّين والصّالحِيْنَ، وَقَدْ اَوْجَبَهَا اللَّيْثُ لَيْلَةً وَاحِدَةً وَاخْتَلَفُوْا: هَلِ الضِّيَافَةُ عَلَى الْحَاضِرِ وَالْبَادِيْ، اَمْ عَلَى الْبَادِيْ خاصةً؟ فَذَهَبَ الشَّافِعِيُّ، وَمحمدُ بْنُ عَبدِالْحَكَمِ اِلٰى اَنَّهَا عَلَى الْحَاضِرِ وَالْبَادِيْ، وَذَهَبَ مَالِكٌ وَسَحنُوْنٌ اِلٰى اَنَّهَا عَلٰى اَهْلِ الْبَوَادِي، لِاَنَّ الْمُسَافِرَ يَجِدُ فِي الْحَضَرِ الْمَنَازِلَ فِي الْفَنَادِقِ وَمَوَاضِعِ النُّزُوْلِ وَمَا يَشْتَرِيْ مِنَ الْاَسْوَاقِ وَقَدْ جَاءَ فِيْ حَدِيْثٍ: (اَلضِّيَافَةُ عَلٰى اَهْلِ الْوَبَرِ وَلَيْسَتْ عَلٰى اَهْلِ الْمدَرِ). لٰكِنَّهُ حَدِيْثٌ مَوْضُوْعٌ.

ترجمہ:

اور کہا گیا ہے کہ ”جو خاموش رہا وہ سلامتی میں ہوا جیسا کہ اسنے کہا ”فغنم“ اس نے غنیمت کو حاصل کیا“۔

اور بعض حضرات سے منقول ہے کہ کسی شخص کو کہا گیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سکوت (خاموشی) کو (اپنے اوپر) کیوں لازم کرلیا؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اس لیے کہ میں کبھی بھی خاموش رہنے پر نادم نہیں ہوا اور تحقیق بولنے پر بار بار نادم ہوا۔

اوران (محاوروں) میں سے کہا گیا ہے

”جَرْحُ اللِّسَانِ كَجَرْحِ الْيَدِ“ زبان کا زخم ہاتھ کے زخم کی طرح ہے۔(۵)

اور کہا گیا ہے کہ زبان کاٹنے (زخمی کرنے) والا کتا ہے اگر اسے چھوڑ دیا جائے تو وہ کاٹے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

(۱) تحقیق بالکل خاموش رہنے والا کامیاب ہو گیا۔اس کا کلام قوت شمار کیا جاتا ہے۔

(۲) ہر بات کا جواب نہیں ہوتا اور نہ پسند بات کا جواب خاموشی اختیار کرنا ہے۔

(۳) واہ تعجب ہے ظالم امراء کیلئے جنہیں موت کا یقین ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ''وَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ''۔

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس نے شرائع اسلام کا التزام کیا، اسے مہمان اور پڑوسی کا اکرام (تعظیم) لازم ہے (۶) اور تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے ہمیشہ ہمسایہ کے حقوق کے متعلق وصیت عرض کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ ہمسایہ کو (مال و دولت میں) وارث بنا دیں گے۔

اور اللہ عزوجل کا فرمان ''وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ''۔ [النساء۳۶](۷)

لفظ جار (پڑوسی) چار قسم کے لوگوں پر واقع (اطلاق) ہوتا ہے۔(۸)

(۱) جو تیرے ساتھ گھر میں رہتا ہے جیسا کہ شاعر نے کہا

اے گھر میں رہنے والی پڑوسن بے شک تو طلاق والی ہے۔(۹)

(۲) لفظ جار واقع ہوتا ہے جس کا گھر ملا ہوا ہو تمہارے گھر کے ساتھ۔

(۳) لفظ جار واقع ہوتا ہے ہر طرف (چاروں طرف) سے چالیس (چالیس) گھروں پر۔

(۴) اور وہ واقع ہوتا ہے اس پر جو تمہارے ساتھ شہر میں رہتا ہے۔

اللہ عزوجل نے فرمایا ''ثُمَّ يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا''۔ [الاحزاب۶۰](۱۰)

پس ایسا ہمسایہ جو ملا ہوا، قریبی ہو، مسلمان ہو، (پہلی اور دوسری قسم) اس کے تین حقوق ہیں اور ایسا ہمسایہ جو دور ہو، مسلمان ہو، (تیسری قسم) اس کے دو حق ہیں اور ایسا ہمسایہ جو قریبی نہ ہو (مگر) مسلمان ہو، (چوتھی قسم) اس کا ایک حق ہے۔(۱۱)

اور ضیافت (مہمان نوازی) اسلام کے آداب، انبیاء علیہم السلام، صالحین رحمہم اللہ کی عادت کریمہ سے ہے اور تحقیق حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رات ضیافت (مہمان نوازی) کو واجب قرار دیا ہے (البتہ اسمیں) علماء کرام رحمہم اللہ نے اختلاف کیا کہ کیا ضیافت شہری پر ہے یا دیہاتی پر یا صرف خاص دیہاتی پر ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ، حضرت علامہ محمد بن عبدالحکم علیہما الرحمۃ اس بات کی طرف گئے، بے شک ضیافت شہری اور دیہاتی دونوں پر ہے اور حضرت امام مالک، حضرت علامہ سحون علیہما الرحمۃ اس بات کی طرف گئے کہ صرف دیہات والوں پر ہے کیونکہ مسافر شہر میں ہوٹل کے اندر رہائش، بیٹھنے کی جگہوں اور بازار سے خریدی جانے والی اشیاء (کھانے، پینے کا ساز و سامان وغیرہ) کو پالے گا۔

اور تحقیق حدیث مبارکہ میں ہے: ضیافت دیہات والوں پر ہے شہر والوں پر نہیں، لیکن یہ حدیث موضوع ہے۔

شرح:

(۵) حضرت سیدنا عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں، تم سے پہلے لوگ فضول کلام کو ناپسند کرتے تھے مثال کے طور پر یہ بات بھی فضول ہے کہ تم کہو اے اللہ عزوجل اس کتے کو دور فرما۔

(لباب الاحیاء بنام احیاء العلوم کا خلاصہ باب زبان کی آفات ص ۲۳۵)

حضرت سیدنا مطرف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کی عظمت کا لحاظ رکھا کرو اور کتے یا گدھے کا نام لیتے وقت بھی اللہ عزوجل کا ذکر نہ کرو مثلاً یہ نہ کہو، اے اللہ عزوجل! انہیں دور کردے وغیرہ وغیرہ۔

(لباب الاحیاء بنام احیاء العلوم کا خلاصہ باب زبان کی آفات ص ۲۳۵)

زبان کو قابو میں رکھنا بہت ضروری ہے اس لیے کہ زبان اور ہاتھ کے زخم میں بڑا فرق ہے ہاتھ کا زخم بھر جاتا ہے مگر زبان کا زخم بھرتا نہیں۔

کسی شاعر نے کہا ہے

جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِيَامُ　　　وَلَا يَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

دانتوں کے زخموں کیلئے مرہم ہے اور زبان نے جسے زخمی کیا اس کیلئے مرہم نہیں۔

(الفوائد الضیائیہ شرح ملا جامی صفحہ ۱۴ مکتبہ علوم اسلامیہ)

(۶) احترام مسلم تو ہر مسلمان پر لازم ہے ہی مگر مسلمان پڑوسی اور مہمان کی تعظیم اور لازم ہو جاتی ہے۔

پڑوسی کے حقوق:

مسلمان (پڑوسی) کا حق یہ ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے سے ملاقات کرے تو اسے سلام کرے جب وہ بلائے تو اس کو جواب دے اس کے چھینکنے پر "یَرْحَمُکَ اللّٰہُ" کہے، بیمار ہو تو عیادت کرے، فوت ہو تو جنازہ میں شریک ہو، جب کوئی قسم

اٹھائے تواس کی قسم کو پورا کرے، جب وہ خیر خواہی چاہے تو اس کی خیر خواہی کرے، غائب ہو تو غیر کی موجودگی میں اس کی حفاظت کرے (یہاں تک کہ) کسی مسلمان کو اپنے قول و فعل سے تکلیف نہ پہنچائے۔ (لباب الاحیاء بنام احیاء العلوم کا خلاصہ ص ۱۵۹)

مہمان کے حقوق:

بہتر یہی ہے کہ صاحب خانہ (میزبان) خود مہمانوں کے ہاتھوں پر پانی ڈالے اور (پانی والا) تھال دائیں طرف سے پھرا جائے، وہ کام جسے لوگ ناپسند کرتے ہیں اس کے کرنے سے بچنا چاہیے مثلاً کھانے میں ان کی طرف دیکھنا، برتن میں ہاتھ جھاڑنا، قلت اکل (کم کھانے) کو ظاہر کرنے کیلئے ان سے پہلے کھانا کھانا چھوڑ دینا۔

مہمان سے یہ نہ کہو کہ کیا میں آپ کیلئے کھانا پیش کروں؟ بلکہ اسے چاہیے کہ اس کے سامنے کھانا رکھ دے اگر وہ کھائے تو ٹھیک ورنہ اٹھالیا جائے۔ اسی طرح حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ (لباب الاحیاء بنام احیاء العلوم کا خلاصہ ص ۱۴۲۔۱۴۳)

مہمان کی تعریف:

مہمان وہ ہے جو ہم سے ملنے آوے۔ جو اپنے کام کیلئے ہمارے پاس آیا وہ ہمارا مہمان نہیں جیسے حاکم کے پاس مقدمہ والے یا مفتی کے پاس مسئلہ پوچھنے والے۔ (تفسیر نعیمی ج ۵ ص ۸۰ مکتبہ نعیمی کتب خانہ)

(۷) ترجمہ کنزالایمان: اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے۔

مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں، یعنی جس کا گھر تمہارے گھر سے ملا ہوا ہو اور جو محلہ دار تو ہو اس کا گھر تم سے ملا ہوا نہ ہو یا جو تمہارا پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی اور وہ جو صرف پڑوسی ہو رشتہ دار نہ ہو یا وہ جو پڑوسی بھی ہو مسلمان بھی اور وہ جو صرف پڑوسی ہو مسلمان نہ ہو، غرضیکہ پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے کی بہت سی تفسیریں ہیں۔

(۸) یعنی ہمسایہ صرف برابر والے گھر کو ہی نہیں کہتے بلکہ ہمسایہ کی کئی قسمیں ہیں، لباب الاحیاء میں حلیۃ الاولیاء کے حوالے سے ہمسایہ کی تین قسمیں جبکہ علامہ نووی نے چار اقسام بیاں کی۔

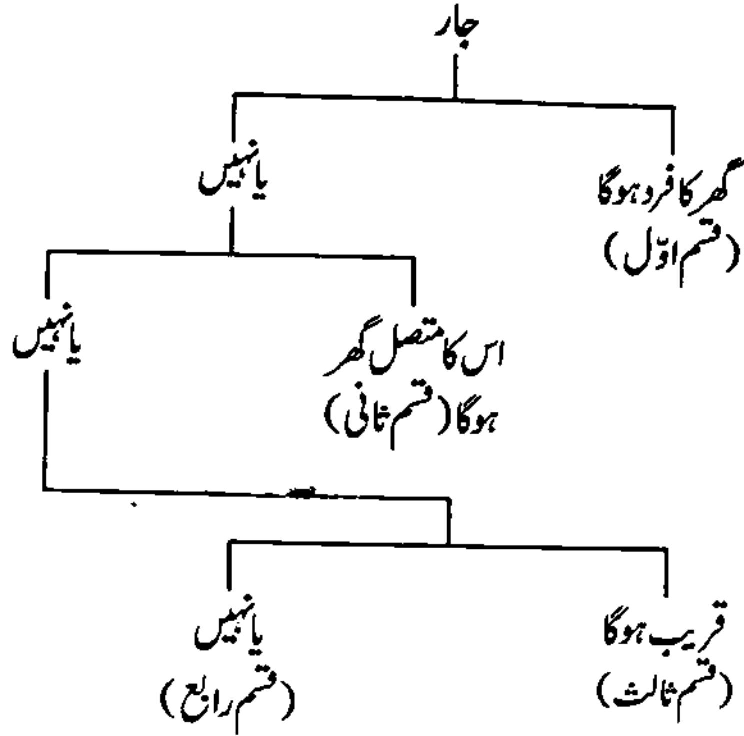
پہلی قسم سے مراد بیوی وغیرہ، قسم ثانی سے مراد قریبی ہمسایہ، قسم ثالث سے مراد چالیس چالیس گھروں تک، قسم رابع سے مراد شہر میں رہنے والا۔

(۹) مراد بیوی ہے اس کے علاوہ افراد مثلاً ماں، باپ، بہن، بھائی جو ساتھ رہتے ہوں اس قسم اوّل میں شامل ہیں۔

(۱۰) ترجمہ کنزالایمان: پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے دن۔

(۱۱)

جار کا نقشہ



☆......☆......☆......☆

مشکل الفاظ کے معانی

يُؤْمِنُ: وہ ایمان رکھتا ہے۔ خَيْرًا: اچھی بات۔ لِيَصْمُتْ: چاہئے کہ خاموش رہے۔ فَلْيُكْرِمْهُ: چاہیے کہ عزت کرے۔ جَارَهُ: اس کا ہمسایہ۔ ضَيْفَهُ: اس کا مہمان۔ اَرَادَ: اس نے ارادہ کیا۔ فَلْيَفْكُرْ: چاہیے کہ وہ غور و فکر کرے۔ لَا ضَرَرَ: نقصان نہ ہو۔ تَتَفَرَّعُ: مسئلہ نکلتا ہے، وہ متفرع ہوتا ہے۔ اِخْتَصِرْ: تو مختصر کر۔ شَيْطَانُ اَخْرَسَ: گونگا شیطان۔ حِلْيَةُ الْعُلَمَاءِ: کتاب کا نام۔ يُنْفِقُ: وہ خرچ کرتا ہے۔ اَجْزَاءِ: جُزْءٌ کی جمع حصہ۔ سَلِمَ: وہ محفوظ رہا۔ لَمْ اَنْدَمْ: میں نادم نہ ہوا۔ مِرَارًا: بار بار۔ عُقُوْرٌ: پاگل۔ اِلْزَمْ: لازم پکڑ۔ شَرَائِعُ: شَرِيْعَةٌ کی جمع ہے۔ جَارٌ: پڑوسی۔ سَيُوَرِّثُهُ: عنقریب وہ اسے وارث بنادیگا۔ لَاصَقَ: وہ ساتھ ملا۔ فالجار الملاصق: ملا ہوا ہمسایہ۔ اَلضِّيَافَةُ: مہمان نوازی۔ اَوْجَبَ: واجب، لازم، قرار دیا۔ اَلْحَاضِرُ: شہری۔ اَلْبَادِي: دیہاتی، فارق معنیٰ۔ مَوَاضِعُ: موضع کی جمع، جگہ۔ اَلْاَسْوَاقُ: سُوْقٌ کی جمع، بازار۔ اَلْوَبَرُ: خانہ بدوش۔ اَلْمَدَرُ: دیہات۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ السَّادِسُ عَشَرَ......﴾

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ النَّبِیُّ صلی اللّٰه علیه وسلّم: اَوْصِنِیْ، قَالَ: (لَاتَغْضَبْ) رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

قَوْلُهُ صلّی اللّٰه علیه وسلّم: (لَا تَغْضَبْ) مَعْنَاهُ لَا تُنْفِذْ غَضَبَکَ، وَلَيْسَ النَّهْیَ رَاجِعًا اِلٰی نَفْسِ الْغَضَبِ، لِاَنَّهُ مِنْ طِبَاعِ الْبَشَرِ، وَلَا يُمْكِنُ الْاِنْسَانُ دَفْعَهُ.

وقوله علیه الصلوة والسلام: (اِيَّاكُمْ وَالْغَضَبَ فَاِنَّهُ جَمْرَةٌ تَتَوَقَّدُ فِی فُؤَادِ ابْنِ آدمَ، اَلَمْ تَرَ اِلٰی اَحَدِكُمْ اذا غَضِبَ كَيْفَ تَحْمَرُّ عَيْنَاهُ وَتَنْتَفِخُ اَوْدَاجُهُ، فاذا اَحَسَّ اَحَدُكُمْ بِشَیْءٍ مِنْ ذٰلِکَ فَلْيَضْطَجِعْ اَوْ لِيَلْصِقْ بِالْاَرْضِ).

وَجَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم فقال: یارسولَ اللّٰهِ عَلِّمْنِیْ عِلْمًا يُقَرِّبُنِیْ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُبْعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ قال: (لَاتَغْضَبْ وَلَکَ الْجَنَّةُ).

وقال صلّی اللّٰه علیه وسلّم: (اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَاِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ. وَاِنَّمَا يُطْفِیُٔ النَّارَ الماءُ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ).

وقال اَبُوْذَرِّ الْغِفَارِیُّ: قَالَ لَنَا رسولُ اللّٰهِ صلّی اللّٰه علیه وسلّم: (اِذَا غَضِبَ احدُكُمْ وهو قائمٌ فليجلِسْ، فَاِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الغَضَبُ والاَّ فَلْيَضْطَجِعْ).

وَقَالَ عِيْسٰی علیه الصلاۃ والسلامُ لِيَحْيٰی بْنِ زَكَرِيَّا علیه الصلاۃ والسلامُ: اِنِّیْ مُعَلِّمُکَ عِلْمًا نَافِعًا: لَا تَغْضَبْ. فَقَالَ: وَكَيْفَ لِیْ اَنْ لَا اَغْضِبَ؟ قَالَ اِذَا قِيْلَ لَکَ مَا فِيْکَ فَقُلْ: ذَنْبٌ ذَكَرْتَهُ اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ مِنْهُ، وَاِنْ قِيْلَ لَکَ مَا لَيْسَ فِيْکَ فَاحْمَدِ اللّٰهَ، اِذْ لَمْ يَجْعَلْ فِيْکَ مَا عُيِّرْتَ بِهِ، وَهِیَ حَسَنَةٌ سِيْقَتْ اِلَيْکَ.

وَقَالَ عَمْرُوْ بْنُ الْعَاصِ: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلّی اللّٰه علیه وسلم عَمَّا يُبْعِدُنِیْ عَنْ غَضَبِ اللّٰهِ تَعَالٰی قَالَ: (لَاتَغْضَبْ).

وَقَالَ لُقْمَانُ لِاِبْنِهٖ: اِذَااَرَدْتَ اَنْ تُوَاخِیَ اَخاًفَاَغْضِبْهُ، فَاِنْ اَنْصَفَکَ وَهُوَ مُغْضِبٌ، وَاِلَّا فَاحْذَرْهُ.

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۱) سے روایت ہے کہ بے شک ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں عرض کیا مجھے وصیت فرمایئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "غصہ نہ کرو" روایت کیا اسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "لَا تَغْضَبْ"۔

اس کا معنی ہے تو اپنے غصہ کو نافذ نہ کر اور نہی نفس غضب کی طرف راجع نہیں کیونکہ غصہ کا آنا تو انسانی مزاج سے ہے

(۲) جس کو دور کرنے کی انسان قدرت نہیں رکھتا۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان مقدس ہے۔

کہ تم غصہ سے بچو بے شک وہ انگارہ ہے جو ابن آدم کے دل میں جلتا ہے کیا تم نے اپنے میں سے کسی ایک طرف دیکھا جب وہ غصہ کرتا ہے تو کیسے اس کی دونوں آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور اس کی رگیں پھول جاتی ہیں لہٰذا جب تم میں سے کوئی اس سے کچھ محسوس کرے تو اسے چاہیے کہ وہ لیٹ جائے یا زمین سے مل جائے۔

اور ایک مرد نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ مجھے ایسی بات سکھایئے جو مجھے جنت کے قریب اور دوزخ سے دور کر دے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "لَا تَغْضَبْ وَ لَکَ الْجَنَّۃُ تو غصہ نہ کر تیرے لیے جنت ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

بے شک غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور محض آگ کو پانی بجھا دیتا ہے پس جب تم میں سے کسی ایک کو غصہ آئے تو اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے۔ (۳)

اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ارشاد فرمایا،

جب تم میں سے کسی ایک کو غصہ آئے اس حال میں کہ وہ کھڑا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ بیٹھ جائے پس اگر غصہ چلا جائے (تو فبھا) ورنہ لیٹ جائے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو فرمایا،"

بے شک میں تجھے علم نافع سکھانے والا ہوں، تو غصہ نہ کر۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا میں کیسے غصہ نہ کروں؟ فرمایا جب تجھے وہ بات کہی جائے جو تجھ میں ہے تو آپ علیہ السلام کہیے کہ یہ لغزش ہے جس کا آپ علیہ السلام نے ذکر فرمایا۔ میں اللہ عزوجل سے مغفرت چاہتا ہوں اور اگر تجھے وہ بات کہی جائے جو تجھ میں نہیں تو آپ علیہ السلام اللہ عزوجل کی حمد بیان کیجئے کیونکہ جس بات کے ساتھ آپ علیہ السلام کو عار دلائی گئی اسے اللہ عزوجل نے آپ علیہ السلام میں نہیں رکھا اور وہ تیری طرف چلایا گیا ہے۔

اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس چیز کے بارے میں سوال کیا جو اللہ عزوجل کے غضب سے دور کر دے تو آپ ﷺ نے فرمایا "لا تغضب" تو غصہ نہ کر۔

اور حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا، "جب تو کسی کو بھائی بنانے کا ارادہ کرے تو تُو اس سے غصہ نہ کر پس اگر وہ تجھ سے غصہ کی حالت میں انصاف کرے (تو فبہا) ورنہ تو اس سے بچ۔

تشریح: خلاصہ حدیث

اس حدیث مبارکہ میں پندونصائح کا ایک جامع ذخیرہ بیان ہوا کہ غصہ مت کرو مراد غصہ کرنے سے بے جا غصہ ہے کیونکہ فیصلہ عقل سے ہوتا ہے اور جب آدمی غصہ میں زیادہ بے جا آ جائے تو عقل نہیں رہتی جس کی بناء پر آدمی درست فیصلہ نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ طلاق وغیرہ کے معاملات میں پڑ کر نادم ہوتا ہے۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی دیکھئے الحدیث التاسع۔

(۲) یعنی درست جگہوں پر غصہ کا لانا بھی ضروری ہوتا ہے۔

(۳) غصہ سے بچنے یعنی یہاں سے پندونصائح کے جامع اصول کو اپنانے کا طریقہ بھی ارشاد فرمایا۔

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

لَا تُنْفِذْ: تو نافذ نہ کر، پورا نہ کر۔ طِبَاعٌ: مزاج۔ جَمْرَةٌ: انگارہ۔ فُؤَادٌ: دل۔ عَيْنَاهُ: اس کی دونوں آنکھیں ،اصل میں عَيْنَانِ هُ تھا، نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے گر گیا۔ اَوْدَاجُهُ: اس کی گردن کی رگیں (جو غصہ کے وقت پھول جاتی ہیں) وَدَجٌ کی جمع ہے اور ہ ضمیر مجرور متصل ہے جو محل جر میں واقع ہے۔ لِيَلْصِقْ: چاہیے کہ وہ چپکے۔

يَطْفِيءُ: وہ بجھاتا ہے۔ مَافِيْكَ: جو تجھ میں ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ: میں اللہ عزوجل سے معافی چاہتا ہوں۔ فَاحْمِدِ اللّٰهَ: تو اللہ عزوجل کی حمد کر۔ مَاعُيِّرْتَ: جس کی تجھے عار دی گئی۔ سِيْقَتْ: فعل ماضی مجہول، وہ لائی گئی۔ اَنْ تُؤَاخِيَ: بھائی چارہ کرنا۔ اَنْصَفَ: اس نے انصاف کیا۔ فَاحْذِرْهُ: تو اس سے بچ۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلحَدِیثُ السَّابِعُ عَشَرَ......﴾

عَنْ اَبِی یَعْلٰی شَدَّادِ بنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم قَالَ: (اِنَّ اللّٰهَ کَتَبَ الاِحْسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ. فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا القِتْلَةَ، وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ، وَلْیُحِدَّ اَحَدُکُمْ شَفْرَتَهُ، وَلْیُرِحْ ذَبِیْحَتَهُ) رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قولُهٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: (اِنَّ اللّٰهَ کَتَبَ الاِحْسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ)مِنْ جُمْلَةِ الاِحْسَانِ عِنْدَ قَتْلِ المُسْلِمِ فِی القِصَاصِ اَنْ یَتَفَقَّدَ آلَةَ القِصَاصِ، وَلَا یُقْتَلُ بِآلَةٍ کَالَّةٍ، وَکَذٰلِکَ یُحِدُّ الشَّفْرَةَ عِنْدَ الذَّبْحِ، وَیُرِیْحَ البَهِیْمَةَ، وَلَا یَقْطَعُ مِنْهَا شَیْءٌ حَتّٰی تَمُوْتَ، وَلَا یُحِدُّ السِّکِّیْنَ قِبَالَتَهَا، وَاَنْ یُعْرِضَ عَلَیْهَا المَاءَ قَبْلَ الذَّبْحِ، وَلَا یُذْبَحُ اللَّبُوْنُ، وَلَا ذَاتُ الوَلَدِ، حَتّٰی یَسْتَغْنِی عَنِ اللَّبَنِ.

وَاَنْ لَا یَسْتَقْصِیُ فِی الحَلْبِ، وَیُقَلِّمَ اَظْفَارَهٗ عِنْدَ الحِلْبِ، قَالُوْا: وَلَا یُذْبَحُ وَاحِدَةٌ قُدَّامَ اُخْرٰی.

ترجمہ:

حضرت ابویعلی شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ(۱) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”بے شک اللہ تعالٰی نے ہر شے پر حسن سلوک فرض کیا پس جب تم قتل کرو تو احسن طریقے سے قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو احسن طریقے سے ذبح کرو اور چاہیے کہ تم میں سے ایک آدمی اپنی چھری تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے“۔روایت کیا اسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان،”اِنَّ اللّٰهَ کَتَبَ الاِحْسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ“ جملہ احسان یہ ہے کہ مسلمان کو قصاص میں قتل کرتے وقت جب اسے قصاصاً قتل کیا جائے تو تیز آلہ کے ساتھ قتل کیا جائے، عام آلہ (۲) سے قتل نہ کیا جائے۔اسی طرح جانور(۳) کو ذبح کرتے وقت چھری تیز ہو اور جانور کو آرام پہنچائے جب تک اس کی موت مکمل نہ ہو تو اس کے اعضاء میں سے کچھ نہ لے اور اس کے سامنے چھری کو تیز نہ کرے ذبح کرنے سے قبل اسے پانی دکھایا (پلایا) جائے۔(۴) لبون کو ذبح اور بچے والے جانوروں کو ذبح نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ بچے دودھ سے بے نیاز ہو جائیں اور دودھ دوہنے میں زیادہ شوق نہ کرنا(۵) دودھ نکالتے وقت اپنے ناخن کا کاٹنا(۶) یہاں تک کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ نے فرمایا ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کیا جائے۔

شرح: **خلاصہ حدیث**

اس حدیث میں احسان کو بیان فرمایا گیا ہے۔

(۱) حضرت ابویعلی شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حالات زندگی۔

آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام نامی اسم گرامی شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے اور آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کنیت ابویعلی ہے۔

آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ حمص میں سکونت پزیر تھے۔امام الانبیا ﷺ سے کثیر احادیث روایت کیں۔صالح بن احمر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

کہ میں نے اپنے والد گرامی کو فرماتے ہوئے سنا کہ شداد وہ ابو یعلی ہیں اور میں نے محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں آپ رضی اللہ تعالی عنہ کا نسب یوں دیکھا شعداد بن اوس بن ثابت بن المنذر ربن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عامر بن عمرو بن مالک بن النجار۔ آپ رضی اللہ تعالی عنہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کے بھائی ہیں۔آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے ۵۸ ہجری میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت میں ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی اور وہی آپ رضی اللہ تعالی عنہ کا مزار اقدس ہے۔

(المولف: ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بن مرزبان بن سابور بن شاہنشاہ البغوی المتوفی ۳۱۷ الناشر مکتبہ دارالبیان کویت)

(۲) لہٰذا اگر آلہ قتل نہ ہو تو عام آلہ سے قتل نہ کیا جائے بلکہ تیز آلے کا ہونا لازم ہے۔

(۳) جیسے مسلمان کے ساتھ احسان کرنا لازم ہے اسی طرح شریعت اسلامیہ نے جانوروں کے ساتھ بھی احسان کرنے کو بیاں فرمایا۔

(۴) لبون سے مراد وہ چھوٹا جانور جو دودھ کا خواہشمند ہو یعنی دودھ پیتے بچہ کو ذبح نہ کرنا زیادہ مناسب ہے۔

(۵) یہاں سے دودھ دینے والے جانور کے ساتھ احسان کرنے کا بیان فرمایا کہ دودھ نکالنے کے بعد آخر میں مزید دودھ کے حصول کیلئے تھنوں کو نہ دبائے کہ جانور کو اس سے تکلیف ہوگی کیونکہ جو دودھ تھا وہ تو نکال لیا، لہٰذا دودھ نکالنے میں مبالغہ نہ کرے۔

(۶) تا کہ بڑا ناخن یا ٹوٹا ہوا ناخن جانور کو نہ چبھے۔

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

اَنْ يَّتَفَقَّدَ: گم شدہ کی تلاش کرنا۔ كَآلَةٍ: عام آلہ۔ يُحَدُّ: وہ تیز کرتا ہے۔ يُرِيْحَ: وہ آرام دے۔ قُبَالَتَهُمْ: اس کے سامنے۔ اَنْ لَّا يَسْتَقِيَ: وہ زیادہ نہیں کرتا يُقَلِّمُ: وہ کاٹتا ہے۔ قُدَّامَ اخرى: دوسرے کے سامنے۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ الثَّامِنُ عَشَرَ......﴾

عَـنْ اَبِیْ ذَرٍّ جُنْدُبِ بنِ جَنَادَةَ وَاَبِی عَبْدِ الرَّحْمنِ مُعَاذِ بنِ جَبَلٍ رَضِـیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیه وسلّم قَـالَ: (اتَّـقِ الـلّٰہَ حَیْثُمَا کُنْتَ، وَاَتْبِعِ السَّیِّئَةَ الحَسَنَةَ تَمْحُھَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ) رَوَاہُ التِّرْمَذِیُّ وقال حدیث حسن. وفی بعض النسخ: حسنٌ صحیح.

قوله صلی اللّٰہ علیه وسلم: (اتَّـقِ اللّٰہَ حَیْثُمَا کُنْتَ) ای: اِتَّقِهٖ فِی الْخَلْوَةِ کَمَا تَتَّقِیْهِ فِی الْجَلْوَةِ بِحَضْرَةِ النَّاسِ، وَاتَّقِهٖ فِی سَائِرِ الْاَمْکِنَةِ وَالْاَزْمِنَةِ. مِمَّا یُعِیْنُ عَلی التَّقْویٰ اِسْتِحْضَارُ اَنَّ اللّٰہَ تعالی مُطَّلِعٌ عَلی الْعَبْدِ فِی سَـائِرِ اَحْـوَالِـهٖ، قَـال اللّٰہُ تعالی: (مَا یَکُوْنُ مِن نَّجْوَی ثَلٰثَةٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ) [المجادلۃ:۷]، الآیة. وَالتَّقْوٰی کَلِمَةٌ جَامِعَةٌ لِفِعْلِ الْوَاجِبَاتِ وَتَرْکِ الْمَنْهِیَّاتِ.

وقولُهٗ صـلی اللّٰہ علیه وسلم: (وَاَتْبِـعِ السَّیِّـئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُھَا) ای: اِذَا فَعَلْتَ سَیِّئَةً فَاسْتَغْفِرِ اللّٰہَ تعالٰی مِنْھَا وَافْعَلْ بَعدَھَا حَسَنَةً تَمْحُھَا.

اِعْـلَـمْ اَنَّ ظَـاھِـرَ ھـذا الحدِیْثِ یَدُلُّ عَلی اَنَّ الحَسَنَةَ لا تَمْحُوْ اِلَّا سَیِّئَةً واحدةً، وَاِنْ کَانَتِ الحسَنَةُ بِعَشَرٍ، وَاَنَّ التَّـضْـعِیْفَ لایَمْحُو السَیِّئَةَ، ولَیْسَ ھذا علی ظاھرِہٖ، بَلِ الحسنةُ الوَاحِدَةُ تَمْحُو عَشَرَ سَیِّئَاتٍ. وَقَـدْ وَرَدَ فِـی الـحـدِیـثِ مَا یَشْھَدُ لِذٰلِکَ وَھُوَ قولُهٗ صلی اللّٰہ علیه وسلم: (تُکَبِّرُوْنَ دُبُرَ کُلِّ الصلاةِ عشراً وتَحمدُوْنَ عشراً وتُسبِّحُوْنَ عَشراً فذلک مائةٌ وَّخَمْسُوْنَ بِاللِّسَانِ وَاَلْفٌ وَّ خَمْسُمائةٍ فِی المیزَانِ) ثُمَّ قال صـلّی الـلّٰـه عـلیـه وسلّم: (اَیُّکُمْ یَفْعَلُ فِی الْیَوْمِ الْوَاحِدِ اَلْفًا وَّخَمْسُمائةٍ سَیِّئَةً) دَلَّ عَلی اَنَّ التَّضْعِیْفَ یَمْحُو السَّیِّـئَاتِ. وَظَاھِرُ الحدِیْثِ: اَنَّ الحَسَنَةَ تَمْحُو السَیِّئَةَ مُطْلَقًا وَھُوَ مَحْمُولٌ علی السَیِّئَةِ المتعَلِّقَةِ، بِحَقِّ اللّٰہِ تـعالی، اَمَّا السَیِّئَةُ المتعَلِّقَةُ بِحَقِّ الْعِبادِ مِنَ الغَصْبِ والغِیْبَةِ والنَّمِیْمَةِ، فلا یَمْحُوھَا اِلَّا الْاِسْتِحْلال مِنَ العِبادِ، وَلَا بُدَّ اَنْ یُعَیِّنَ لَهٗ جِهَةَ الظُّلَامَةِ، فَیَقُوْلُ: قُلْتُ عَلَیْکَ کَیْتَ وَکَیْتَ.

وِفِـی الـحـدیْثِ دَلِیْلٌ علی اَنَّ محاسبةَ النَّفْسِ وَاجِبَةٌ، قال صلّی اللّٰہ علیه وسلّم: (حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا).

وقال اللّٰہُ تعالی: ﴿اَلَّذِیْنَ ءَامَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾۔ [الحشر:۱۸]

ترجمہ:

حضرت ابوذر جندب بن جنادہ (۱) اور حضرت ابوعبدالرحمٰن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور برائی کے بعد نیکی کرو وہ نیکی اسے مٹا دے گی اور لوگوں سے اچھا سلوک کرو''۔ روایت کیا ہے اسے امام ترمذی نے اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے اور بعض نسخوں میں یہ ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ''۔

تو اللہ عزوجل سے تنہائی میں بھی ایسے ہی ڈر جیسے جلوت (لوگوں کی موجودگی) میں ڈرتے ہو (۲) اور اللہ تعالیٰ سے تمام اوقات اور تمام مقامات میں ڈرو اور جو سوچ جو دلوں میں تقویٰ پیدا کرنے میں معاونت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر وقت ذہن میں رہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے تمام احوال سے باخبر ہے۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا،

''مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ''۔ [المجادلہ ۷](۳)

اور تقویٰ ایسا کلمہ ہے جو تمام واجبات کے ادا کرنے اور منہیات چھوڑنے کو شامل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا'' یعنی جب تجھ سے برائی (گناہ) ہو تو اللہ عزوجل سے اس کی معافی چاہو اور اسکے بعد نیکی کرو، نیکی گناہ کو مٹا دیتی ہے۔ (۴)

تو جان لے کہ بے شک اس حدیث کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایک نیکی صرف ایک گناہ کو مٹاتی ہے اگر ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے اور تضعیف (۵) (اضافی نیکیاں) برائی (گناہ) کو نہیں مٹاتی اور یہ حدیث اپنے ظاہر پر نہیں (یعنی اس حدیث کا ظاہری معنی مراد نہیں) بلکہ ایک نیکی دس گناہوں کو مٹاتی ہے۔

اس بات کی گواہی رسول اللہ ﷺ کا فرمان دیتا ہے کہ

تم ہر نماز کے بعد دس مرتبہ اللہ اکبر، دس مرتبہ الحمد للہ اور دس مرتبہ سبحان اللہ کہتے ہو پس یہ زبان کے ساتھ ایک سو پچاس (۱۵۰) اور میزان میں ایک ہزار پانچ سو (پندرہ سو) ہیں۔ (۶)

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

''اَيُّكُمْ يَفْعَلُ فِي الْيَوْمِ الْوَاحِدِ اَلْفًا وَخَمْسَمِائَةِ سَيِّئَةٍ''۔

تم میں سے کون ہے جوایک دن میں ایک ہزار پانچ سو (پندرہ سو) گناہ کرے۔(۷)اس حدیث مبارکہ نے اس بات پر دلالت کی کہ بے شک اضافی نیکیاں بھی گناہوں کو مٹاتی ہیں اور جو حدیث کا ظاہر ہے کہ ایک نیکی مطلق صرف ایک گناہ کو مٹاتی ہے. یہ اس گناہ پر محمول ہے جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو۔(۸) بہر حال وہ گناہ جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے جیسے غضب، غیبت، چغلی یہ بندوں سے ندامت کے ساتھ معافی مانگنے کی صورت میں معاف ہوتے ہیں(۹) اور معافی طلب کرنے والے پر لازم ہے کہ پوشیدہ ظلم کی جہت کو ظاہر کرے یعنی وہ کہے کہ میں نے تیرے بارے میں اس اس طرح کہا ہے (مجھے معاف کردو)۔

اور حدیث مبارکہ میں اس بات پر بھی دلیل ہے کہ نفس کا محاسبہ کرنا واجب ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا'' تم اپنا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔

اور (اپنا محاسبہ کرنے کے بارے میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

''اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ''۔ [الحشر ۱۸](۱۰)

شرح: خلاصہ حدیث

اعمال صالحہ کی بنیاد تقوی کو لازم پکڑو اور گناہ سرزد ہونے پر ان اعمال صالحہ کے ذریعے کفارہ ادا کرو تا کہ گناہ مٹ جائے۔

(۱) حضرت ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی اسم گرامی جندب بن جنادہ الغفاری ہے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکۃ المکرمہ میں آ کر مسلمان ہوئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچویں مسلمان ہیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے حکم سے اپنی قوم میں واپس تشریف لائے پھر غزوۂ خندق کے بعد مدینۃ المنورہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے عابد و زاہد تھے یہاں تک کہ مبعوث ہونے سے قبل (یعنی قبل از اسلام لانے کے) یعنی اللہ عزوجل کی عبادت کرتے تھے۔صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث روایت کیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زبدہ میں بھی سکونت اختیار کی اور وہیں خلافت عثمانیہ ۳۲ھ میں وفات پائی۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج اوّل کتاب الایمان الفصل الاوّل ص ۱۸۵ تا ۱۸۶ مکتبہ حقانیہ پشاور)

حضرت ابوعبدالرحمٰن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ الانصاری الخزرجی ہے۔بیعت عقبہ کرنے والے ستر ۷۰ انصار صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ایک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔جنگ بدر اور تمام غزوات میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا معلم و قاضی بنایا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عمر، ابن عمر، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ کئی

حضرات نے احادیث روایت کیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراسی (۸۳) سال کی عمر میں وفات پائی۔
(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج اوّل کتاب الایمان الفصل الاوّل ص ۱۸۲)

(۲) یعنی جلوت وخلوت یکساں ہو، اولیاء کرام رحمہم اللہ جلوت میں خوش وخرم اور خلوت میں افسردہ رہتے ہیں۔ اشتیاق ملاقات ان کی روح کی خوشی بڑھاتا ہے اور ہجر وفراق کا ڈر انہیں افسردہ کر دیتا ہے۔

(۳) ترجمہ کنز الایمان: جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے۔
مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں، اس طرح (چوتھا موجود ہے) کہ انہیں دیکھ رہا ہے ان کی ہر بات سنتا ہے ورنہ رب تعالیٰ کا کسی جگہ میں ہونا غیر ممکن ہے۔ مقصد یہ ہے کہ خلوت جلوت میں انسان اللہ عزوجل کو اپنے ساتھ جانے تا کہ گناہ کرنے کی ہمت نہ کرے یہ تصور کہ خدا عزوجل میرے ساتھ ہے تقویٰ اور توکل کی اصل ہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ علم وقدرت کے لحاظ سے ہر ایک کے ساتھ ہے مگر رحمت کے لحاظ سے مومنوں کے ساتھ غضب کے لحاظ سے کفار کے ساتھ۔ (تفسیر نور العرفان)

(۴) نیکی گناہ کا کفارہ ہے جیسا کہ متن حدیث سے بھی ظاہر ہے۔

(۵) اضافی نیکیاں یعنی ایک نیکی دس کے برابر ہے تو ایک نیکی ایک گناہ کو مٹاتی ہے باقی تضعیف یعنی باقی نو نیکیاں گناہ کو نہیں مٹاتی۔

(۶) زبان سے مراد پانچ نمازیں ہیں یعنی پانچ نمازوں کے ساتھ لہٰذا جو ہر نماز کے بعد دس مرتبہ اللّٰہ اکبر، دس مرتبہ سبحان اللہ دس مرتبہ الحمد للہ کہے تو یہ کل اک سو پچاس نیکیاں ہونگی اور ہر نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے جو کہ کل پندرہ سو ہوگی۔

قاعدہ کلیہ: 30 x 5 = 150 x 10 = 1500

تیس نیکیوں کو پانچ سے ضرب دیں تو حاصل جواب ایک سو پچاس نیکیاں ہوگئیں جن میں سے ہر ایک دس کے برابر ہے لہٰذا حاصل جواب کو دس سے ضرب دیں تو پھر حاصل جواب 1500 ہوگا۔

(۷) ایسے شخص کے یہ تمام گناہ محض ایک سو پچاس نیکیوں سے معاف ہوجائیں گے۔

(۸) معلوم ہوا ایک نیکی ان دس گناہوں کو مٹاتی ہے جو دس حقوق اللہ ضائع کرنے کے سبب ہوتے ہیں۔

(۹) نیکی سے معاف نہ ہوں گے بلکہ صاحب حق سے معافی مانگے اور اس بات کو ظاہر کرے کہ میں نے تمہارے بارے میں اس اس طرح کیا اور وہ اگر معاف کردے تو معاف ورنہ نہیں۔

(۱۰) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کیلئے آگے کیا بھیجا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک ساعت کی فکر بہت سے ذکر سے بہتر ہے مگر فکر سے مراد سوچنا ہے رب (عزوجل) کی عظمت، حضور (ﷺ) کے محامد، اپنے گناہ سوچنا، سب اس میں داخل ہیں یہ ہی مراقبہ کی اصل ہے۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، جو دنیا میں اپنا حساب کرتا رہے گا اس کیلئے آخرت کا حساب آسان ہوگا۔ (تفسیر نورالعرفان)

قوله صلى الله عليه وسلم: (وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ) اِعْلَمْ اَنَّ الْخُلُقَ الْحَسَنَ كَلِمَةٌ جَامِعَةٌ لِلْاِحْسَانِ الى النَّاسِ، وَاِلى كَفِّ الْاَذٰى عَنْهُمْ، قال صلى الله عليه وسلم: (اِنَّكُمْ لَنْ تَسَعُوْا النَّاسَ بِاَمْوَالِكُمْ فَسِعُوْهُمْ بِبَسْطِ الْوَجْهِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ).

وعنه صلّى الله عليه وسلم: (خَيْرُكُمْ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا).

وعَنْهُ صلى الله عليه وسلم: اَنَّ رَجُلاً اَتَاهُ فقال: يارسولَ اللّٰهِ مَا اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ؟ قال: (حُسْنُ الْخُلُقِ)، وَهُوَ عَلى مَا مَرَّ اَنْ لَا تَغْضَبَ).

وَيُقَالَ: اِشْتَكٰى نَبِيٌّ اِلى رَبِّهٖ سُوْءَ خُلُقِ امرأتِهٖ، فَاَوْحَى اللّٰهُ اليه: قَدْ جَعَلْتُ ذٰلِكَ حَظَّكَ مِنَ الْاَذٰى.

وعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: (اَكْمَلُ المومِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ اَخْلَاقًا، وَخِيَارُهُمْ خِيَارُهُمْ لِنِسَائِهِمْ).

وعَنْهُ صلى الله عليه وسلم: (اِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَاَكْرِمُوْهُ بِحُسْنِ الْخُلُقِ وَالسَّخَاءِ، فَاِنَّهٗ لَايَكْمِلُ اِلَّا بِهَا).

وَقَالَ جِبْرِيْلُ عليهِ السَّلامُ لِلنَّبِيِّ صلّى الله عليه وسلّم حِيْنَ نَزَلَ قولُهٗ تعالىٰ: ﴿خُذِ الْعَفْوَ﴾، الآية. [الاعراف:۱۹۹]
قَالَ فِي تَفْسِيْرِ ذٰلِكَ: (اَنْ تَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَكَ، وَتَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِىَ مَنْ حَرَمَكَ).

وقال اللّٰهُ تعالى: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ الآية. [فصلت:۳۴]

وقِيْلَ فى تَفْسِيْرِ قولِهٖ تعالى: ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾. [القلم:۴]

قَالَ: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرآنَ، يَأتَمِرُ بِاَمْرِهٖ وَيَنْزَجِرُ بِزَوَاجِرِهٖ، وَيَرْضٰى لِرِضَاهُ، وَيَسْخِطُ لِسُخْطِهٖ.

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "وَ خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ"۔

اورلوگوں سے حسن خلق سے پیش آؤ۔(۱۱)

توجان لے بے شک حسن خلق ایک ایسا کلمہ ہے جولوگوں کے ساتھ کی جانے والی تمام بھلائیوں اورانہیں تکلیف نہ دینے کو شامل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

بے شک تم ہرگز لوگوں کے ساتھ اپنے مالوں کے ذریعے نہ چلو(پیش آؤ) بلکہ تم لوگوں کے ساتھ کشادہ چہرے اورحسن اخلاق کے ساتھ چلو(پیش آؤ)۔

اوران ہی ﷺ سے مروی ہے،

تم میں سے زیادہ بہتر وہ شخص ہے جس کا اخلاق زیادہ اچھا ہے۔

اوران ہی ﷺ سے مروی ہے، آپ ﷺ کے پاس ایک مرد آیا اورعرض کیا سب سے افضل عمل کیا ہے؟ تورسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اچھے اخلاق۔(۱۲)

اوروہ اس پر(موقوف) ہے جوحضور ﷺ کا فرمان گزرگیا، لا تغضب تو غصہ نہ کر۔

اورمنقول ہے کہ ایک نبی علیہ السلام نے اپنے رب جل مجدہ کی بارگاہ میں اپنی بیوی کی بداخلاقی کی شکایت کی تواللہ عزوجل نے اس نبی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس عورت کی طرف سے آپ علیہ السلام کو جوتکلیف پہنچے اسے میں نے آپ علیہ السلام کا اضافی (ثواب) حصہ بنادیا ہے۔(۱۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

مومنین میں سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جس کے زیادہ اچھے اخلاق ہیں اوران مومنین میں سے زیادہ بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کیلئے بہتر ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا لہٰذا تم اس کی تعظیم سخاوت اورحسن اخلاق کے ساتھ کرو بے شک دین اسلام ان دونوں سے مکمل ہوتا ہے۔

جب اللہ عزوجل کا فرمان "خُذِ الْعَفْوَ" [الاعراف ۱۹۹] (۱۴) نازل ہوا توحضرت جبریل علیہ السلام نے اس کی تفسیر میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں عرض کیا، جوآپ ﷺ پر ظلم کرے اسے معاف کرو اورجوآپ ﷺ سے قطع تعلق کرے اس سے صلہ رحمی کرو اورجوآپ ﷺ کو محروم کرے اسے عطا کرو۔

اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا،"اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ "[فصلت ۳۴]۔(۱۵)

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ "(القلم ۴)(۱۶) کی تفسیر میں منقول ہے، فرمایا رسول اللہ ﷺ کا اخلاق قرآن تھا اس کا حکم ادا (بجالاتا) کرتے، اس کے زواجر (منہیات) سے رک جاتے، اس کی رضا پر راضی اور اس کی ناراضی پر ناراض ہوتے۔

شرح:

(۱۱) یہ فرمان حضرت معاذ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کیلئے تھا۔

(۱۲) ایک حدیث مبارکہ میں تلاوت قرآن والا افضل ہے اور ایک میں حسن اخلاق والا۔ اس حدیث مبارکہ میں حسن اخلاق والے کو بہتر قرار دیا گیا اور دوسری ایک روایت میں تلاوت قرآن والے کو بہتر فرمایا گیا۔

"خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَہٗ"۔

(۱۳) جو تکلیف اس عورت سے ملے اس کا اجر تمہیں عبادت کرنے کے علاوہ اضافی دیا جائے گا یعنی عبادت کا تو ثواب ملے گا مگر اس پر صبر کرنے کا اجر اضافی ہوگا۔

(۱۴) ترجمہ کنزالایمان: اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو۔

(۱۵) ترجمہ کنزالایمان: اے سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال

(۱۶) ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک تمہاری خوبو (خلق) بڑی شان کی ہے۔ حضور ﷺ کا خلق قرآن ہے یہ قرآن خاموش ہے اور حضور ﷺ جیتے جاگتے بولتے ہوئے قرآن ہیں۔

☆......☆......☆......☆

......مشکل الفاظ کے معانی......

اَلْخَلْوَۃُ: تنہائی۔ اَلْجَلْوَۃُ: ظاہری حالت، ظاہر۔ سَائِرُ الْاَمْکِنَۃِ وَالْاَزْمِنَۃِ: تمام جگہوں اور زمانے۔ اَلْاَمْکِنَۃُ: مَکَانٌ کی جمع ہے۔ اَزْمِنَۃٌ: زَمَنٌ کی جمع ہے۔ اَلتَّقْوٰی: پرہیز گاری۔ سَیِّئَۃٌ: گناہ۔ تَمْحُھَا: نیکی گناہ کو مٹاتی ہے۔ تَمْحُوْھَا: جواب امر کی وجہ سے واو گرگئی۔ اَلتَّضْعِیْفُ: اضافہ در اضافہ (نیکیاں)۔ دُبُرٌ: پیچھے۔ اَلْعِبَادُ: بندوں، عَبْدٌ کی جمع۔ غَضَبٌ: غصہ کرنا۔ اَلْغِیْبَۃُ: پیٹھ پیچھے کسی کیلئے بری بات کرنا۔ اَلسَّمِیْۃُ الْاِسْتِحْلَالُ: حلال ٹھہرنا، (مگر یہاں ندامت اور رد یعنی ماضی کے معنی میں ہے)۔ جِھَۃُ الظَّلَامَۃِ: ظلم کرنے کی

﴿......اَلحَدِيثُ التَّاسِعُ عَشَرَ......﴾

عَنْ اَبِي عَبَّاسٍ عَبْدِاللّٰهِ بنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلّم يَوْمًا فَقَالَ: (يَاغُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظِ اللّٰهَ يَحفَظكَ، احْفَظِ اللّٰه تَجِدهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنتَ فَاسْتَعِن بِاللّٰهِ، وَاعْلَم اَنَّ الامَّةَ لو اجْتَمَعَتْ عَلى اَنْ يَنفَعُوكَ بِشيءٍ لَم يَنْفَعُوكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَاِنِ اجْتَمَعُوا عَلى اَنْ يَضُرُّوكَ بِشيءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ، وَجَفَّتِ الصُّحُفُ) رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وقال: حديث حسن صحيح وفي رواية غير التِّرْمَذِيِّ: (اِحفَظِ اللّٰهَ تَجِدهُ اَمَامَكَ، تَعَرَّفْ اِلَى اللّٰهِ فِي الرَّخَاءِ يَعرِفُكَ فِي الشِّدَّةِ وَاعْلَم اَنَّ مَا اَخْطَاكَ لَمْ يَكُن لِيُصِيبَكَ، وَمَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُن لِيُخطِئَكَ، وَاعْلَمْ انَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَاَنَّ الفَرَجَ مَعَ الكربِ، وَاَنَّ مَعَ العُسرِ يُسراً).

قولُهُ صلى الله عليه وسلّم: (احْفَظِ اللّٰهَ يَحفَظكَ) اَیْ: اِحْفَظْ اَوَامِرَهُ وامْتَثِلْهَا، وَاتَّقِهِ عَنْ نَوَاهِيهِ، يَحفَظُكَ فِي تَقَلُّبَاتِكَ وَدُنْيَاكَ وَآخِرَاتِكَ، قال اللّٰهُ تعالى: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ اَوْ اُنثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾[النحل:٩٧]۔ وَمَا يَحصُلُ لِلْعَبْدِ مِنَ الْبَلَاءِ وَالْمَصَائِبِ بِسَبَبِ تَضْيِيعِ اَوَامِرِ اللّٰهِ تعالى، قَالَ اللّٰهُ تعالى: ﴿وَمَا اَصٰبَكُمْ مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ﴾. [الشورى:٣٠]

قولُهُ صلّى الله عليه وسلم: (تَجِدهُ تُجَاهَكَ) اَیْ: اَمَامَكَ، قال صلى الله عليه وسلم: (تَعَرَّفْ اِلى اللّٰهِ فِي الرَّخَاءِ يَعرِفُكَ فِي الشِّدَّةِ) وَقَدْ نَصَّ اللّٰهُ تعالى فِي كِتَابِهِ: اَنَّ الْعَمَلَ الصَّالِحَ يَنفَعُ فِي الشِّدَّةِ وَيُنجِي فَاعِلَهُ، وَاَنَّ عَمَلَ المَصَائِبِ يُؤَدِّي بِصَاحِبِهِ اِلى الشِّدَّةِ، قال اللّٰه تعالى حِكَايَةً عَنْ يُونُسَ عليه الصلاة والسلامُ: ﴿فَلَوْلَا اَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ. لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾[الصافات:١٤٣،١٤٤]۔ ولمَّا قال فِرْعَونُ: ﴿ءَ امَنتُ اَنَّهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّاالَّذِی ءَ امَنَتْ بِهِ بَنُوا اِسْرَاءِ يلَ)[يونس:٩٠]۔ قَالَ لَهُ المَلَكُ ﴿ءَ الْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ﴾. [يونس:٩١]

قولُهُ صلى الله عليه وسلم: (اِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ) اِشَارَةٌ اِلى اَنَّ العَبْدَ لا يَنبَغِي لَهُ اَن يُعَلِّقَ سِرَّهُ بِغَيرِ اللّٰهِ بَلْ يَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ فِي سَائِرِ اُمُورِهِ، ثُمَّ اِنْ كَانَتِ الْحَاجَةُ الَّتِي يَسالُهَا لَمْ تَجرِ العادةُ بِجَرَيَانِهَا عَلى اَيْدِي خَلْقِهِ: كَطَلَبِ الْهِدَايَةِ، وَالْعِلْمِ، وَالفَهْمِ فِي القُرْآنِ وَالسُّنَّةِ، وَشِفَاءِ الْمَرَضِ، وَحَصُولِ العَافِيَةِ مِنْ بلاءِ الدُّنيا وعذابِ

الآخرۃِ، سَالَ رَبَّهُ ذٰلک. وإنْ کَانَتِ الْحَاجَةُ الَّتِیْ یَسْأَلُهَا جَرَتِ الْعَادَةُ اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وتعالی یَجْرِیْهَا عَلٰی اَیْدِی خَلْقِهٖ، کَالْحَاجَاتِ المتعلّقةِ بِاَصْحَابِ الْحِرَفِ وَالصَّنَائِعِ وَوِلَاةِ الْاُمُوْرِ، سَالَ اللّٰهَ تعالی اَنْ یَعْطِفَ عَلَیْهِ قُلُوْبَهُمْ فیقولُ: اَللّٰهُمَّ حَنِّنْ عَلَیْنَا قُلُوْبَ عِبَادِکَ وَاِمَائِکَ، وَمَا اَشْبَهَ ذٰلِکَ، وَلَا یَدْعُو اللّٰهَ تعالی بِاسْتِغْنَائِهٖ عَنِ الْخَلْقِ لِاَنَّهٗ صلی اللہ علیہ وسلم سَمِعَ عَلِیًّا یقولُ: اَللّٰهُمَّ اَغْنِنَا عَنْ خَلْقِکَ فَقَالَ: (لَا تَقُلْ هٰکَذَا فَاِنَّ الْخَلْقَ یَحْتَاجُ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ، وَلٰکِنْ قُلْ: اَللّٰهُمَّ اَغْنِنَا عَنْ شِرَارِ خَلْقِکَ) وَاَمَّا سُؤَالُ الْخَلْقِ وَالْاِعْتِمَادِ عَلَیْهِمْ فَمَذْمُوْمٌ، وَیُرْوٰی عَنِ اللّٰهِ تعالی فِی الْکُتُبِ الْمُنَزَّلَةِ: اَیُقْرَعُ بِالْخَوَاطِرِ بَابُ غَیْرِیْ وَبَابِیْ مَفْتُوْحٌ؟ اَمْ هَلْ یُؤَمَّلُ لِلشَّدَائِدِ سِوَایَ وَاَنَا الْمَلِکُ الْقَادِرُ؟ لَاَکْسُوَنَّ مَنْ اَمَّلَ غَیْرِیْ ثَوْبَ الْمَذِلَّةِ بَیْنَ النَّاسِ...الخ.

ترجمہ:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۱) سے روایت ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھا کہ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا، ”اے لڑکے میں تجھے چند باتیں سکھاتا ہوں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کر اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کر اسے اپنے سامنے پاؤ گے جب تو سوال کرے تو اللہ تعالیٰ سے سوال کر اور جب مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر اور جان لو اگر تمام امت تمہیں کچھ نفع دینے کیلئے متفق ہو جائے تو وہ تمہیں وہی کچھ دے سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر تمہیں نقصان پہنچانے پر متفق ہو جائیں تو اتنا ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تم پر لکھ دیا۔ قلم اٹھا دیئے گئے اور رجسٹر خشک ہو گئے“۔

روایت کیا اسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے علاوہ میں ہے تو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کر اللہ تعالیٰ کو تو اپنے سامنے پائے گا۔ خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ وہ تنگی میں تجھے بچائے گا اور تو جان لے کہ جو چیز تجھ سے چھوٹ گئی وہ تجھ تک پہنچنے والی نہ تھی اور جو تجھے پہنچی وہ تجھ سے چھوٹنے والی نہ تھی اور تو جان لے کہ (اللہ تعالیٰ کی) مدد صبر کے ساتھ ہے اور فراخی تنگی کے ساتھ ہے اور یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ”اِحْفَظِ اللّٰهَ یَحْفَظْکَ“ یعنی تو اللہ عزوجل کے احکام کی حفاظت کر اور انہیں بجالا اور اس کے نواہی سے باز آ (یعنی رُک جا) تو اللہ عزوجل تیرے معاملات کی دنیا اور آخرت میں حفاظت کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ”مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً“۔ [النحل ۹۷] (۲)

اور بندے کو جو آفات و مصائب آتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو ضائع (ادا نہ) کرنے کے سبب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

''وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ''۔ [سورۃ شوریٰ ۳۰] (۳)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ''تَجِدْهُ تُجَاهَكَ'' یعنی اپنے سامنے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تو آسودگی میں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرو تنگی میں تجھے جانے گا۔

اور تحقیق اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں اس بات پر نص بھی وارد فرمائی کہ بے شک نیک عمل تنگی میں نفع دیتا ہے اور اپنے فاعل کو نجات دلاتا ہے اور بے شک مصائب کا عمل (برا، گناہ) اپنے فاعل کو تنگی کی طرف لے جاتا ہے۔ (۴)

اللہ عزوجل نے حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق حکایۃً ارشاد ''فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ''۔ [الصافات ۱۴۳، ۱۴۴] (۵)

اور جب فرعون نے کہا،

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ''۔ [یونس ۹۰] (۶)

تو فرشتہ نے فرمایا، ''آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ''۔ [یونس ۹۱] (۷)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''اِذَا سَاَلْتَ فَاسْاَلِ اللّٰهَ'' اس فرمان میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندے کیلئے مناسب نہیں کہ اپنے معاملات کو غیر اللہ سے معلق کرے (یعنی اللہ عزوجل سے ہی معلق کرنا چاہیے) بلکہ اپنے تمام معاملات میں اللہ جل مجدہ ہی پر بھروسہ کرے۔

پھر اگر جس حالت کا (سائل) سوال کرتا ہے (۸) وہ مخلوق کے ہاتھوں پر جاری نہیں ہوتی جیسے ہدایت، علم، قرآن وسنت میں فہم، مرض سے شفاء، دنیا کی مصیبت اور آخرت کے عذاب سے عافیت کے حصول کا طلب کرنا (مانگنا) تو ان حاجتوں کے بارے میں وہ اپنے رب جل مجدہ سے سوال کرے اور اگر جس حاجت کا سائل سوال کرتا ہے اسے اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق کے ہاتھوں پر جاری فرما دیا ہے وہ حاجتیں جو اصحاب حرف وصنعت اور ملکی امور کے حاکموں سے متعلق ہیں تو حاجت مند کو چاہیے کہ وہ اللہ عزوجل سے سوال کرے کہ وہ ان حضرات کے دلوں کو اس سائل پر نرم کرے پس اس طرح عرض کرے، اے اللہ عزوجل! ہم پر اپنے بندوں اور بندیوں کے دلوں کو مہربان کردے اور جو اس کے مشابہ ہوں وہ دعا مانگے اور اللہ عزوجل سے اس کی مخلوق سے بے نیاز ہونے کی دعا نہ مانگے کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس طرح دعا کرتے ہوئے سنا، ''اے اللہ عزوجل ہمیں اپنی مخلوق سے بے نیاز کردے'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم اس طرح نہ کہو بے شک مخلوق میں بعض

بعض کے محتاج ہوتے ہیں ہاں اس طرح کہو اے اللہ عزوجل تو ہمیں اپنی مخلوق کے شروں سے بچالے۔

بہر حال مخلوق ہی سے مانگنا اور اسی ہی پر اعتماد کرنا مذموم ہے۔ آسمانی کتب میں اللہ عزوجل کا یہ فرمان مذکور ہے:

کیا وہ (دل میں آنے والے) خیالات کے سبب میرے غیر کے دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے حالانکہ میرا دروازہ کھلا ہے؟ کیا وہ مصیبتوں (کے حل کیلئے) میرے علاوہ سے امید کرتا ہے حالانکہ میں ہی مالک وقادر ہوں جس نے میرے غیر سے امید کی میں اسے ضرور بالضرور لوگوں کے درمیان ذلت کا لباس پہناؤں گا۔

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے حقوق اللہ عزوجل کی حفاظت اور توکل علی اللہ کا درس دیا ہے۔

(۱) حضرت ابوعباس عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات زندگی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبداللہ ابن عباس ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے چچا زاد ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام نامی اسم گرامی لبابہ بنت حارث جو کہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ رسول اللہ ﷺ کی ہمشیرہ ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے۔ جب امام الانبیا ﷺ کی ولادت ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف تیرہ سال تھی، ایک قول کے مطابق پندرہ سال تھی، ایک قول کے مطابق دس سال تھی۔ حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے حکمت، فقہ اور تاویل کی دعا فرمائی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دو مرتبہ دیکھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت سے لوگوں نے احادیث روایت کیں۔ اکہتر سال کی عمر میں ۶۸ ھ کو مقام طائف میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج اوّل کتاب الایمان الفصل الاوّل ص ۱۶۷)

(۲) ترجمہ کنز الایمان: جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے۔

(۳) ترجمہ کنز الایمان: وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا۔ یعنی یہ مصیبت جو تم پر آئی وہ تمہاری کوتاہی کی وجہ سے آئی اس کے معنی یہ نہیں کہ ہر مصیبت گناہوں کی وجہ سے آتی ہے ورنہ پیغمبروں اور بچوں اور جانوروں پر مصیبت نہ آئے کہ یہ بے گناہ ہیں۔ نیز یہ خطاب عام مسلمانوں سے ہے۔ (تفسیر نور العرفان)

(۴) نیک عمل سے عمر میں اضافہ اور گناہ سے کمی ہوتی ہے اور نیک اعمال کے باوجود مصائب کا آنا درجات کی بلندی اور گناہوں کے باوجود آسائش کا ملنا مستقبل کیلئے باعث تکلیف ہے جیسا کہ آنیوالی آیت کے تحت مذکور ہے۔ آپ (حضرت یونس علیہ السلام) نے مچھلی کے پیٹ میں یہ وظیفہ پڑھا تھا "لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ"۔ [الانبیاء ۱۴۳]

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ اللہ عزوجل کے ذکر کی برکت سے آفتیں ٹلتی ہیں، مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ جو دعائیں بزرگوں سے منقول ہوں ان میں تا قیامت تاثیر ہوتی ہے چنانچہ یہ آیت آج تک حل مشکلات کیلئے اکسیر ہے۔ (تفسیر نورالعرفان)

(۵) ترجمہ کنزالایمان: تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا ضرور اس کے پیٹ میں رہتا جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے۔

(۶) ترجمہ کنزالایمان: (بولا) میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوائے اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔

معلوم ہوا گناہ باعث تکلیف ہیں جیسے فرعون کو نافرمانی کی وجہ سے غرق کیا گیا اور اس کا ایمان بھی معتبر نہ ہوا۔ اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ فرعون تین طرح ایمان لایا

(۱) اٰمَنْتُ (۲) اٰمَنْتُ بِهٖ (۳) اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

مگر قبول نہ ہوا کیونکہ عذاب یا ملائکہ عذاب دیکھ کر ایمان لانا معتبر نہیں۔ (تفسیر نورالعرفان)

(۷) ترجمہ کنزالایمان: کیا اب اور پہلے سے نافرمان رہا اور تو فسادی تھا۔

خزائن العرفان میں ہے کہ ایک دفعہ جبرئیل (علیہ السلام) فرعون کے پاس تحریری سوال لائے کہ تیرا کیا حکم ہے اس غلام کے بارے میں جو اپنے مولا کی نعمتوں میں پرورش پائے۔ پھر اس سے سرتابی کر کے خود مولا ہونے کا دعوی کر بیٹھے۔ اس نے جواب لکھا کہ میرا حکم ہے کہ اس کو بحر قلزم میں ڈبو دیا جائے۔ جب خود ڈوبنے لگا تو حضرت جبرئیل (علیہ السلام) نے وہی تحریر دکھا دی اور فرمایا کہ تو شور نہ مچا تو خود ہی یہ سزا تجویز کر چکا ہے۔ (خزائن العرفان)

(۸) یہاں حاجت کی دو قسمیں بیاں کیں۔

قوله: (وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ...الخ)، لَمَّا كَانَ الْاِنْسَانُ قَدْ يُطْمَعُ فِي بِرِّ مَنْ يُحِبُّهُ وَيَخَافُ شَرَّ مَنْ يَحْذَرُهُ، قَطَعَ اللّٰهُ الْيَأْسَ مِنْ نَفْعِ الْخَلْقِ بِقَوْلِهٖ: ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ﴾۔ [یونس:۱۰۷]

وَلَا يُنَافِي هٰذَا كُلَّهٗ قَوْلُهٗ تَعَالٰى حِكَايَةً عَنْ مُوْسٰى عليه الصلاة والسلام: ﴿فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ﴾ [الشعراء:۱۴]

وقولُهٗ تعالٰى: ﴿اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْ اَنْ يَّطْغٰى﴾۔ [طٰہٰ:۴۵]

وكَذَا قوله: ﴿خُذُو حِذْرَكُمْ﴾ [النساء:٧١]۔ اِلی غَيْرِ ذٰلِكَ.

بَلِ السَّلَامَةُ بِقَدَرِ اللّٰهِ، وَالْعَطَبُ بِقَدَرِ اللّٰهِ، وَالْاِنْسَانُ يَفِرُّ مِنْ اَسْبَابِ الْعَطَبِ اِلٰى اَسْبَابِ السَّلَامَةِ،

قال اللّٰهُ تعالى: ﴿وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾. [البقرة:١٩٠]

قولُهُ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: (وَاعْلَمْ اَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ) قال صلی اللّٰہ علیہ وسلّم: (لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْأَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ، فَاِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوْا وَلَا تَفِرُّوْا، فَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ). وكَذٰلِكَ الصَّبْرِ عَلَى الاَذٰى فِي مَوْطِنٍ يُعْقِبُهُ النَّصْرُ.

قولُه صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: (وَاَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الكَرب) وَالْكَرْبُ هُوَ شِدَّةُ الْبَلَاءِ، فَاِذَا اِشْتَدَّ الْبَلَاءُ اَعْقَبَهُ اللّٰهُ تعالى بِالْفَرَجِ كَمَا قِيْلَ اِشْتَدِّيْ اَزِمَةُ تَنْفَرِجِيْ.

قولُه صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: (وَاَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسراً) قَدْ جَاءَ فِي حَدِيْثٍ آخَرَ اَنَّهُ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم قال: (لَنْ يَغْلِبَ عُسْرٌ يُسْرَيْنِ).

وَذٰلِكَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى ذَكَرَ الْعُسْرَ مَرَّتَيْنِ وَذَكَرَ الْيُسْرَ مَرَّتَيْنِ، لٰكِنَّ عِنْدَ الْعَرَبِ اَنَّ الْمَعْرِفَةَ اِذَا اُعِيْدَتْ مَعْرِفَةً تَوَحَّدَتْ لِاَنَّ اللَّامَ الثَّانِيَةَ لِلْعَهْدِ، وَاِذَا اُعِيْدَتِ النَّكِرَةُ تَعَدَّدَتْ فَالْعُسْرُ ذُكِرَ مَرَّتَيْنِ مُعَرَّفًا، وَالْيُسْرَ مَرَّتَيْنِ مُنَكَّرًا فَكَانَ اِثْنَيْنِ فَلِهٰذَا قَالَ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: (لَنْ يَغْلِبَ عُسْرٌ يُسْرَيْنِ).

رسول اللہ ﷺ کا فرمان،"وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ"۔کیونکہ انسان بسا اوقات اس چیز کے پورا ہونے میں طمع کرتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے اور بسا اوقات اس چیز کے شر سے خوف کرتا ہے جس سے وہ بچتا ہے۔

پس اللہ عزوجل نے مخلوق سے نفع ملنے کی امید کو منقطع کر دیا اپنے اس قول کے ساتھ

"وَاِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ"۔ [یونس۱۰۷](۹)

اور یہ جو تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے منافی نہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بطور حکایت ارشاد فرمایا،"فَاَخَافُ اَنْ يَقْتُلُوْنِ"۔ [الشعراء۱۴](۱۰)

اور اللہ تعالیٰ کے اس قول،"اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْ يَطْغٰى"[طٰہٰ۴۵](۱۱) اور اسی طرح اللہ عزوجل کا فرمان ہے، "خُذُوْا حِذْرَكُمْ"۔[النساء۷۱](۱۲) وغیرہ وغیرہ۔

(یہ جو تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے یہ سب اللہ عزوجل کے منافی کیوں نہیں یعنی سورۃ یونس کی آیت، سورۃ الشعراء، طٰہٰ، النساء کی

آیتوں کے خلاف نہیں) کیونکہ سلامتی اور ہلاکت اللہ عزوجل کے مقدر فرمانے سے ہے اور انسان ہلاکت والے اسباب سے سلامتی والے اسباب کی طرف بھاگتا ہے۔

جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاف فرمایا، ''وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ''۔ [البقرۃ ۱۹۵](۱۳)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''وَاعْلَمْ اَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ''۔

تم دشمن کے آمنے سامنے ہونے کی تمنامت کرو اور اللہ عزوجل سے عافیت کا سوال کرو پس جب تم دشمنوں سے ملو تو صبر کرو اور بھاگو نہیں بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔(۱۴)

اور اسی طرح کسی جگہ مصیبت پر صبر کرنا اس کے بعد آسانی کو لاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''وَاَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ'' اور کَرْبٌ مصیبت کی زیادتی کو کہتے ہیں پس جب مصیبت زیادہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسکے بعد فراخی (خوشحالی) کو لاتا ہے۔

جیسا کہ (شاعر کا شعر) منقول ہے، ''اِشْتَدِّیْ اَزِمَةُ تَنْفَرِجِیْ''۔(۱۵)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''وَاَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا'' تحقیق (اسی طرح) دوسری حدیث مبارکہ میں آیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ایک تنگی ہرگز دو خوشحالیوں پر غالب نہیں آئے گی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عسر کو دوبارہ ذکر فرمایا ہے اور یسر کو بھی دوبارذ کر فرمایا اور عرب والوں کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب معرفہ کو معرف باللام (معرفہ ہی) دوبارہ لوٹایا جائے تو اس سے (بعینہ وہی) پہلا مراد ہوگا کیونکہ دوسرے پر آنے والا الف لام عہد خارجی ہوگا اور اگر اسم نکرہ کو دوبارہ لوٹایا جائے تو تعدد مراد ہوگا پس عسر کو معرفہ دو مرتبہ ذکر کیا اور یسر کو نکرہ دوبارذ کر کیا (لہٰذا) عسر ایک ہوگا اور یسر دو مراد ہونگے اسی وجہ سے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ایک تنگی ہرگز دو خوشحالیوں پر غالب نہیں آئے۔

شرح:

(۹) ترجمہ کنز الایمان: اور اگر تجھے اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں اس کے سوا اور اگر تیرا بھلا چاہے تو اس کے فضل کا رد کرنے والا کوئی نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ارادہ الٰہی کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ ہاں نیک اعمال اور بزرگوں کی دعا سے خود رب تعالیٰ تبدیل فرمادیتا ہے اس لیے اس کا نام تَوَّابٌ ہے یعنی توبہ کرنے والے سے ارادہ عذاب سے رجوع فرمانے والا۔ آدم علیہ السلام کی دعا سے حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے ساٹھ برس کے سو برس ہوگئی۔

(۱۰) ترجمہ کنزالایمان: تو میں ڈرتا ہوں کہیں مجھے قتل کردیں۔

(۱۱) ترجمہ کنزالایمان: (دونوں نے عرض کیا کہ) اے ہمارے رب بے شک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے۔

(۱۲) ترجمہ کنزالایمان: (اے ایمان والو) ہوشیاری سے کام لو۔

(۱۳) ترجمہ کنزالایمان: اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

لہٰذا صدقات اور خیرات وغیرہ نہ کرنا بھی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

اس آیت مقدسہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہلاکت کے اسباب سے بھی بچنا فرض ہے مثلاً خودکشی کرنا، بھوک ہڑتال کرکے اپنے آپ کو ہلاک کرنا، زہر کھانا، طاعون کی جگہ جانا وغیرہ وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔

(۱۴) یعنی انسان کو صبر واستقامت کے ساتھ رہنا چاہیے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لہٰذا انسان کو ہلاکت والے اسباب سے سلامتی والے اسباب کی طرف جانا چاہیے۔

☆......☆......☆......☆

......مشکل الفاظ کے معانی......

خَلْفَ: پیچھے۔ یَوْمًا: ایک دن۔ کَلِمَاتٌ: کَلِمَةٌ کی جمع باتیں۔ اِحْفَظْ: حفاظت کرو۔ تُجَاهَکَ: تیرے سامنے۔ فَاسْتَعِنْ: تو اللہ سے مدد طلب کرو۔ اَلْاَقْلَامُ: قلم کی جمع، وہ چیز جس سے گفتگو یا عبارت کو ضبط تحریر میں لایا جائے۔ جَفَّتْ: خشک ہوگئے۔

اَلصُّحُفِ: صَحِیْفَةٌ کی جمع کتابیں، رجسٹر۔ اَوَامِرُ: امر کی جمع، حکم۔ اِنْتَهِ: تو رک۔ تَضِیْعَ: ضائع کرنا۔

اَلرَّخَاء: نرمی، آسودہ۔ یُنْجِیْ: وہ نجات پاتا ہے۔ فَلَا یَنْبَغِیْ لَهٗ: اس کیلئے مناسب نہیں۔ یَتَوَکَّلُ: وہ بھروسہ کرے۔ سائر: تمام۔

لَمْ تَجُزْ: وہ جاری نہ ہوئی۔ حَاجَاتٌ: حَاجَةٌ کی جمع ضرورت۔ اَلْحِرَفُ: حِرْفَةٌ کی جمع، پیشہ۔ اَلصَّنَائِعُ: صَانِعٌ کی جمع، کاریگر۔ حَنِّنْ: تو مہربان کردے۔ اِمَاءٌ: اَمَةٌ کی جمع، لونڈی، باندی۔ اَغْنِنَا: تو ہمیں بے پرواہ کردے۔

شِرَارٌ: شَرٌّ کی جمع، برا۔ یُؤَمِّلُ: وہ امید کرتا ہے۔ لَاَکْسُوَنَّ: میں ضرور پہناؤں گا۔

عَطَبٌ: ہلاکت، نرمی۔ یَفِرُّ: وہ بھاگتا ہے۔ لَا تَتَمَنَّوْا: تم تمنا مت کرو۔ اَلاذٰی: تکلیف۔ مَوْطِنٌ: جمع، وطن، میدان جنگ۔ اَعْقَبَ: اس نے اچھا بدلا دیا۔ اِشْتَدِّیْ: تو شدید ہوجا۔ اَزْمَةٌ: قحط سالی والا۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلحَدِیثُ العِشرُوْن......﴾

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقبَۃَ بنِ عَمْرٍو الاَنْصَارِیِّ البَدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلّی اللہ علیہ وسلم: (اِنَّ مِمَّا اَدرَکَ النَّاسُ مِن کَلَامِ النُّبُوَّۃِ الاُوْلٰی اِذا لَم تَستَحِ فاصْنَعْ مَا شِئتَ) رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

قولُہٗ صلّی اللہ علیہ وسلّم: (اِذا لَم تَستَحِ فاصْنَعْ مَا شِئتَ) مَعْنَاہُ: اِذَا اَرَدْتَ فِعلَ شَیْءٍ، فَاِنْ کَانَ مِمَّا لَا تَستَحی مِنْ فِعْلِہٖ مِن اللّٰہِ. وَلَا مِنَ النَّاس فَافْعَلْہُ، وَاِلَّا فَلاَ. وَعَلٰی ھٰذَا الحدیثِ یَدُوْرُ مَدَارُ الاِسْلامِ کُلِّہٖ، وَعَلی ھٰذَا یکونُ قولُہٗ صلّی اللہ علیہ وسلّم: (فَاصْنَعْ مَا شِئتَ) اَمْرَ اِبَاحَۃٍ، لِاَنَّ الفِعلَ اِذَا لَمْ یَکُن مَنْھِیًّا عَنْہُ شرعاً کَانَ مُبَاحاً.

وَمِنْھُمْ مَنْ فَسَّرَ الحَدِیْثَ بِاَنَّکَ اِذَا کُنْتَ لَا تَسْتَحی مِنَ اللّٰہِ وَلَا تُرَاقِبُہٗ فَاَعْطِ نَفْسَکَ مُنَاھَا وَافْعَلْ مَا تَشَاءُ، فَیَکُوْنُ الْاَمْرُ فِیْہِ لِلتَّھْدِیْدِ لَا لِلْاِبَاحَۃِ، وَیَکُوْنُ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی: ﴿اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ﴾. [فصلت:۴۰]

وَکَقَوْلِہٖ تَعَالٰی: ﴿وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْھُمْ بِصَوْتِکَ﴾ الآیۃ [الاسراء:۶۴]

ترجمہ:

حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو الانصاری البدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۱) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "بے شک لوگوں نے پہلی نبوت (پہلے انبیاء کرام) کے کلام سے جو کچھ پایا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب تم حیاء نہ کرو تو جو جی چاہے کرو"۔ روایت کیا اسے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "اذ لم تَستَحِ فَاصْنَعْ مَاشِئتَ"۔

اس فرمان کا معنی یہ ہے کہ جب تم کوئی کام کرنے کا ارادہ کرو اگر تو وہ ان کاموں میں سے ہو جن کے کرنے پر تو اللہ عزوجل سے حیا نہیں کرتا تو اس کو کرو گرنہ نہ کر۔

اور اس حدیث مبارکہ پر تمام اسلام کا مدار ہے اور اسی معنی پر امام الانبیا ﷺ کا فرمان، "فَاصْنَعْ مَاشِئتَ" محمول ہوگا اور اس میں امر اباحت کا ہوگا کیونکہ جب وہ فعل ہی شرعاً منہی عنہ نہیں تو وہ فعل مباح ہوگا(۲) (یعنی جس کام سے شریعت محمدیہ ﷺ نے منع نہ فرمایا تو اس کا کرنا بالکل جائز ہے)۔

اور بعض حضرات نے اس حدیث کا معنی یہ بیان کیا(۳) کہ جب تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے حیا نہ کرے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے نہ ڈرے تو اپنے نفس کو ممنوع کاموں میں مبتلا کر پھر جو جی چاہے کرو لہٰذا اس معنی کے اعتبار سے اس حدیث میں امر تہدید (ڈرانے)

کیلئے ہوگا نہ کہ اباحت کیلئے۔

اوراس حدیث مبارکہ کا اسلوب کلام ایسے ہی ہے جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، ''اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ'' [فصلت ۴۰](۴)

اور جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان، ''وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ''۔ [الاسراء ۶۴]۔(۵)

شرح: خلاصہ حدیث

یہ جامع حدیث مبارکہ ہے جس میں حیاء کے بیان کے ذریعے سے برائیوں سے اجتناب کے سلسلے میں ہماری راہنمائی کی گئی ہے۔

(۱) حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو الانصاری البدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابومسعود کنیت ہے۔ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ عقبہ کی شرکت کی بالاتفاق اور غزوہ بدر میں شرکت کرنے میں اختلاف ہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ احد اور اس کے مابعد غزوات میں شرکت کی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ تشریف لائے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۴۰ ہجری میں وصال فرمایا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سو دو (۱۰۲) احادیث روایت کیں۔ (بالتصرف شرح اربعین نوویہ فی الاحادیث الصحیحۃ النبویۃ الحدیث العشرون صفحہ ۸۵)

(۲) امر کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے مگر اس فرمان میں امر دو معنی کیلئے ہوسکتا ہے (۱) اباحت کیلئے جسے امام نووی علیہ الرحمۃ نے مَعْنَاهُ سے بیان کیا کہ جب اس فعل سے منع نہیں کیا گیا تو اس فعل کا کرنا بھی بالکل درست ہے۔

(۳) یہاں سے علامہ نووی علیہ الرحمۃ نے امر کے دوسرے معنی کو بیان فرمایا کہ امر تہدید کیلئے ہے۔

(۴) ترجمہ کنزالایمان: جو جی میں آئے کرو۔

اس آیت مقدسہ سے معلوم ہوا کہ امر کبھی غضب کیلئے بھی ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ''وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ'' [کہف ۲۹] کیونکہ اس آیت کے معنی یہ نہیں کہ جو تمہارے جی میں آئے اس کی رب تعالیٰ نے اجازت دے دی۔ (حاشیہ نورالعرفان علی کنزالایمان)

(۵) ترجمہ کنزالایمان: اور ڈگا دے (بہکا دے) ان میں سے جس پر قدرت پائے اپنی آواز سے۔

یہ خطاب شیطان کو ہے کہ جس پر تو قدرت پالے اسے اپنی آواز سے بہکا دے اور یہ خطاب تہدید کیلئے ہے۔

نیز اس آیت مقدسہ سے معلوم ہوا کہ گانے باجے اور جھوٹے گمراہ کن وعظ سب شیطان کی آوازیں ہیں اور یہ لوگ شیطان کے پیادے اور سوار ہیں یعنی اس کا لشکر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو آواز مرضی رب تعالیٰ کے خلاف نکلے وہ شیطانی آواز ہے خواہ گانے باجے کی آواز ہو یا جھوٹے وعظ یا غلط تفسیروں کی۔ (حاشیہ نورالعرفان علی کنزالایمان)

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

اَدْرَکَ: اس نے پایا۔ نُبُوَّۃُ الْاُولٰی: پہلی نبوتیں۔ اِذَا لَمْ تَسْتَحِ: جب تو حیا نہ کرے۔ فَافْعَلْہُ: پس تو اسے کر۔ لَا تَسْتَحِیْ: تو حیا نہیں کرتا۔ فَاصْنَعْ: پس جو کرنا چاہو کرو۔ اِبَاحَۃٌ: مباح ہونا۔ مَنْہِیٌّ عَنْہُ: جس سے روکا گیا ہو۔ فَسَّرَ: اس نے تفسیر کی۔ فَاعْطِ: تو عطا کر، فعل امر۔ مُنَاھًا: منع کردہ کام، اسم مفعول۔ تَھْدِیْدٌ: ڈرانا۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِیْثُ الْحَادِیْ وَالْعِشْرُوْنَ......﴾

عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو، وَقِیْلَ، اَبِیْ عَمْرَةَ سُفْیَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رضی الله عنه قَالَ: قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْ لِیْ فِی الاِسْلَامِ قَوْلًا لَااَسْاَلُ عَنْهُ اَحَداً غَیْرَکَ؟ قَالَ: (قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ) رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قولُهُ صلی الله علیه وسلم: (قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰه ثُمَّ اسْتَقِمْ) اَیْ: کَمَا امرتُ ونھیتُ، وَالْاِسْتِقَامَةُ مُلَازَمَةُ الطَّرِیْقِ بِفِعْلِ الوَاجِبَاتِ وتَرْکِ المنْهِیَّاتِ، قال اللّٰهُ تعالی: ﴿فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَکَ﴾ [ھود:۱۱۲]۔

وَقَالَ اللّٰهُ تعالی: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ﴾ [فصلت:۳۰]۔ اَیْ: عِنْدَ الموْتِ تُبَشِّرُهُمْ بقوله تعالی: ﴿اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾. [فصلت:۳۰]

وَفِی التَّفْسِیْرِ اَنَّهُم اِذَا بُشِّرُوْا بِالجنَّةِ قَالُوْا: وَاَوْلَادُنَا مَا یَاْکُلُوْنَ وَمَا حَالُهُمْ بَعْدَنَا؟ فَیَقَالُ لَهُمْ: ﴿نَحْنُ اَوْلِیَاؤُکُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْآخِرَةِ﴾ [فصلت:۳۱] اَیْ نَتَوَلّٰی اَمْرَهُمْ بَعْدَکُمْ، فَتَقِرُّ بِذٰلِکَ اَعْیُنُهُمْ.

ترجمہ:

حضرت ابوعمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کہا گیا ہے ابوعمرہ سفیان بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات ارشاد فرمائیے کہ میں اس کے بارے میں آپ ﷺ کے سوا کسی سے نہ پوچھوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا، ''تم کہو میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا پھر اس پر ثابت قدم رہو''۔ روایت کیا اسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ'' یعنی جس کے کرنے کا تجھے حکم دیا گیا اور جس سے تجھے باز رہنے کا حکم دیا (اس پر کامل ایمان لا پھر ان تمام باتوں پر ثابت قدم رہو) (۲) اور تمام واجبات کی پابندی (ظاہری اعمال کی ادائیگی) اور تمام منہیات کے ترک کو استقامت کہتے ہیں (استقامت کے بارے میں) اللہ عزوجل نے فرمایا، ''فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَکَ'' [ھود:۱۱۲]۔ (۳)

''اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلَائِکَةُ اَنْ لَا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ''۔ [فصلت:۳۰]۔ (۴)

اور اسی آیت کی تفسیر میں ہے کہ جب ان لوگوں کو جنت کی بشارت دی جائے گی تو وہ لوگ کہیں گے ہمارے بعد ہماری

اولاد کیا کھائے گی اور ان کا کیا حال ہوگا؟ پس ان سے کہا جائیگا

"نَحْنُ اَوْلِيَاءُ كُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ"۔ [فصلت ۳۱]۔(۵)

یعنی تمہارے بعد ہم ہی ان کے معاملہ کے والی (وارث) ہوں گے۔ پس اس فرمان کے سبب ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث مبارکہ میں توحید و رسالت بمعہ ان کے احکام پر استقامت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے (تاکہ مسلمان ایمان وتقوی کا جامع ہو)۔

(۱) حضرت ابوعمرو یا ابوعمرۃ بن سفیان بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالت زندگی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوعمرو یا ابوعمرۃ ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق قبیلہ ثقیف سے ہے اور اہل طائف سے ہیں۔ خلافت عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں طائف کے حاکم تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پانچ احادیث مبارکہ مروی ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج اوّل کتاب الایمان الفصل الاوّل ص ۱۶۱)

(۲) دراصل خاتمہ بالایمان ہونا لازم ہے۔ ایسا نہیں کہ توحید و رسالت پر ایمان لا کر منحرف ہو اور جنت میں چلا جائے۔

(۳) ترجمہ کنزالایمان: تو قائم رہو جیسا تمہیں حکم ہے اور جو تمہارے ساتھ رجوع لایا ہے۔

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ایک استقامت ہزار کرامتوں سے بہتر ہے۔ استقامت یہ ہے کہ بندہ رنج و غم، مصیبت و راحت میں اللہ عزوجل کی بندگی سے منہ نہ موڑے ہر حال میں راضی بہ رضا رہے۔ استقامت ہی ولایت کی جڑ ہے جس سے حضور ﷺ کی ہمراہی ملتی ہے۔ (تفسیر نورالعرفان)

استقامت کے بارے میں علامہ ابن جوز جانی رحمتہ اللہ علیہ کا قول:

"قَالَ اَبُوْعَلِي الْجوزَ جَانِيُّ عَلَيْهِ رَحْمَةَ اللّٰهِ كُنْ طَالِبًا لِلْاِسْتِقَامَةِ لَا طَالِبًا لِّكَرَامَةِ فَاِنَّ نَفْسَكَ مُتَحَرِّكَةٌ فِيْ طَلَبِ الْكَرَامَةِ وَرَبُّكَ يَطْلُبُ مِنْكَ الْاِسْتِقَامَةَ"۔ (شرح ملا علی القاری علی الفقہ الاکبر صفحہ ۸۰ مکتبہ حقانیہ)

ابوعلی الجوز جانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا، اے بندے تو استقامت کو طلب کر کرامت کو طلب نہ کر بے شک تیرا نفس کرامت کو طلب کرنے میں متحرک ہے حالانکہ کہ تیرا رب جل جلالہ تجھ سے استقامت کو طلب کرتا ہے۔

(۴) ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں۔

(۵) ترجمہ کنزالایمان: ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

یہ کلام بھی فرشتوں کا ہے یعنی ہم تمہارے دنیا میں بھی مددگار ہیں اور مرتے وقت بھی، قبر میں بھی، آخرت میں بھی۔ معلوم ہوا کہ فرشتے مومن کی مدد کرتے ہیں۔ (تفسیر نورالعرفان)

لہٰذا اس حدیث مبارکہ میں اللہ عزوجل پر ایمان لانے سے مراد سارے عقائد اسلامیہ ماننا ہیں لہٰذا اس میں توحید و رسالت، حشر ونشر، ملائکہ، جنت ودوزخ، سب پر ایمان لانا داخل ہے جیسے کسی کو اپنا باپ مان کر اس کے سارے اہل قرابت کو اپنا عزیز ماننا پڑتا ہے کہ اس کا باپ ہمارا دادا ہے، اس کی اولاد ہمارے بھائی بہن، اس کے بھائی ہمارے چچا تائے، اور استقامت سے مراد سارے اعمال اسلامیہ پر سختی وپابندی سے عمل کرنا لہٰذا یہ حدیث ایمان وتقویٰ کی جامع ہے۔

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

اِسْتَقِمْ: فعل امر حاضر معروف، تو قائم رہ۔ نُهِيتُ: فعل ماضی مثبت مجہول میں منع کیا گیا۔ تُبَشِّرُ: صیغہ واحد مونث غائب فعل مضارع مثبت معروف وہ خوشخبری دے گی۔

مَايَاكُلُوْنَ: کیا وہ کھائیں گے؟ مَاحَالُهُمْ: ان کا کیا حال ہوگا؟ نَتَوَلّٰى: ہم وارث ہونگے۔ تَقِرُّ: ٹھنڈی ہوئی۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِیْثُ الثَّانِیْ وَالْعِشْرُوْنَ......﴾

عَنْ اَبِی عَبْدِاللّٰہِ جَابِرِ بنِ عَبْدِاللّٰہِ الاَنْصَارِیِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: اَرَاَیتَ اِذَا صَلَّیتُ الْمَکْتُوبَاتِ، وَصُمتُ رَمَضَانَ، وَاَحلَلتُ الحَلاَلَ، وَحَرَّمتُ الحَرامَ، وَلَمْ اَزِدْ عَلٰی ذٰلِکَ شَیئاً اَاَدخُلُ الجَنَّۃَ؟ قَالَ: (نَعَمْ) رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

وَمَعْنٰی حَرَّمْتُ الحَرامَ: اِجْتَنَبْتُہٗ. وَمَعْنٰی اَحْلَلْتُ الحَلاَلَ: فَعَلْتُہٗ مُعْتَقِداً حِلَّہٗ.

قولہ: (اَرَاَیْتَ...الخ) معناہ: اَخْبِرْنِیْ.

وقولُہٗ: (وَاَحلَلتُ الحَلاَلَ) ای: اِعْتَقَدتُہٗ حَلاَلاً وَفَعَلْتُ مِنْہُ الوَاجِبَاتِ، (وَحَرَّمْتُ الحَرَامَ) اَیْ: اِعْتَقَدْتُہٗ حَرَاماً وَلَمْ اَفْعَلْہُ.

وقولُہٗ صلی اللہ علیہ وسلم: (نَعَمْ) اَیْ: تَدْخُلُ الجَنَّۃَ.

ترجمہ:

حضرت ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۱) سے روایت کیا ہے کہ بے شک ایک مرد نے نبی کریم ﷺ سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا، آپ ﷺ کیا خیال کرتے ہیں (یعنی مجھے بتائیے) کہ جب میں فرض نماز پڑھوں اور رمضان کے روزے رکھوں اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانو اور اس پر کچھ زیادہ نہ کروتو کیا میں جنت میں داخل ہوجاؤں گا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ہاں"۔ روایت کیا اسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے۔

"حَرَّمْتُ الْحَرَامَ" کا معنی ہے، میں اس حرام سے بچوں (پرہیز کروں) اور "احللت الحلال" کا معنی ہے میں اسے حلال جانتے ہوئے کروں۔

حضرت ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول، اَرَاَیْتَ اس کا معنی ہے اخبرنی مجھے خبر دیجئے۔(۲)

اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول "وَاَحْلَلْتُ الْحَلَالَ" یعنی میں اس کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھوں اور اسکے تمام واجبات کو ادا کروں اور "حَرَّمْتَ الْحَرَامَ" یعنی میں اس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھوں گا اور اسے نہ کروں۔

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "نَعَمْ" یعنی تو جنت میں داخل ہوگا۔(۳)

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث مبارکہ میں بھلائی کے کاموں میں جلدی کرنے کی ترغیب دی گئی۔

حضرت ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی اسم گرامی جابر بن عبداللہ ہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں کم عمر والے تھے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فضلاء سادات صحابہ کرام علیہم الرضوان میں ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بینائی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری عمر میں ختم ہوگئی تھی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث مبارکہ مروی ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۷۳ ہجری میں ۹۶ سال کی عمر پا کر مدینۃ المنورہ میں وفات پائی۔ (بالتصرف شرح اربعین نوویہ فی الاحادیث الصحیحۃ النبویۃ الحدیث الثانی والعشرون صفحہ ۸۷)

(۲) اَخْبِرُنِیْ میں اَخْبِرْ فعل امر حاضر مثبت معروف فعل صحیح اور ثلاثی اقسام سے مزید فیہ ہے اور آخر میں نی ضمیر مفعول ہے۔

اسی سے قدر مشابہ مادہ کے اعتبار سے اَخْبَرَنِیْ ہوتا ہے جو فن حدیث میں صیغہ اداء کے آٹھ مراتب میں سے ہیں۔

وَصِيَغُ الْاَدَاءِ الْمُشَارِ اِلَيْهِ عَلٰى ثَمَانِيْ مَرَاتِبَ الْاُوْلٰى سَمِعْتُ وَحَدَّثَنِيْ ثُمَّ اَخْبَرَنِيْ وَقَرَءْتُ عَلَيْهِ وَهِيَ الْمَرْتَبَةُ الثَّانِيَةُ ثُمَّ قُرِئَ عَلَيْهِ وَاَنَا اَسْمَعُ وَهِيَ الثَّالِثَةُ ثُمَّ اَنْبَأَنِيْ، وَهِيَ الرَّابِعَةُ ثُمَّ نَاوَلَنِيْ وَهِيَ الْخَامِسَةُ ثُمَّ شَافَهَنِيْ اَيْ بِالْاِجَازَةِ وَهِيَ السَّادِسَةُ ثُمَّ كَتَبَ اِلَيَّ اَيْ بِالْاِجَازَةِ وَهِيَ السَّابِعَةُ

(نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر صفحہ ۱۲۳ مکتبۃ المدینہ)

(۳) نَعَمْ کا معنی ہے ہاں، یعنی جب تو ان تمام باتوں پر عمل کرے گا تو تُو جنت میں جائے گا مگر دیگر شرائط توحید و رسالت، فرائض و واجبات کا ادا کرنا لازم ہے جیسا کہ ماقبل کی حدیث کی شرح میں گزرا۔

☆......☆......☆......☆

﴾......مشکل الفاظ کے معانی......﴿

اَلْمَكْتُوْبَاتُ: فرض نمازیں۔ لَمْ اَزِدْ: نہ میں نے زیادہ کیا۔ لَمْ اَفْعَلْهُ: نہ میں اس کو کروں۔ تَدْخُلُ: تو داخل ہوگا۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِیْثُ الثَّالِثُ وَالْعِشْرُوْنَ......﴾

عَنْ اَبِی مَالِکٍ الحَارِثِ بنِ عَاصِمِ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: (الطُّهُورُ شَطْرُ الِایْمَانِ، والحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلأُ المیزانَ، وسُبْحَانَ اللّٰہِ والحَمْدُللّٰہِ تَمْلآنِ اَو تَمْلأُ مَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالاَرْضِ، وَالصَّلاۃُ نُورٌ، والصَّدَقَۃُ بُرْھَانٌ، وَالصَّبْرُ ضِیَاءٌ، وَالقُرآنُ حُجَّۃٌ لَکَ اَو عَلَیْکَ، کُلُّ النَّاسِ یَغْدُو فَبَائِعٌ نَفْسَہُ فَمُعْتِقُھَا اَو مُوبِقُھَا) رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

قولُہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: (الطُّهُورُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ) فَسَّرَ الغَزَالِیُّ اَلطُّهُورَ: بِطَهَارَۃِ الْقَلْبِ مِنَ الغِلِّ وَالحَسَدِ وَالحِقْدِ وَسَائِرِ اَمْرَاضِ الْقَلْبِ. وَذٰلکَ اَنَّ الْاِیْمَانَ الْکَامِلَ اِنَّمَا یَتِمُّ بِذٰلکَ، فَمَنْ اَتٰی بِالشَّهَادَتَیْنِ حَصَلَ لَہُ الشَّطْرُ، وَمَنْ طَهَّرَ قَلْبَہُ مِنْ بَقِیَّۃِ الْاَمْرَاضِ کَمُلَ اِیْمَانُہُ، وَمَنْ لَمْ یُطَهِّرْ قَلْبَہُ فَقَدْ نَقَصَ اِیْمَانُہُ.

قَالَ بَعْضُھُمْ: وَمَنْ طَهَّرَ قَلْبَہُ وَتَوَضَّأَ وَاغتَسَلَ وَصَلّٰی، فَقَدْ دَخَلَ الصَّلاۃَ بِالطَّهَارَتَیْنِ جَمِیْعًا، وَمَنْ دَخَلَ فِی الصَّلاۃِ بِطَهَارَۃِ الْاَعْضَاءِ خَاصَّۃً فَقَدْ دَخَلَ بِاِحْدَی الطَّهَارَتَیْنِ، وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ وتعالٰی لا یَنْظُرُ اِلَّا اِلٰی طَهَارَۃِ الْقَلْبِ لِقَولِہٖ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: (اِنَّ اللّٰہَ لا ینظُرُ الی صُورِکُمْ وَاَبْشَارِکُمْ وَلٰکِن یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ).

قولُہٗ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: (والحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلأُ المیزانَ، وسُبْحَانَ اللّٰہِ والحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلآنِ اَو تَمْلأُ مَا بَیْنَ السَّمَاءِ والاَرْضِ) وَھٰذا قَدْ یَشْکُلُ عَلَی الْحَدِیْثِ الآخرِ وھُوَ (اَنَّ مُوْسٰی علیہ الصلاۃُ والسلامُ قَالَ: یَارَبِّ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ یَدْخُلُنِی الجَنَّۃَ؟ قَال: یَا مُوْسٰی قُلْ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، فَلَوْ وُضِعَتِ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْاَرَضُوْنَ السَّبْعُ فِی کَفَّۃٍ، وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِی کَفَّۃٍ، لَرَجَحَتْ بِھِمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ). وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ السَّماواتِ والأرضِیْنَ اَوْسَعُ مِمَّا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ، وَاِذا کَانَتِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلأُ الْمِیْزَانَ وَزِیَادَۃً، لَزِمَ اَنْ تَکُوْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلأُ مَا بینَ السَّماءِ وَالْاَرْضِ لِاَنَّ المیزانَ اوسَعُ مِمَّا بین السَّمَاءِ وَالارضِ، والحمدُ لِلّٰہِ تَمْلَؤُھَا. والمرادُ اَنَّہُ لَوْ کَانَ جِسْمًا لَمَلَأَ المیزانُ، اَوْ اَنَّ ثَوَابَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یَملَؤُھَا.

قولُہٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: (وَالصَّلاۃُ نُورٌ) اَیْ: ثَوَابُھَا نُوْرٌ، وفی الحدیثِ: (بَشِّرِ المَاشِیْنَ فِی الظُّلَمِ الی المَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ).

ترجمہ:

حضرت ابومالک حارث بن عاصم الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''طہارت

نصف ایمان ہے الحمدللہ ترازو کو بھر دیتا ہے سبحان اللہ اور الحمدللہ زمین اور آسمان کے درمیان کو بھر دیتے ہیں نماز نور ہے صدقہ دلیل ہے صبر روشنی ہے اور قرآن تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف دلیل ہے۔ ہر شخص اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ اپنے نفس کا سودا کرتا ہے اسے آزاد کرنے والا ہوتا ہے یا ہلاک کرنے والا"۔ روایت کیا اسے امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ"۔

امام غزالی علیہ الرحمتہ الوالی نے الطھور کی تفسیر دل کے کھوٹ، کینہ، حسد (۲)، اور دل کے تمام امراض سے پاک ہونے کے ساتھ کی ہے اور (کیونکہ) ایمان کامل ان ہی کے ساتھ دین مکمل ہوتا ہے۔

پس جو شہادتیں (۳) تو لایا (اقرار کیا) اسے آدھا ایمان حاصل ہوا اور جس نے اپنے دل کو بقیہ تمام امراض سے پاک کیا اس کا ایمان کامل ہو گیا اور جس نے اپنے دل کو پاک نہ کیا تحقیق اس کا ایمان ناقص ہوا (۴)۔

بعض نے فرمایا جس نے اپنے دل کو پاک کیا، وضو اور غسل کیا پھر نماز پڑھی تو وہ نماز میں دونوں طہارتوں (۵) کے ساتھ داخل ہوا اور جس نے نماز محض جسمانی اعضاء کی طہارت کے ساتھ پڑھی تو وہ نماز میں دو طہارتوں میں سے ایک طہارت کے ساتھ داخل ہوا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نظر رحمت نہیں فرماتا مگر دل کی پاکیزگی کی طرف، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے، بے شک اللہ عزوجل تمہاری صورتوں اور چہروں کی طرف نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ، "وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِیْزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَانِ (۶) اَوْ تَمْلَأُ مَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ"۔

اور تحقیق یہ حدیث دوسری حدیث مبارکہ کے مشابہ ہے وہ یہ ہے:

"بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب عزوجل میری ایسے عمل پر رہنمائی فرما جو مجھے جنت میں داخل کردے تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہو "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" پس اگر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو ایک پلڑے میں رکھا جائے اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" والا پلڑا ان کے مقابلے میں جھک (وزنی ہو) جائے۔

اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمین، آسمان وزمین کے درمیان کی جگہ سے زیادہ وسیع ہیں۔

لہٰذا جب اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میزان کو بھر دیتا ہے اور (بلکہ) زیادہ ہوتا ہے تو لازم آیا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ آسمان وزمین کے درمیان کو بھی بھر دے کیونکہ میزان زمین وآسمان کے درمیان کی جگہ سے زیادہ وسیع ہے۔

اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اسے بھر دے گا اور اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا جسم ہوتا تو ضرور میزان بھر جاتا یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا ثواب اسے (میزان کو) بھر دیتا۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "وَالصَّلٰوۃُ نُوْرٌ" یعنی نماز کا ثواب نور ہے۔

(دوسری) حدیث مبارکہ میں ہے:

اندھیرے میں مساجد کی طرف چلنے والوں کو قیامت کے دن کامل نور کی خوشخبری (بشارت) دے دو(۷)۔

شرح: خلاصہ حدیث

باطنی طہارت کے ساتھ اعمال صالحہ کرو کیونکہ اعمال صالحہ تمہارے لیے باعث نجات ہیں۔

(۱) حضرت ابو مالک الحارث بن عاصم الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام الحارث بن عاصم اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو مالک ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کے قبیلہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ ہیں کیونکہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کنیت سے مشہور ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نام نامی اسم گرامی سے مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر میں سکونت پزیر رہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اٹھارہ سال کی عمر میں طاعون کے سبب سے وفات پائی۔ (شرح اربعین نوویہ فی الاحادیث الصحیحۃ النبویۃ الحدیث الثالث والعشرون صفحہ ۸۸)

(۲) دیکھئے الحدیث السادس کی شرح۔

(۳) یعنی دو گواہیاں:

(۱) اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (۲) اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

(۴) ہے مسلمان مگر کمزور ایمان والا۔

(۵) ظاہری و باطنی یعنی وضو و غسل اور طہارت امراض قلب نیز وضو اسلام کے ساتھ خاص یعنی پہلی امتوں میں بھی تھا، ہاں چہروں کی چمک اس امت کی خصوصیات سے ہے نیز ابراہیم علیہ السلام بھی وضو کیا کرتے تھے چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج اوّل باب الوضوء الفصل الثالث صفحہ ۲۹۵ تا ۲۹۶)

(۶) یہ راوی کو شک ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "تَمْلَآنِ" فرمایا یا "تَمْلَأُ" فرمایا نیز قرآن و سنت سے ثابت ہے کہ

اعمال کووزن کیا جاتا ہے اوراعمال کم اور زیادہ ہوتے ہیں اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر سبحان اللّٰہ،الحمد للّٰہ (لا الٰہ الا اللّٰـــہ) کے ثواب کو مجسم کیا جائے تو ان کی جسامت آسمان وزمین کو بھر دے اور انسان کے ثواب کے زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سبحان اللہ کا کلمہ اللہ عزوجل کے منزہ ہونے اور ہر نقص وعیب سے بری ہونے پر مشتمل ہے اور الحمد للّٰہ کا کلمہ اللہ عزوجل کی طرف مفتقر ہونے اور اس کی حمد وثناء اس کا شکر بجالانے پر مشتمل ہے۔

(۷) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ دو رکعتیں جو بندہ رات کے نصف آخر میں پڑھتا ہے وہ اس کیلئے دنیا ومافیہا (یعنی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے) سے بہتر ہے اگر میری امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں یہ ان پر لازم کر دیتا۔

(لباب الاحیاء بنام احیاء العلوم کا خلاصہ باب اوراد ووظائف کا بیان صفحہ ۱۲۵ المکتبۃ المدینہ)

قولُهٗ صلى الله عليه وسلم: (والصَّـدَقَةُ بُرْهَانٌ) أىْ: دَلِيْلٌ عَلٰى صِحَّةِ اِيْمَانِ صاحبِهَا،وَسُمِّيَتْ صَدَقَةً لِاَنَّهَادَلِيْلٌ عَلٰى صِدْقِ اِيْمَانِهٖ،وَذٰلِكَ اَنَّ الْمُنَافِقَ قَدْ يُصَلِّى، وَلَا تَسْهَلُ عَلَيْهِ الصَّدقةُ غَالبًا.

وقولُهٗ صلى الله عليه وسلم: (وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ) أى: اَلصَّبْرُ اَلْمَحْبُوْبُ، وَهُوَ الصَّبْرُ عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ، وَالبَلَاءِ ومكارِهِ الدُّنْيا، ومَعْنَاهُ: لَا يَزَالُ صَاحِبُهٗ مُسْتَمِرًّا عَلَى الصَّوابِ.

قولُهٗ صلى الله عليه وسلم: (كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ) مَعْنَاهُ كُلُّ اِنْسَانٍ يَسْعٰى لِنَفْسِهٖ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَّبِيْعُهَا لِلّٰهِ بِطَاعَتِهٖ فيعتِقُهَا مِنَ الْعَذَابِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَبِيْعُهَا لِلشَّيطَانِ وَالْهَوٰى بِاِتباعِهِمَا. (فَيُوْبِقُهَا) أى: يُهْلِكُهَا،

قال عليه الصلاةُ والسلامُ: (مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ اَوْ يُمْسِى: اَللّٰهُمَّ اِنِّى اَصْبَحْتُ اُشْهِدُكَ وَاُشْهِدُ حَمْلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَائِكَتِكَ وَاَنْبِيَاءِ كَ وجَمِيْعَ خَلْقِكَ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لا شريكَ لَكَ، وَاَنَّ مُحَمَّدًاعبدُكَ وَنَبِيُّكَ، اَعْتَقَ اللّٰهُ رُبْعَهٗ مِنَ النَّارِ، فَاِنْ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ اَعْتَقَ اللّٰهُ نِصْفَهٗ مِنَ النَّارِ، فَاِنْ قَالَهَا ثَلَاثًا اَعْتَقَ اللّٰهُ ثَلَاثَةَ اَرْبَاعِهٖ مِنَ النَّارِ، فَاِنْ قَالَهَا اَرْبَعًا اَعْتَقَ اللّٰهُ كُلَّهٗ مِنَ النَّارِ).

فَاِنْ قِيْلَ: اَلْمَالِكُ اِذَا اَعْتَقَ بَعْضَ عَبْدِهٖ سَرَى العِتْقُ اِلٰى بَاقِيْهِ وَاللّٰهُ تعالى اَعْتَقَ الرُّبْعَ الْاَوَّلَ فَلَمْ يَسِرْ عليهِ وكَذٰلكَ الْبَاقِىْ.

فَالجَوَابُ: اَنَّ السِّرَايَةَ قَهْرِيَّةٌ، وَاللّٰهُ تعالى لَا تَقَعُ عليهِ الْاَشْيَاءُ القَهْرِيَّةُ بِخِلَافِ غَيْرِهٖ، وَلَا يَقَعُ فِى حُكْمِهٖ سُبْحَانَهٗ مَا لَا يُرِيْدُ، قال اللّٰهُ تعالى:﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ﴾ الآية. [التوبۃ:۱۱۱]

قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ: لَمْ يَقَعْ بَيْعٌ اَشْرَفُ مِنْ هٰذَا، وذٰلكَ اَنَّ الْمُشْتَرِى هُوَ اللّٰهُ، وَالْبَائِعُ المؤمِنُوْنَ،

وَالمبیعُ الانفسُ، وَالثَّمنُ الجنَّةُ.

وَفِی الآیۃِ دَلِیلُ عَلٰی اَنَّ البائِعَ یُجْبَرُ اَوَّلاً عَلٰی تَسلِیمِ السِّلْعَةِ قَبلَ اَن یَقْبِضَ الثَّمَنَ، واَنَّ المشْتَرِی لَایُجْبَرُ اَوَّلاً عَلٰی تَسلِیمِ الثَّمَنِ.

وذلک اَنَّ اللّٰہَ تعالٰی اَوجَبَ عَلَی المؤمِنِینَ الجِهَادَ حَتّیٰ یُقْتَلُوا فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاَوْجَبَ عَلَیْهِمْ اَنْ یُسلِمُوا الاَنْفُسَ الْمَبِیْعَةَ وَیَاْخُذُوا الْجَنَّةَ. فَاِنْ قِیْلَ: کَیْفَ یَشْتَرِی السَّیِّدُ مِنْ عَبِیْدِہٖ اَنْفُسَهُمْ، وَالْاَنْفُسَ مِلْکٌ لَهٗ؟ قِیلَ: کَاتَبَهُمْ ثُمَّ اشْتَرٰی مِنْهُمْ، وَاللّٰہُ تعالٰی اَوْجَبَ عَلَیْهِمُ الصَّلٰوَاتِ الخَمْسَ والصومَ وغیرَ ذلک، فَاِذَااَدُّوا ذلک فَهُمْ اَحْرَارٌ، واللّٰہ تعالٰی اَعْلَمُ.

ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ ''یعنی صدقہ، صاحب صدقہ کے ایمان کی صحت پر دلیل ہے اور صدقہ کا نام رکھا گیا کیونکہ صدقہ، صاحب صدقہ کے صدق ایمان پر دلیل ہوتا ہے اور وہ اس لیے کہ بے شک منافق کبھی نماز تو پڑھتا ہے (مگر) اکثر اس کو صدقہ کرنا آسان نہیں ہوتا۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''وَالصَّبْرُ ضِیَاءٌ'' یعنی صبر محبوب (مراد ہے) اور وہ اللہ تعالٰی کی فرمانبرداری، مصیبتوں اور اس کی دنیا کی حوادثات (مصائب) پر صبر کرنا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ صاحب صبر (صبر کرنے والا) ہمیشہ درستی پر رہتا ہے۔(۸)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''کُلُّ النَّاسِ یَغْدُوْفَبَائِعٌ نَفْسَهٗ'' اس فرمان کا معنی یہ ہے کہ ہر انسان (ہر صبح) اپنے کیلئے (عمل) کرتا ہے (ا)۔ انسانوں میں سے جو اللہ عزوجل کی اطاعت و فرمانبرداری کے سبب اپنا نفس اللہ عزوجل کو بیچتا ہے پس وہ اللہ عزوجل کے عذاب سے اپنا نفس آزاد کروالیتا ہے۔ اور جو انسانوں میں سے شیطان و نفسانی خواہشات کی پیروی کے ساتھ اپنا نفس شیطان کو بیچتا ہے تو وہ اسے ہلاک کر دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، (۱۰)

جو صبح وشام کو کہے:

''اے اللہ عزوجل! میں تجھے اور حاملان عرش اور دیگر فرشتوں، تیرے انبیاء علیہم السلام اور تیری تمام مخلوق کو گواہ بناتا ہوں (اور میں اقرار کرتا ہوں) بے شک تو خدا عزوجل ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور بے شک حضرت محمد ﷺ تیرے (برگزیدہ) بندے اور تیرے نبی ہیں'' تو اللہ عزوجل اس کے چوتھائی حصہ کو آگ (جہنم) سے آزاد فرما دیتا ہے اور اگر

ان کلمات کو دو بار کہے تو اللہ عزوجل اس کے نصف حصہ کو جہنم سے آزاد فرمادیتا ہے اور اگر ان کلمات کو تین بار کہے تو اللہ عزوجل اس کے تین چوتھائی کو جہنم سے آزاد فرمادیتا ہے اور اگر ان کلمات کو چار بار کہے تو اللہ عزوجل اسے مکمل جہنم سے آزاد فرمادیتا ہے۔(۱۰)

پس اگر اعتراض کیا جائے مالک (آقا) جب اپنے غلام کے بعض حصہ کو آزاد کرتا ہے تو آزادی اس غلام کے بقیہ حصہ میں بھی سرایت کر جاتی ہے مگر جب اللہ عزوجل نے ربع اول کو آزاد کیا تو آزادی بقیہ حصے میں سرایت نہیں کرتی اور اسی طرح باقی (۱۱)۔

جواب: (مذکورہ اعتراض کا پہلا جواب یہ ہے کہ) سرایت ایک قہری چیز ہے اور قہری اشیاء اللہ تعالیٰ پر واقع نہیں ہوتی بر خلاف غیر اللہ کے۔(۱۲)

(دوسرا جواب یہ ہے کہ) جس چیز کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارادہ نہیں فرماتا وہ اس کے حکم میں واقع نہیں ہوتی۔(۱۳)

اللہ عزوجل نے فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ"۔ [التوبہ ۱۱۱](۱۴)

اور بعض علماء کرام رحمہم اللہ نے فرمایا، اس سے افضل بیع کوئی اور نہیں کیونکہ خود اللہ عزوجل مشتری، بائع مومنین مبیع جانیں اور ثمن جنت ہے۔(۱۵)

اور اس آیت مقدسہ میں اس بات پر بھی دلیل موجود ہے کہ ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع کو مبیع سپرد کرنے پر مجبور کیا جائے گا جبکہ مشتری کو پہلے ثمن سپرد کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

کیونکہ اللہ عزوجل نے مومنین پر جہاد فرض کیا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ عزوجل کی راہ میں شہید ہو جائیں پس مومنین پر واجب ہے مبیع جانوں کو سپرد کرنا اور جنت کو لینا۔(۱۶)

پس اگر اعتراض کیا جائے کہ آقا اپنے غلاموں کی جانوں کو کیسے خریدے گا حالانکہ جانیں تو آقا ہی کی ملک ہیں۔

(تو اس کا جواب یہ دیا گیا) آقا نے ان کو (پہلے) مکاتب بنایا پھر ان سے ان کی جانوں کو خریدا۔(۱۷) اور اللہ عزوجل نے ان مومنین پر پانچ نمازیں، (رمضان المبارک کے) روزے وغیرہ فرض کیے، پس جب انہوں نے اسے ادا کر دیا تو وہ آزاد ہو گئے۔(۱۸) (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۸) جیسے اجالے میں چلنے والا اپنی منزل سے بھٹکتا نہیں اسی طرح صبر کرنے والا عجلت میں غلط قدم نہیں اٹھاتا اور صبر کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ درستی پر رہتا ہے۔

(۹) حضرت سیدنا امام بیہقی علیہ رحمۃ اللہ القوی "شعب الایمان" میں نقل کرتے ہیں، تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

عبرت نشان ہے روزانہ صبح جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس وقت دن یہ اعلان کرتا ہے اگر آج کوئی اچھا کام کرنا ہے تو کرلو آج کے بعد میں کبھی پلٹ کر نہیں آؤں گا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! زندگی کا جو دن نصیب ہو گیا اس کو غنیمت جان کر جتنا ہو سکے اس میں اچھے اچھے کام کر لیے جائیں تو بہتر ہے کہ کل نہ جانے ہمیں لوگ جناب کہہ کر پکارتے ہیں یا مرحوم کہہ کر، ہمیں اس بات کا احساس ہو یا نہ ہو مگر حقیقت ہے کہ ہم اپنی موت کی منزل کی طرف نہایت تیزی کے ساتھ رواں دواں ہیں۔ (انمول ہیرے ص۶ تا ۷ مکتبۃ المدینہ)

(۱۰) جہنم سے آزادی کا نسخہ:

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَامِنْ مُسْلِمٍ اَوْاِنْسَانٍ اَوْعَبْدٍ یَقُوْلُ حِیْنَ یُمْسِی وَحِیْنَ یُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّاوَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًاوَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا اِلَّا کَانَ حَقًّاعَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّرْضِیَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ"۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو مسلمان صبح وشام تین تین بار یہ دعا پڑھے، میں اللہ عزوجل سے رب تعالیٰ ہونے، اسلام کے دین ہونے، حضرت محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ قیامت کے دن اس سے راضی ہوگا۔

(مشکوۃ المصابیح باب المساء والنوم الفصل الثانی صفحہ ۲۱۰ مسند ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۷۷ رقم الحدیث ۵۸۰ الناشر دار الوطن الریاض)

(۱۱) کہ جب ربع ثانی کو آزاد کیا تو ربع ثالث میں کیوں آزادی سرایت نہ ہوئی اور جب ربع ثالث کو آزاد کیا تو مربع رابع میں آزادی نے سرایت کیوں نہ کی۔

(۱۲) یعنی غیر اللہ پر قہری اشیاء واقع ہوتی ہیں کیونکہ بندہ مجبور ومحتاج ہوتا ہے اور اللہ عزوجل مالک کل ہے کسی کا محتاج نہیں۔

(۱۳) لہٰذا جب انسان نے ایک بار کہا تو اللہ عزوجل نے ربع اوّل کی آزادی کا ارادہ فرمایا جب ربع اوّل کا ارادہ کیا تو دوسرا آزاد نہ ہوگا۔

(۱۴) ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں۔

(اس آیت مقدسہ سے) معلوم ہوا کہ مولیٰ وغلام کی بیع جائز ہے کہ رب عزوجل نے اپنے بندوں سے سودا فرمایا۔

(تفسیر نور العرفان)

شان نزول: بعض انصار نے بیعت اسلام کرتے وقت عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ جو چاہیں اللہ کیلئے اور اپنے لیے شرط لگالیں، ہم اس پر کاربند رہیں گے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کیلئے تو یہ شرط ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو

اور میرے لیے شرط ہے کہ جو چیز تم اپنے لیے پسند نہ کرو وہ میرے لیے بھی پسند نہ کرو، تو انہوں نے پوچھا کہ ان شرطوں کو پورا کرنے پر ہم کو کیا ملے گا؟ تو فرمایا جنت۔ تو عرض کیا یہ تو بڑے نفع کا سودا ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ اتری۔ (تفسیر نورالعرفان)

(۱۵) بیع کی لغوی تعریف: مُبَادِلَةُ شَيْءٍ بِشَيْءٍ مَالًا اَوْلَا بِدَلِيْلِ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ واموالهم. (اللباب فی شرح الکتاب کتاب البیوع الجزء الاوّل صفحہ ۱۹۶)

ایک شے کو دوسری شے سے تبادلہ کرنا مال کے عوض یا بغیر مال کے عوض۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں خرید لیں۔ اور یہاں آیت مقدسہ میں بیع (لغوی) عوض کے بغیر مراد ہے کیونکہ جان بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اور جنت بھی اسی کی۔

بیع کی اصطلاحی تعریف: مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ بِالتَّرَاضِيْ۔ (اللباب فی شرح الکتاب کتاب البیوع الجزء الاوّل صفحہ ۱۹۷)

باہم رضامندی سے مال کو مال سے تبادلہ کرنا مخصوص صورت میں۔

مشتری کی تعریف: کسی چیز کے خریدار کو مشتری کہتے ہیں۔

بائع کی تعریف: کوئی بھی چیز بیچنے والے کو بائع کہتے ہیں۔ (بہار شریعت تخریج شدہ جلد دوم اصطلات "ب" صفحہ ۱۴)

مبیع کی تعریف: جس چیز کو بیچا، خریدا جائے یا جس چیز پر عقد واقع ہوا سے مبیع کہتے ہیں۔

ثمن کی تعریف: جس چیز کے عوض عقد واقع ہوا سے ثمن کہتے ہیں۔

(۱۶) پہلے جان دینی ہوگی جو کہ مبیع ہے پھر جنت ملے گی جو کہ ثمن ہے۔ معلوم ہوا مبیع کی ادائیگی پر بائع کو مجبور کیا جائے گا نہ کہ مشتری کو ثمن کی ادائیگی پر۔

(۱۷) جب آقا اپنے غلاموں کو مکاتب بنالے تو اس کے بعد ان کی جانیں خریدنا جائز ہے۔

(۱۸) حقیقت تو یہ ہے کہ جان بھی اسی کی دی ہوئی ہے اور جنت بھی اس کی عطا سے ہے۔ اللہ عزوجل سے جو کچھ ملا از روئے فضل و کرم ہی ملا۔

سبقت رحمتی علی غضبی جب سے تو نے سنا دیا یارب جل وعلا
آسرا ہم گنہگاروں کا اور بڑھ گیا یا رب جل وعلا

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

شَطْرٌ: حصہ۔ تَمْلَأُ: بھر دیتا ہے۔ بُرْهَانٌ: دلیل۔ يَغْدُوْ: وہ صبح کرتا ہے۔ كَمَلَ: وہ مکمل ہوا۔ نَقَصَ: کم ہوا۔

تَوَضَّأَ: وضو کیا۔ بِطَهَارَةِ الْاَعْضَاءِ خاصة: اعضاء کی طہارت خاص طور پر۔ اَبْشَارٌ: چہرے بُشْرٌ کی جمع۔

يَشْكُلُ: مشابہ ہوا۔ دُلَّنِيْ: دل، فعل امر حاضر معروف، تو رہنمائی کر۔ نِيْ: ضمیر مفعول ہے۔ جِسْمًا: بدن، وہ چیز جس میں طول و عرض و عمق ہو، ج اجسام۔

اَلْمَاشِيْنَ: چلنے والے۔ تَسْهَلُ: آسان ہوتا ہے۔ يَبِيْعُ: وہ بیچتا ہے۔ اَعْتَقَ: اس نے آزاد کیا۔ اَرْبَعٌ: چوتھائی۔ اَرْبَاعٌ: رُبْعٌ کی جمع قلت۔

سرای: سرایت کیا۔ بیع اشرف: زیادہ بہتر بیع۔ يُجْبَرُ: مجبور کیا جائے گا۔ اَنْفُسٌ: نَفْسٌ کی جمع، جانیں۔

اَدَّوْا: انہوں نے ادا کیا۔ اَحْرَارٌ: آزاد حُرٌّ کی جمع قلت۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ الرَّابِعُ وَالْعِشْرُوْنَ......﴾

عَنْ اَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ رضی الله تعالی عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم فِيمَا يَرْوِيه عَنْ رَبِّهٖ عزّوجل اَنَّهُ قَالَ: (يَا عِبَادِيْ اِنِّيْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِيْ وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلا تَظَالَمُوْا، يَاعِبَادِيْ كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلاَّ مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُوْنِي اَهْدِكُمْ، يَاعِبَادِيْ كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلاَّ مَنْ اَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُوْنِي اُطْعِمْكُمْ، يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ عَارٍ اِلاَّ مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُوْنِيْ اَكْسُكُمْ، يَا عِبَادِيْ اِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِيْ اَغْفِرْ لَكُمْ، يَا عِبَادِيْ اِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّيْ فَتَضُرُّوْنِيْ وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِيْ فَتَنْفَعُوْنِيْ، يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلَى اَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذٰلِكَ فِيْ مُلْكِيْ شَيْئًا. يَاعِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلَى اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِيْ شَيْئًا، يَاعِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَسَاَلُوْنِيْ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ وَاحِدٍ مَسْاَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِيْ اِلاَّ كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ، يَا عِبَادِيْ اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِيْهَا لَكُمْ ثُمَّ اُوَفِّيْكُمْ اِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمِدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلا يَلُوْمَنَّ اِلاَّ نَفْسَهُ) رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قولُهٗ عَزَّوَجَلَّ: (اِنِّيْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِيْ) أَيْ: تَقَدَّسْتُ عَنْهُ وَالظُّلْمُ مُسْتَحِيلٌ فِيْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَاِنَّ الظُّلْمَ مُجَاوَزَةُ الحَدِّ وَالتَّصَرُّفُ فِيْ مِلْكِ الغَيْرِ وهُمَا جَمِيْعًا مُحَالٌ فِيْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى.

قولُهٗ تعالى: (فَلا تَظَالَمُوْا) اَيْ: فَلا يَظْلِمُ بَعْضُكُمْ بَعْضاً.

قولُهٗ تعالى: اِنَّكُمْ تَخطَاوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ) بِفَتْحِ التَّاءِ وَالطَّاءِ عَلَى اَنَّهُ مِنْ خَطِئَ بِفَتْحِ الخَاءِ وَكَسْرِ الطَّاءِ يَخْطَأُ فِي المضَارِعِ، وَيَجُوْزُ فِيْهِ ضَمُّ التَّاءِ عَلَى اَنَّهُ مِنْ اَخْطَاءَ، وَالخَطأُ يُسْتَعْمَلُ فِي العَمَدِ والسَّهْوِ وَلَا يَصِحُّ انكارُ هذهِ اللُّغَةِ وَيَرِدُ عَلَيْهِ قولُهٗ تعالى ﴿اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيْرًا﴾ [الاسراء:۳۱]۔ بِفَتْحِ الخَاءِ وَالطَّاءِ وَقُرِئَ ﴿خِطْئًا كَبِيْرًا﴾ اَيْضًا.

قولُهٗ تعالى: (لَوْاَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ... الخ) دَلَّتِ الاَدِلَّةُ السَّمْعِيَّةُ وَالعَقْلِيَّةُ عَلٰى اَنَّ اللّٰهَ مُسْتَغْنٍ فِيْ ذَاتِهٖ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ، وَاَنَّهُ تعالى لا يَتَكَثَّرُ بِشَيْءٍ مِنْ مَخلوقَاتِهٖ، وَقَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ تعالٰى اَنَّ لَهُ مِلْكَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا، ثُمَّ بَيَّنَ اَنَّهُ مُسْتَغْنٍ عَنْ ذٰلِكَ، قَالَ تعالٰى: ﴿اَللّٰهُ يَخْلُقُ مَايَشَآءُ﴾. [آل عمران:۴۷]

وَهُوَ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يَذْهَبَ هٰذَا الوجودَ وَيَخْلُقَ غيرَهُ، وَمَنْ قَدَرَ عَلٰى اَنْ يَخْلُقَ كُلَّ شَيْءٍ، فَقَدْ اِسْتَغْنٰى عَنْ كُلِّ موجُودٍ، ثم بَيَّنَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى اَنَّهُ مُسْتَغْنٍ عَنِ الشَّرِيْكِ فَقَالَ تعالٰى: ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ﴾ [الاسراء:111]۔ ثُمَّ بَيَّنَ سُبْحَانَهُ وتعالٰى اَنَّهُ مُسْتَغْنٍ عَنِ الْمُعِيْنِ وَالظَّهِيْرِ فَقَال تعالٰى: ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ﴾ [الاسراء:111]۔ فَوَصْفُ العِزِّ ثَابِتٌ ابداً، وَوَصْفُ الذِلِّ مُنْتَفٍ عَنْهُ تعالٰى، وَمَنْ كَانَ كَذٰلِكَ فَهُوَ مُسْتَغْنٍ عَنْ طَاعَةِ الْمُطِيْعِ، وَلَوْ اَنَّ الْخَلْقَ كُلَّهُمْ اَطَاعُوْا كَطَاعَةِ اَتْقٰى رَجُلٍ مِنْهُمْ، وَبَادَرُوْا اِلٰى اَوَامِرِهٖ وَنَوَاهِيْهِ وَلَمْ يُخَالِفُوْهُ، لَمْ يَتَكَثَّرْ سُبْحانه وتعالٰى بِذٰلِكَ، ولاَ يكونُ ذٰلِكَ زِيَادَةً فِي مُلْكِهٖ، وَطَاعَتُهُمْ اِنَّمَا حَصَلَتْ بِتَوْفِيْقِهٖ وَاِعَانَتِهٖ، وَطَاعَتُهُمْ نِعْمَةٌ منهُ عليهِمْ، وَلَوْ اَنَّهُمْ كُلُّهُمْ عَصَوْهُ كَمَعْصِيَةِ اَفْجَرِ رَجُلٍ وَهُوَ اِبْلِيْسُ، وَخَالَفُوْا امرَهُ ونهيَهُ لَمْ يَضُرَّهُ ذٰلِكَ وَلَمْ يَنْقُصْ ذٰلِكَ مِنْ كَمَالِ مِلْكِهٖ شَيْئًا، فَاِنَّهُ لَوْ شَاءَ اَهْلَكَهُمْ وَخَلَقَ غَيْرَهُمْ فَسُبْحَانَ مَنْ لَا تَنْفَعُهُ الطَّاعَةُ، وَلَا تَضُرُّهُ المَعْصِيَةُ.

قولُهُ تعالٰى: (فَاَعْطَيْتُ كُلَّ وَاحِدٍ مَسْاَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِيْ اِلَّا كَمَا يَنْقُصُ المِخْيَطُ اِذَا اُدْخِلَ البَحْرَ) وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ المِخْيَطَ وَهُوَ الْاِبْرَةُ وذٰلكَ فِي المُشَاهَدَةِ لَا تَنْقُصُ مِنَ الْبَحْرِ شَيْئًا، وَالَّذِيْ يَتَعَلَّقُ بِالْمِخْيَطِ لَا يَظْهَرُ لَهُ اَثَرٌ فِي الْمُشَاهَدَةِ وَلَا فِي الْوَزْنِ.

قولُهُ تعالٰى: (فَمَنْ وَجَدَ خَيْراً فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ) اى: عَلٰى تَوْفِيْقِهٖ لِطَاعَتِهٖ.

قولُهُ تعالٰى: (وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلاَ يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهُ) حَيْثُ اَعْطَاهَا مُنَاهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهَا.

ترجمہ:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) نبی کریم ﷺ سے اور آپ ﷺ اپنے رب تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے میرے بندو بے شک میں نے اپنی ذات پر ظلم کو حرام کیا اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام قرار دیا پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو تم تمام راستے میں بھٹکے ہوئے ہو مگر جس کو میں راہ دکھاؤں، مجھ سے ہدایت چاہو (مانگو) میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو تم میں سے ہر ایک بھوکا ہے مگر وہ جس کو میں کھانا دوں پس مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھانا کھلاؤں، اے میرے بندو تم تمام ننگے ہو مگر جس کو میں لباس پہناؤں پس مجھ سے لباس مانگو تاکہ میں تمہیں لباس پہناؤں۔ اے میرے بندو بے شک تم رات دن غلطیاں کرتے ہو اور میں تمام گناہ بخش دیتا ہوں پس مجھ سے بخشش مانگو کہ میں تمہیں بخش دوں۔ اے میرے بندو تم میرے نقصان تک نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نقصان پہنچاؤ اور ہرگز تم میرے نفع تک نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نفع پہنچاؤ۔

اے میرے بندو اگر تم میں سے سب سے پہلا اور تمہارا سب سے پچھلا، تمہارے انس و جن تم میں سے ایک شخص کے نہایت متقی دل کے مطابق ہو جائیں تو میری بادشاہت میں کچھ بھی اضافہ نہیں کر سکتے۔ اے میرے بندو اگر تمہارا پہلا اور پچھلا انس و جن سب ایک شخص کے بدکار دل کے مطابق ہوں تو میری بادشاہی میں کچھ بھی نقصان نہیں کر سکتے۔ اے میرے بندو اگر تمہارا سب سے پہلا، سب سے پچھلا، انس و جن زمین کے ایک ٹکڑے پر کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر ایک کو اس کے سوال کے مطابق دوں تو اس سے میری ملک سے صرف اتنا ہی کم ہوگا جتنا اس سوئی سے کم ہوتا ہے جسے دریا میں ڈالا جائے (اور ذرہ برابر بھی کمی نہیں کرتی) اے میرے بندو یہ تمہارے اعمال ہیں جنہیں میں تمہارے لیے شمار کرتا ہوں پھر میں تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔ پس جو شخص بھلائی پائے تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جو اس کے علاوہ پائے وہ صرف اپنے ہی نفس کو ملامت کرے"۔ روایت کیا اسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے۔

اللہ عزوجل کا فرمان، "اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ" یعنی میں اس ظلم سے پاک ہوا اور ظلم کرنا اللہ تبارک وتعالیٰ کے حق میں محال ہے۔ (کیونکہ) بے شک حد سے بڑھنے اور غیر کی ملک میں تصرف کرنے کو ظلم کہتے ہیں اور یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہیں۔ (۲)

اللہ تعالیٰ کا فرمان، "فَلَا تَظَالَمُوْا" پس تمہارے بعض بعض پر ظلم نہ کریں۔ (۳)

اللہ تعالیٰ کا فرمان، "اِنَّکُمْ تَخْطَاؤُنَ بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ"۔ (تخطاون) خطیٔ خاء کے فتحہ اور طاء کے کسرہ کے ساتھ یخطاء مضارع سے ہے اور اس میں تاء کو ضمہ دینا بھی جائز ہے (اس صورت میں یہ باب افعال) اخطاء سے ہوگا۔

اور خطاء عمداً اور سہو میں مستعمل ہوتی ہے۔ اس لغت کا انکار درست نہیں (۴) اور اس پر اللہ تعالیٰ کا فرمان وارد ہوتا ہے، "اِنَّ قَتْلَھُمْ کَانَ خِطْاً کَبِیْرًا"۔ [الاسراء ۳۱](۵)

(خطأ، خاء اور طاء کے فتحہ کے ساتھ ہے اور (خطأ کبیرا) بھی پڑھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان، "لَوْ اِنَّ اَوَّلَکُمْ وَ آخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ"۔

تمام دلائل سمعیۃ وعقلیۃ (۶) اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ بالذات ہر شے سے مستغنی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی شے کے سبب نہیں بڑھتا اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ بے شک تمام آسمانوں اور تمام زمینوں اور جو کچھ انکے درمیان ہے اسی کی ملک ہے پھر یہ بھی بیان کر دیا کہ وہ (ان سب کا مالک ہونے کے باوجود) ان سے مستغنی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "اَللّٰہُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ" [آل عمران ۴۷] (۷) یعنی اللہ عزوجل اس بات پر قادر ہے کہ ایک چیز کا وجود فنا

کر کے اسی کی جگہ دوسری چیز کو پیدا کر دے اور جو ہر شے کو پیدا کرنے پر قادر ہو تو وہ ہر وجود سے بے پرواہ ہے۔(۸) پھر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس بات کو بھی بیان کر دیا کہ وہ شریک (ہم سر) سے بے پرواہ ہے۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا، "وَ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ "(۹)[الاسراء۱۱۱] اور اللہ عزوجل نے اس بات کو بھی بیان فرمایا کہ وہ کسی بھی مددگار سے بے نیاز ہے۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا، "وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ "[الاسراء۱۱۱](۱۰) پس عزت کا وصف اللہ عزوجل کیلئے ہی ہمیشہ ہمیشہ ثابت ہے اور ذلت کا اس سے ہمیشہ ہمیشہ منتفی ہے تو جو اس طرح ہو (یعنی اعلیٰ اوصاف کا مالک ہو) تو وہ مطیع کی اطاعت سے بے نیاز ہوگا۔

اور اگر ساری مخلوق اطاعت و فرمانبردار (پرہیزگار) ہو جائے جیسے کہ ان میں سے زیادہ پرہیزگار کا اطاعت کرنا(۱۱) اور اس کے اوامر و نواہی کو باہم بجالانے میں باہم جلدی کریں اور اللہ عزوجل کی بالکل مخالفت نہ کریں تو اللہ عزوجل ان کے سبب نہ بڑھے اور ان کا اطاعت و فرمانبرداری کرنا اس کی ملکیت و بادشاہت میں کچھ بھی اضافہ نہ کرے اور ان کو اطاعت کرنا تو محض اللہ عزوجل کی توفیق و اعانت کے سبب ہے ان کو اطاعت کی توفیق کا ملنا اللہ عزوجل کی طرف سے ان پر نعمت ہے اور اگر ساری مخلوق اللہ عزوجل کی نافرمان ہو جائے جیسا کہ ان میں سب سے زیادہ فاسق و فاجر شخص کا نافرمانی کرنا اور وہ شیطان ہے اور اس کے امر و نہی کی مخالفت کریں تو ان کا مخالفت کرنا اللہ عزوجل کو ذرا برابر بھی تکلیف نہ دے اور نہ ہی اس کی کامل ملکیت (بادشاہت) میں کچھ کمی ہو۔

بے شک اگر وہ چاہے تو ان کو ہلاک کر دے اور ان کی جگہ دوسروں کو پیدا فرمادے لہٰذا پاک ہے وہ (مقدس) ذات جسے نہ اطاعت نفع دے نہ معصیت نقصان دے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان، "فَاَعْطَیْتُ كُلَّ وَاحِدٍ مَسْأَلَتَهٗ مَانَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّاعِنْدِی اِلَّا كَمَایَنْقُصُ الْمَخْیَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ"۔

اور یہ بات بداہۃً معلوم و مشاہد میں ہے کہ سوئی (کو سمندر میں داخل کر کے نکالا جائے تو) سمندر سے کچھ بھی کمی نہیں کرتی اور جو سوئی کے ساتھ لگے تو اس کیلئے نہ تو اثر ہوتا ہے اور نہ ہی وزن۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان، "فَمَنْ وَجَدَ خَیْرًا فَلْیَحْمَدِ اللّٰهَ "یعنی اسکی اطاعت کرنے کی توفیق ملنے پر۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان، "وَمَنْ وَجَدَ ذٰلِكَ غَیْرَ ذٰلِكَ فَلَا یَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ" اس لیے کہ اس نے اپنے نفس کو منہی عنہ کاموں میں ڈالا اور نفس کی خواہشات کی پیروی کی۔

شرح: خلاصہ حدیث

اللہ تعالیٰ ایسا حکیم ہے جو سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہے۔

(۱) دیکھئے الحدیث الثامن عشر

(۲) حد سے بڑھنا اور غیر کی ملک میں تصرف کرنا اور برائی کرنا یا برائی کا حکم دینا اللہ عزوجل کی شان کے لائق نہیں کیونکہ وہ حکیم ہے اور حکیم برائی کا حکم نہیں دیتا۔

اَللّٰهُ تَعَالٰی حَكِيْمٌ وَالْكُفْرُ قَبِيْحٌ وَالْحَكِيْمُ لَا يَأْمُرُ بِهٖ۔

اللہ تعالیٰ حکیم (حکمت والا) ہے اور کفر قبیح ہے اور حکیم کفر (برائی) کا حکم نہیں دیتا۔

(اصول الشاشی فصل فیما یترک بہ حقائق الالفاظ ص ۲۷ مکتبہ قدیمی کتب خانہ)

(۳) ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

(۴) یعنی یہ لغت درست ہے خطا کار کا استعمال عمد و سہو میں ہوتا ہے۔

(۵) ترجمہ کنز الایمان: بے شک ان کا قتل بڑی خطا ہے۔

اس آیت مقدسہ کے تحت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس آیت کا شان نزول یوں بیان فرماتے ہیں، اہل عرب اپنی چھوٹی بچیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے۔ امیر تو اس لیے کہ ہمارا کوئی داماد نہ بنے اور ہماری مونچھ نیچی نہ ہو، غریب و مفلس اس لیے کہ ہم انہیں شادی میں جہیز کہاں سے دیں گے اور انہیں کہاں سے کھلائیں گے۔ ان غریبوں کو حرکت سے روکنے کیلئے یہ آیت کریمہ اتری۔ یہاں خطا سے مراد گناہ کبیرہ ہے خیال رہے کہ اس قسم کے احکام مومن و کافر سب پر جاری ہیں لہٰذا کسی کافر کو قتل نفس کی اجازت نہ ہوگی۔ (تفسیر نور العرفان)

(۶) دلائل سمعیہ کسے کہتے ہیں؟ وہ دلائل جن کا تعلق سمع اور نقل سے ہو۔

دلائل عقلیہ کسے کہتے ہیں؟ وہ دلائل جن کا تعلق عقل سے ہو۔

(۷) ترجمہ کنز الایمان: اللہ (یوں ہی) پیدا کرتا ہے جو چاہے۔

(۸) جو ذات جب چاہے، جسے چاہے، جس وقت چاہے کسی کو پیدا کرنے پر قادر ہو وہ تمام وجودوں سے بے پرواہ ہوتی ہے۔

(۹) ترجمہ کنز الایمان: اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

جیسا کہ مشرکین عرب اور مشرکین ہند کا عقیدہ ہے، مجوسی کہتے ہیں کہ خیر کا خالق یزدان ہے اور شر کا خالق اَهْـرَمَـنْ ، معتزلہ کہتے ہیں کہ بندہ خود اپنے اعمال کا خالق ہے یہ سب شریک فی الملک بنانے کی صورتیں ہیں۔ (تفسیر نور العرفان)

(۱۰) ترجمہ کنزالایمان: اور کمزوری سے کوئی اس کا حمایتی نہیں۔

اس میں ان مشرکین کی تردید ہے جن کا عقیدہ یہ تھا کہ رب نے بعض بندوں کو اس لیے اپنا ولی بنایا ہے کہ وہ اکیلا سارے عالم کا انتظام نہیں کر سکتا کیونکہ وہ کمزور ہے۔ اسلامی عقیدے کے اولیاء اور مشرکین کے عقیدے کے اولیاء میں یہ فرق ہوا کہ اسلام میں رب نے اعزازی طور پر بعض کو اپنا ولی بنایا، فرشتوں وغیرہ کے ذمہ انتظام عالم کیا نہ کہ کمزوری کی بنا پر۔ (تفسیر نور العرفان)

(۱۱) سب کے پرہیزگار ہونے کی بنسبت ایک کا پرہیزگار و مطیع ہونا زیادہ آسان ہوتا ہے اس لیے یہ مثال بیان فرمائی تا کہ اوقع فی النفس ہو

حدیث، قرآن و حدیث، حدیث قدسی اور قرآن میں فرق۔

حدیث کی تعریف: ”اِعْلَمْ انَّ الْحَدِیْث فِیْ اِصْطَلاحِ جَمْھُوْرِ الْمُحَدِّثِیْنَ یُطْلَقُ عَلٰی قَوْلِ النَّبِیِّ ﷺ وَفِعْلِہٖ وَتَقْرِیْرِہٖ وَکَذٰلِکَ یُطْلَقُ عَلٰی قَوْلِ الصَّحَابِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَفِعْلِہٖ وَتَقْرِیْرِہٖ وَعَلٰی قَوْلِ التَّابِعِی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ وَفِعْلِہٖ وَ تَقْرِیْرِہٖ“۔

جمہور محدثین رحمہم اللہ کی اصطلاح میں حضور ﷺ، صحابی اور تابعی رحمہا اللہ کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

قرآن کی تعریف: ”اَلْکِتَابُ فَالْقُرْآنُ الْمُنَزَّلُ عَلَی الرَّسُوْلِ عَلَیْہِ السَّلَام اَلْمَکْتُوْبُ فِی الْمَصَاحِفِ الْمَنْقُوْلُ عَنْہُ نَقْلاً مُتَوَاتِرًا بِلاَ شُبْھَۃٍ“۔

قرآن وہ کتاب ہے جو امام الانبیاء ﷺ پر بتدریج نازل کی گئی مصاحف میں لکھی ہوئی ہے اور ان سے بلاشبہ نقل تواتر سے منقول ہے۔ (مقدمۃ الشیخ مقدمہ فی بیان بعض مصطلحات علم الحدیث مما یکفی فی شرح الکتاب من غیر تطویل واطناب)

حدیث قدسی کی تعریف: ”فَھُوَ مَا اَخْبَرَ اللہُ تَعَالٰی بِہٖ نَبِیَّہٗ بِالْھَامٍ اَوْبِالْمَنَامِ فَاَخْبَرَ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ ذٰلِکَ الْمَعْنٰی بِعِبَارَۃِ نَفْسِہٖ“۔ (التعریفات باب الحاء صفحہ ۶۰ مکتبہ دار المنار)

حدیث قدسی وہ ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام یا نیند کے ذریعے دی ہو پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کے معنی کو خود بیان فرمایا۔

حدیث اور حدیث قدسی میں فرق یہ ہے کہ حدیث رسول اللہ ﷺ، صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تابعی علیہ الرحمۃ کے قول، فعل اور تقریر کو کہتے ہیں جس کے الفاظ و معنی ان نفوس قدسیہ کے ہوتے ہیں جبکہ حدیث قدسی میں معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور الفاظ پیارے آقا ﷺ کی طرف سے ہوتے ہیں۔

حدیث قدسی اور قرآن میں فرق: ان کے درمیان الفاظ معنی میں تو موافقت ہے کہ حدیث قدسی اور قرآن کے معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور ان کے الفاظ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مگر ان میں فرق یہ ہے کہ حدیث قدسی میں معنی بغیر فرشتہ کے ملتے ہیں اور قرآن میں فرشتے کے واسطے سے اور حدیث قدسی وحی غیر متلو ہے جبکہ قرآن وحی متلو۔

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

فَلَا تَظَالَمُوْا: پس آپس میں تم ظلم نہ کرو۔ **ضَالٌّ:** گمراہ۔ **اَهْدِ:** واحد متکلم، میں رہنمائی کروں گا۔ **تُخْطِئُوْنَ:** تم خطائیں کرتے ہیں۔ **اَتْقٰی:** زیادہ پرہیزگار۔

تَقَدَّسْتُ: میں پاک ہوں۔ **مُجَاوَزَةٌ:** بڑھنا۔ **مُسْتَغْنٍ:** بے پرواہ۔ **لَا يَتَكَثَّرُ:** وہ زیادہ نہیں ہوتا۔ **بَيَّنَ:** اس نے بیان کیا۔

اَلْمُعِيْنُ: مدد کرنے والا۔ **اَلظَّهِيْرُ:** مددگار۔ **وَصْفُ الْعِزِّ:** عزت کا وصف۔ **بَادَرُوْا:** جلدی کی انہوں نے۔ **اَوَامِرٌ:** امر کی جمع، احکام۔ **نَوَاهِي:** نَهْيٌ کی جمع، ممنوعات۔ **اَلْاِبْرَةُ:** سوئی۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِیْثُ الْخَامِسُ وَالْعِشْرُوْنَ......﴾

عَنْ اَبِی ذَرٍّ رضی اللہ عنہ اَیضاً اَنَّ اُنَاساً مِنْ اَصحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلّی اللہ علیہ وسلّم قَالُوا لِلنَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یَارَسُوْلَ اللّٰہ: ذَھَبَ اَھلُ الدثورِ بِالاُجورِ، یُصَلُّوْنَ کَمَا نُصَلِّیْ وَیَصُوْمُوْنَ کَمَا نَصُوْمُ، وَیَتَصَدَّقُوْنَ بِفُضُوْلِ اَمْوَالِھِمْ، قَالَ: (اَوَلَیْسَ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ مَا تَصَدَّقُوْنَ؟ اِنَّ بِکُلِّ تَسْبِیْحَۃٍ صَدَقَۃً. وَکُلِّ تَکْبِیْرَۃٍ صَدَقَۃً وَکُلِّ تَحْمِیْدَۃٍ صَدَقَۃً وَکُلِّ تَھْلِیْلَۃٍ صَدَقَۃً، وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃٌ وَنَھْیٌ عَنْ مُنْکَرٍ صَدَقَۃٌ وَفِیْ بُضْعِ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ) قَالُوا: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیَاْتِی اَحَدُنَا شَھْوَتَہٗ وَیَکُوْنُ لَہٗ فِیْھَا اَجْرٌ؟ قَالَ: (اَرَاَیْتُمْ لَوْ وَضَعَھَا فِیْ حَرَامٍ اَکَانَ عَلَیْہِ وِزْرٌ؟ فَکَذٰلِکَ اِذَا وَضَعَھَا فِی الْحَلَالِ کَانَ لَہٗ اَجْرٌ) رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

قولُہٗ: قَالُوْا یارسولَ اللّٰہِ اَیَاْتِی احدُنَا شَھْوَتَہٗ ولَہٗ فِیْھَا اَجْرٌ؟ قَالَ: (اَرَاَیْتُمْ لَوْ وَضَعَھَا فِیْ حَرَامٍ اَکَانَ عَلَیْہِ وِزْرٌ؟) اِعْلَمْ اَنَّ شَھْوَۃَ الْجِمَاعِ شَھْوَۃٌ اَحَبَّھَا الْاَنْبِیَاءُ وَالصَّالِحوْنَ، قَالُوْا: لِمَا فِیْھَا مِنَ المَصَالِحِ الدِّیْنِیَّۃِ وَالدُّنْیَوِیَّۃِ مِنْ غَضِّ الْبَصَرِ وَکَسْرِ الشَّھْوَۃِ عَنِ الزِّنَا وَحَصُولِ النَّسْلِ الَّذِی تَتِمُّ بِہٖ عَمَارَۃُ الدُّنْیَا وَتَکْثُرُ الاُمَّۃُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ، قَالُوا: وَسَائِرُ الشَّھَوَاتِ یُقَسِّی تَعَاطِیْھَا الْقَلْبَ، اِلَّا ھٰذِہٖ فَاِنَّھَا تُرَقِّقُ الْقَلْبَ.

ترجمہ:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) سے روایت ہے کہ بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ مال دار لوگ اجر و ثواب لے گئے وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں، ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور اپنے زائد مالوں کا صدقہ کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ''کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ چیز نہیں بنائی جسے تم صدقہ کرو، بے شک ہر تسبیح صدقہ ہے۔ ہر تکبیر صدقہ ہے، ہر تحمید صدقہ اور ہر تہلیل (لا الٰہ الا اللہ) کہنا صدقہ ہے اور نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے۔ برائی سے روکنا صدقہ ہے اور تم میں سے ہر ایک کی شرمگاہ میں صدقہ ہے'' صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا اے اللہ عزوجل کے رسول ﷺ کیا ہم میں سے کوئی اپنی خواہش پوری کرے تو اس کیلئے اجر ہوگا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''ہاں، بتاؤ اگر وہ اسے حرام جگہ استعمال کرتا تو اس پر گناہ نہ ہوتا؟ اسی طرح اگر حلال جگہ میں رکھے گا تو اس کیلئے اجر و ثواب ہوگا''۔ روایت کیا اسے امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا ہم میں سے کوئی اپنے شہوت کو پورا کرے تو اس کیلئے ثواب ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تمہارا کیا خیال ہے اگر وہ شرمگاہ حرام جگہ میں رکھے تو اس پر گناہ ہوگا؟ (۲)

تو جان لے جماع کی شہوت ایسی شہوت ہے جسے انبیاء علیہم السلام اور نیک لوگوں نے پسند فرمایا، انہوں نے فرمایا کیونکہ اس میں دینی اور دنیوی مصالح ہیں جیسے نظر کا نیچے رہنا (۳)، زنا سے شہوت کا توڑنا، اس نسل (اولاد) کا حصول جس کے ساتھ دنیا کی عمارت مکمل ہوتی ہے اور قیامت تک امت بڑھتی ہے۔ انہوں نے فرمایا جو تمام شہوات کو لاتا ہے اس کے دل کو سخت کر دیتی ہیں مگر یہ جماع کی شہوت بے شک دل کو نرم کرتی ہے (۴)۔

شرح: خلاصہ حدیث

نیکیوں میں حریص ہونا چاہیے (کہ ہر نیک کام میں آدمی بڑھ چڑھ کر شامل ہو)۔

(۲) معلوم ہوا قیاس واجتہاد کرنا بالکل جائز ہے کیونکہ امام الانبیاء ﷺ نے اجتہاد فرمایا کہ اگر خلاف شرع کام کرنے پر گناہ ہے تو موافق شرع کرنے پر ثواب ہوگا۔

(۳) چار چیزیں انبیاء کرام علیہم السلام کی فطرت سے ہیں۔

"عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰه تعالٰی عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَامَعْشَرَالشَّابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْیَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ"۔ (صحیح البخاری، صحیح المسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے جوانو کی جماعت تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھے وہ ضرور نکاح کرے کیونکہ نکاح نگاہ نیچی کرنے والا ہے اور شرمگاہ کا محافظ اور جو طاقت نہ رکھے وہ روزے لازم کرے کہ یہ روزے اس کی حفاظت ہیں۔

(۴) "عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْمَرْءَةَ تُقْبِلُ فِیْ صُوْرَةِ شَیْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِیْ صُوْرَةِ شَیْطَانٍ فَاِذَا اَبْصَرَ اَحَدُكُمْ اِمْرَءَةً فَلْیَاْتِ اَهْلَهٗ فَاِنَّ ذٰلِكَ یَرُدُّ مَا فِیْ نَفْسِهٖ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک عورت شیطان کی شکل میں آتی ہے اور شیطان کی صورت ہی میں جاتی ہے جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت بھلی (اچھی) معلوم ہوا اور اس کے دل میں کچھ وسوسہ پڑ جائے تو اپنی بیوی کی طرف آئے یعنی مخصوص فعل کرے۔ پس بیوی کے پاس آنا، اس کے دل کے وسوسہ کو دفع کرے گا۔

(صحیح مسلم ج ۱ کتاب النکاح صفحہ ۴۴۹ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ملا علی قاری اس حدیث مبارکہ کے تحت مرقاۃ المفاتیح میں فرماتے ہیں "وَفِیْهِ اَنَّهٗ لَا بَاْسَ بِالرَّجُلِ اَنْ یَطْلُبَ اِمْرَءَتَهٗ اِلَی الْوِقَاعِ فِی النَّهَارِ وَاِنْ كَانَتْ مُشْتَغِلَةً بِمَا یُمْكِنُ تَرْكُهٗ لِاَنَّهٗ غَلَبَتْ عَلَی الرَّجُلِ شَهْوَتُهٗ فیتضرر بالتاخیر فی بدنه او قلبه"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کے اپنی بیوی کو دن میں مخصوص فعل (وطی) کیلئے بلانے میں کوئی حرج نہیں اگرچہ بیوی ضروری کام میں مصروف ہو کیونکہ اکثر جوش شہوت بدن وقلب کو بیمار کر دیتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب النظر الی المخطوبۃ وبیان العورات الفصل الاول صفحہ ۲۵۵ مکتبہ شہیدیہ)

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

اَلْاُجُوْرُ: اَجْرٌ کی جمع۔ فُضُوْلٌ: زیادہ، اضافی۔ تَهْلِيْلَةٌ: کلمہ طیبہ۔

بُضْعٌ: شرمگاہ۔ وِزْرٌ: گناہ۔ اَحَبَّ: پسند کیا۔ غَضٌّ: جھکانا۔ كَسْرٌ: توڑنا۔ عِمَارَةُ الدُّنْيَا: دنیا کا آباد کرنا۔ تَعَاطِیْ: سخت ہوتا ہے۔

☆......☆......☆......☆

...... اَلْحَدِيْثُ السَّادِسُ وَالْعِشْرُوْنَ ......

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضى الله تعالى عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلّى الله عليه وسلّم: (كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَـدَقَةٌ كُـلَّ يَومٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ: تَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَتُعِيْنُ الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهٖ فَتَحْمِلُ لَهٗ عَلَيْهَا اَوْ تَرْفَعُ لَهٗ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَبِكُلِّ خُطْوَةٍ تَمْشِيْهَا اِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَتُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ) رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ مُسْلِمٌ.

قولُهٗ صلّى الله عليه وسلّم: (كُـلُّ سُـلَامٰـى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ) وَالسُّلَامٰى اَعْضَاءُ الْاِنْسَانِ، وَذُكِرَ اَنَّهَا ثَلَاثُ مِـائَةٍ وَّسِتُّوْنَ عُـضْـواً عَـلٰى كُلِّ عُضْوٍ مِنْهَا صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ، وَكُلُّ عَمَلِ بِرٍّ مِنْ تَسْبِيْحٍ اَوْ تَهْلِيْلٍ اَوْ تَكْبِيْرٍ اَوْ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا اِلَى الصلاةِ صَدَقَةٌ، فَمَنْ اَدّٰى هٰذِهٖ فِيْ اَوَّلِ يومِهٖ فَقَدْ اَدّٰى زَكَاةَ بَدَنِهٖ فَيَحْفِظُ بَقِيَّتَهٗ.

وجاءَ فِي الحدِيْثِ: (اَنَّ رَكْعَتَيْنِ مِنَ الضُّحٰى تَقُوْمُ مَقَامَ ذٰلِكَ).

وفِـي الـحـدِيْـثِ: (يَـقُوْلُ اللّٰهُ تعالىٰ: يَاابْنَ آدَمَ صَلِّ لِيْ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ فِيْ اَوَّلِ الْيَوْمِ اَكْفِكَ فِيْ اَوَّلِ الْيَوْمِ وَاَكْفِكَ فِيْ آخِرِهٖ).

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے روزانہ جس دن سورج طلوع ہوتا ہے تو دو آدمیوں کے درمیان عدل کرے تو یہ صدقہ ہے آدمی کی اس کی سواری میں مدد کرے کہ اس کو اس پر سوار کرائے یا اس کا سامان سواری پر رکھوائے تو یہ صدقہ ہے اچھی بات صدقہ ہے۔ ہر ایسا قدم جو تو نماز کی طرف اٹھائے صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرے تو یہ صدقہ ہے"۔

روایت کیا اسے امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ نے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "كُـلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ" سلامٰی انسانی اعضاء (جوڑ) کو کہتے ہیں (۲) اور ذکر کیا گیا ہے کہ تین سو ساٹھ (360) جوڑ ہیں جس میں سے ہر جوڑ پر ہر روز صدقہ ہے (اور صدقہ ادا کرنا بہت ہی آسان ہے کیونکہ) ہر نیک عمل صدقہ ہے مثلاً تسبیح تہلیل (کلمہ) تکبیر ایسا قدم جسے وہ نماز کی طرف اٹھاتا ہے پس جس نے اپنے دن کے اوّل حصہ میں یہ ادا کیا تو تحقیق اس نے اپنے بدن کی زکوٰۃ ادا کر دی لہٰذا وہ بقیہ دن میں اس کی حفاظت کرے۔ اور حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ بے شک چاشت کی دو رکعت (ادا کرنا) اس کے قائم مقام ہے۔ (۳)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم میرے لئے دن کے اوّل میں چار رکعت نماز پڑھ میں دن کے اوّل و آخر میں تیری کفایت کروں گا

شرح: خلاصہ حدیث

انسان پر مُنعَم کا شکرادا کرنا لازم ہےاور صدقہ دیتے رہنا چاہیے۔

(۱) دیکھئے الحدیث التاسع۔

(۲) سلامی سین کے پیش سے ہے جس کے لغوی معنی ہیں عضو، ہڈی اور جوڑ یہاں تیسرے معنی مراد ہیں۔انسان کے بدن میں ۳۶۰ جوڑ ہیں اگر چہ ہمارا ہر رونگٹ اللہ عزوجل کی نعمت ہے مگر ہر جوڑ اس کی بے شمار نعمتوں کا مظہر ہے اس لئے خصوصیت سے اس کا شکر یہ ضروری ہوااور یہاں صدقہ سے مراد نیک عمل ہے۔

”عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خُلِقَ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْ بَنِیْ اٰدَمَ عَلٰی سِتِّیْنَ وَثَلاثِ مِائَةَ مَفْصلٍ مَنْ كَبَّرَاللّٰهَ وَحَمِدَ اللّٰهَ وَ هَلَّلَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَاللّٰهَ وَعَزَلَ حَجَرًاعَنْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْشَوْكَةً اَوْ عَظْمًااَوْاَمَرَبِمَعْرُوْفٍ اَوْنَهٰی عَنْ مُنْكَرٍعَدَدَ تِلْکَ السِّتِّیْنَ وَالثَّلاث مِائَة فَاِنَّهٗ يَمْشِیْ يَوْمَئِذٍ وَقَدْزَحْزَحَ نَفْسَهٗ عَنِ النَّارِ“۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اولاد آدم علیہ الصلوۃ والسلام میں ہر انسان تین سوساٹھ جوڑوں پر پیدا کیا گیا تو جو اللہ تعالیٰ کی تکبیر کہے، اس کی حمد کرے، تہلیل کرے، تسبیح پڑھے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے، لوگوں کے راستے سے پتھر یا کانٹا یا ہڈی ہٹادے یا اچھی بات کا حکم دے یا برائی سے منع کرے ان تین سوساٹھ کی گنتی کے برابر تو وہ اس دن کی طرح چلے گا کہ اپنی جان کو آگ سے دور کرے گا۔ (مشکوۃ المصابیح باب فضیلت الصدقۃ الفصل الاوّل صفحہ ۱۶۸ مکتبہ امدادیہ)

اس حدیث مبارکہ میں انسان کی قید اس لیے لگائی تا کہ اس سے فرشتے اور جنات نکل جائیں کہ نہ ان کے جسموں میں اتنے جوڑ ہیں نہ ان کے احکام، ہمارے یہ جوڑ انگلی کے پوروں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک ہیں اگر ان میں سے ایک جوڑ خراب ہوجائے تو زندگی دشوار ہوجائے۔قدرت نے ہڈی کو ہڈی میں اس طرح پیوست کیا ہے کہ کواڑ کی چول کی طرح ہڈی گھومتی ہلتی ہے اس کے باوجود نہ گھستی ہے نہ خراب ہوتی ہے۔

(۳) اس جگہ نماز سے مراد نماز چاشت ہے۔نماز چاشت ادا کرنے کا وقت آفتاب بلند ہونے سے نصف النہار شرعی تک ہے اور سورج جب عین سر پر آجاتا ہے اس وقت کو نصف النہار یا ضحوی کبریٰ کہتے ہیں۔اس وقت نماز پڑھنا منع ہے البتہ اس نماز کو نماز

اشراق پڑھنے کے فوراً بعد بھی پڑھنا جائز ہے۔ اس نماز چاشت کی کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں اور افضل بارہ ہیں کہ حدیث مبارکہ میں ہے جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں سونے کا محل بنائے گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

☆......☆......☆......☆

......مشکل الفاظ کے معانی......

سُلَامٰی: جوڑ۔ تُعِیْنُ: وہ مدد کرتی ہے۔ (مذکر حاضر کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے)

بِرٌّ: نیکی۔ خَطْوَۃٌ: قدم۔ اَدّٰی: ادا کیا۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلحَدِیْثُ السَّابِعُ وَالعِشْرُوْنَ......﴾

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمعَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (اَلبِرُّ حُسْنُ الخُلقِ، وَالاِثْمُ مَا حَاکَ فِی نَفسِکَ وَکَرِهتَ اَن یَطَّلِعَ عَلَیهِ النَّاسُ) رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَد رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ، قَالَ: اَتَیتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: (جِئْتَ تَسْاَلُ عَنِ الْبِرِّ وَالاِثْمِ) قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: (اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ، اَلْبِرُّ مَا اِطْمَاَنَّتْ اِلَیْهِ النَّفسُ وَاِطْمَاَنَّ اِلَیْهِ الْقَلبُ، وَالاِثْمُ مَا حَاکَ فِی النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِی الصَّدرِ، وَاِنْ اَفْتَاکَ النَّاسُ وَاَفْتَوْکَ).

حَدِیثٌ حسَنٌ، رَوَیْنَاهُ فِی مُسْنَدَی الاِمَامَیْنِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، والدَّارِمی بِاسْنَادٍ حَسَنٍ.

قولُهُ صلّی اللّٰه علیه وسلّم: (اَلْبِرُّ حُسْنُ الخُلقِ) وَقَدْ تَقَدَّمَ الکَلامُ فِی حُسْنِ الْخُلُقِ، قَال ابنُ عُمَرَ: اَلبِرُّ اَمرٌ هَیِّنٌ، وَجهٌ طَلْقٌ وَلِسَانٌ لَیِّنٌ. وَقَدْ ذَکَرَ اللّٰهُ تعالی آیَةً جَمَعَت اَنْوَاعَ الْبِرِّ فَقَال تعالٰی: ﴿وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ ءَامَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ﴾. [البقرۃ:۱۷۷]

قولُهُ صلّی اللّٰه علیه وسلّم: (وَالاِثْمُ مَا حَاکَ فِی النَّفْسِ) اَیْ: اِخْتَلَجَ وَتَرَدَّدَ وَلَمْ تَطْمَئِنَّ النَّفْسُ اِلَی فِعْلِهٖ، وَفِی الحَدِیْثِ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ الاِنْسَانَ یُرَاجِعُ قَلْبَهُ اذا اَرَادَ الْاِقْدَامَ علی فِعْلِ شَیْءٍ فَاِنْ اِطْمَاَنَّتْ عَلَیْهِ النَّفْسُ فَعَلَهُ وَاِنْ لَمْ تَطْمَئِنَّ تَرَکَهُ، وَقَدْ تَقَدَّمَ الْکَلامُ علی الشُّبْهَةِ فِی حدیثِ (الحَلالُ بَیِّنٌ والحرامُ بَیِّنٌ).

وَیُرْوٰی اَنَّ آدمَ علیهِ الصلوةُ والسلام اَوْصٰی بَنِیهِ بِوَصَایَا، مِنهاَ اَنّهٗ قَالَ: اِذَا اَرَدْتُمْ فِعْلَ شَیْءٍ فَاِنِ اضْطَرَبَتْ قُلُوْبُکُمْ فَلا تفعَلُوْه، فَاِنّی لَمَّا دَنَوْتُ مِنْ اَکْلِ الشَّجَرَةِ اِضْطَرَبَ قَلْبِیْ عِنْدَ الْاَکْلِ. وَمِنْهَا: اَنَّهٗ قال: اِذَا اردتُمْ فِعْلَ شَیْءٍ فَانْظُرُوْا فِی عَاقِبَتِهٖ فَاِنّی لَوْ نَظَرْتُ فِی عَاقِبَةِ الْاَکْلِ مَا اَکَلْتُ مِنَ الشَّجَرَةِ. وَمِنْهَا: اَنَّهٗ قال: اِذَا اردتُمْ فِعْلَ شَیْءٍ فَاسْتَشِیْرُوْا الْاَخْیَارَ فَاِنّی لَوْ اِسْتَشَرْتُ الْمَلائِکَةَ لَاَشَارُوْا عَلَیَّ بِتَرْکِ الْاَکْلِ مِنَ الشَّجَرَةِ.

قولُه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: (وَکَرِهْتَ اَن یَطَّلِعَ عَلَیهِ النَّاسُ) لِاَنَّ النَّاسَ قد یَلُوْمونَ الانسانَ عَلٰی اَکْلِ الشُّبهَةِ وَعلٰی اَخْذِهَا وَعلی نِکَاحِ امراةٍ قَدْ قِیْلَ: اِنَّهَا اَرْضَعَتْ مَعَهُ، وَلِهٰذَا قَالَ صلّی اللّٰه علیه وسلّم: (وَالاِثْمُ مَا حَاکَ فِی النَّفْسِ) وَقَدْ قِیلَ: وَکَذلکَ الحَرَامُ اِذا تَعَاطَاهُ الشخصُ یکرهُ اَنْ یَطَّلِعَ عَلَیْهِ النَّاسُ، وَمِثَالُ الحَرَامِ اَلْاَکْلُ مِنْ مالِ الغیرِ، فَاِنَّهٗ یجوزُ اِنْ کان یَتَحَقَّقُ رَضَاهُ، فَاِنْ شَکَّ فی رَضَاهُ حَرُمَ الاَکْلُ، وکذلکَ التَصَرُّفُ فِی الودِیْعَةِ بِغَیْرِ اِذْنِ صَاحِبِهَا، فَاِنَّ النَّاسَ اِذَا اطَّلَعُوْا عَلٰی ذلکَ اَنْکَرُوْهُ علیه، وَهُوَ یَکْرَهُ اطلاعَ

النَّاسِ عَلٰی ذٰلک لِاَنَّهُمْ ینکرُوْنَ علیه.

قوله صلی الله علیه وسلم: (مَا حَاکَ فِی النَّفسِ، وَاِنْ اَفْتَاکَ النَّاسُ وَاَفْتَوکَ) مثالُهُ الهدیَّةُ اذا جَاءَ تْکَ مِنْ شَخصٍ، غَالَبَ مَالُهُ حَرَامٌ، وَتَرَدَّدَتِ النفسُ فی حِلِّهَا، وَاَفْتَاکَ الْمُفْتِی بِحِلِّ الاکْلِ فَاِنَّ الفَتْوٰی لَا تَزِیْلُ الشّبهةُ، وکذلک اذا اَخْبَرَتْهُ امراۃٌ بِاَنَّهُ اِرْتَضَعَ مَعَ فلانَهٍ، فَاِنَّ المفتِی اذا اَفْتَاهُ بِجَوَازِ نِکَاحِهَا لِعَدَمِ اسْتِکْمَالِ النِّصابِ لَاتکونُ الفَتْوٰی مزیْلَةً لِلشُّبهةِ، بَلْ یَنْبَغِی الورَعُ وانْ اَفتَاهُ النَّاسُ، واللّٰهُ اعلمُ.

ترجمہ:

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۱) رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیکی حسن اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تجھے اس پر لوگوں کا مطلع ہونا پسند نہ ہو"۔ روایت کیا اسے امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔

اور حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تو نیکی کے بارے میں پوچھنے کیلئے آیا ہے میں نے عرض کی جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا، "اپنے دل سے پوچھ لے نیکی وہ ہے جس پر تیرا نفس مطمئن ہو اور اس پر اطمینان قلبی بھی ہو اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور سینے میں شک پیدا ہو، اگرچہ لوگ تجھے فتویٰ دیں اگرچہ لوگ تجھے فتویٰ دیں"۔

یہ حدیث حسن ہے جسے ہم نے روایت کیا دو اماموں احمد بن حنبل اور دارمی علیہما الرحمۃ کی مسندوں سے اسناد حسن کے ساتھ۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلْقِ" تحقیق حسن خلق کے بارے میں کلام گزر گیا۔(۲)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، "اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی آیت کا ذکر فرمایا جس نے نیکی کی انواع کو جامع ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ"۔ [البقرہ ۱۷۷] (۳)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "وَالْاِثْمُ مَاحَاکَ فِی النَّفْسِ" یعنی کھٹکے، شک میں ڈالے اور اس کے کرنے پر دل مطمئن نہ ہو اور حدیث (مبارکہ) میں اس بات پر دلیل ہے کہ بے شک جب انسان کسی شے کے کرنے پر قدم اٹھاتا ہے تو اس کا دل (۴) لوٹتا ہے پس اگر اس پر اس کا دل مطمئن ہو تو اسے کر لے اور اگر مطمئن نہ ہو تو اسے ترک کر دے۔

اِنَّ الْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ" والی حدیث میں شبہہ پر کلام ہو گیا اور روایت کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں (اولاد) کو چند وصیتیں فرمائیں۔

اس میں سے ایک یہ تھی جب تم کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرو اگر اس پر تمہارے دل مضطرب (بے چین) ہوں تو اسے مت کرو بے شک جب میں درخت کو کھانے کیلئے قریب ہوا تو میرا دل مضطرب ہوا۔(۵)

اس میں سے دوسری یہ تھی جب تم کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرو تو اس کے انجام پر نظر رکھو بے شک اگر میں درخت سے کھانے کے انجام میں نظر کرتا تو درخت سے نہ کھاتا۔

اس میں سے تیسری یہ تھی جب تم کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرو تو بہت زیادہ لوگوں سے مشورہ کرلو بے شک اگر میں ملائکہ سے مشورہ کرتا تو ضرور وہ مجھے درخت سے نہ کھانے پر مشورہ دیتے۔(۶)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''وَكَرِهْتَ اَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ '' کیونکہ لوگ انسان کو شبہ والی چیز کے کھانے اس کے لینے اور ایسی عورت کے ساتھ نکاح پر ملامت کرتے ہیں جس کے بارے میں کہا گیا ہو کہ اس نے تو تیرے ساتھ دودھ پیا ہے(۷) اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''وَالْاِثْمُ مَاحَاكَ فِي النَّفْسِ '' اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور کہا گیا ہے (امثلہ بیان کی گئی ہے) اسی طرح جب کوئی شخص مال حرام لائے (کمائے) تو وہ لوگوں کے (اس کے اس فعل قبیح پر) مطلع ہونے کو پسند نہیں کرتا اور حرام کی مثال غیر کے مال سے کھانا ہے (کہ جب غیر کے مال سے کھائے تو کھانے والا لوگوں کے اس فعل پر مطلع ہونے کو پسند نہیں کرتا البتہ) مال کھائے تو کھانے والے کی رضامندی متحقق ہو تو اس کا کھانا جائز ہے اور اگر اس کی رضامندی میں شک (شبہ) ہو تو کھانا حرام اور اسی طرح صاحب ودیعت کی اجازت کے بغیر ودیعت میں تصرف کرنا، بے شک کہ جب لوگ اس پر مطلع ہونگے تو وہ لوگ اسے اس فعل پر پسند نہیں کریں گے اور خیانت کرنے والا خیانت پر لوگوں کے مطلع ہونے کو پسند نہیں کرتا کیونکہ لوگ اسے پسند نہیں کرتے۔(۸)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''مَاحَاكَ فِي النَّفْسِ وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ وَاَفْتَوْكَ '' اس کی مثال یہ ہے کہ جب کوئی شخص تیرے پاس تحفہ لائے اور اس شخص کے تحفہ میں حرام غالب ہو اور اس کے حلال ہونے میں دل متردد ہو اور مفتی تجھے اس کے کھانے کی حلت (حلال) کا فتویٰ دے دے تو بے شک فتویٰ شبہ کو زائل نہیں کرے گا(۹) اسی طرح جب کسی عورت نے کسی شخص کو خبر دی کہ تو نے اس کے ساتھ دودھ پیا ہے (اور تیرے دل میں اس کے حلال ہونے کا شبہ پیدا ہو) لہٰذا جب مفتی اس کے نکاح کے جواز کا فتویٰ دے نصاب مکمل نہ ہونے کی وجہ سے تو فتویٰ شبہ کو زائل نہیں کرے گا بلکہ تقویٰ کو اختیار کرنا مناسب ہے اگرچہ اسے لوگ بھی فتویٰ دیں(۱۰) واللہ اعلم۔

شرح: خلاصہ حدیث

جسم انسانی میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جسے جسم کا بادشاہ کہتے ہیں۔ وہ بادشاہ جسم ہر فعل کے اچھا یا برا ہونے کا ترازو ہے لہٰذا جب انسان کو اچھے برے فعل کا عمل اپنے دل سے ہوجاتا ہے تو اسے چاہیے کہ اعمال صالحہ کرے۔

(۱) حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حالات زندگی۔

آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام نواس اور والد کا نام سمعان ہے۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے والد گرامی وفد لے کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی حضرت نواس رضی اللہ تعالٰی عنہ بڑے پرہیزگار متقی تھے۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ اصحاب صفہ میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حضرت جبیر بن نفیر اور بشر بن عبداللہ اور ایک جماعت نے احادیث روایت کیں۔ ۵۰ ہجری میں آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وفات پائی۔

حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حالات زندگی۔

آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کنیت ابوسالم ہے۔ پہلے کوفہ میں سکونت پذیر رہے پھر رقہ کی طرف تشریف لے گئے اور آخری وقت تک وہیں ٹھہرے۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے امام الانبیاء ﷺ سے کئی احادیث روایت کیں۔ آپ کثرت سے روتے یہاں تک کہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رہتا۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رقہ میں وفات پائی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم ج ۵ حرف الواؤ صفحہ ۳۷۶)

(۲) دیکھئے الحدیث الثامن۔

(۳) ترجمہ کنزالایمان: ہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت پر۔

معلوم ہوا کہ اعمال سے ایمان مقدم ہے پہلے ایمان لاؤ پھر نیک عمل کرو کیونکہ جڑ شاخوں سے پہلے ہوتی ہے۔ ایمان جڑ ہے اور اعمال شاخیں، ایمان میں سب سے اوّل رب پر ایمان ہے۔

(تفسیر نورالعرفان)

(۴) یعنی بھلائی اور برائی پر لوٹتا ہے اور دل بتاتا ہے کہ یہ کام اچھا ہے یا برا۔

(۵) "وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ"۔ [البقرۃ ۳۵]

ترجمہ کنزالایمان: مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہوجاؤ گے۔

مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس آیت مقدسہ کے تحت تحریر کرتے ہیں، یہاں ظلم شرک کے معنی میں نہیں بلکہ ظلم بمعنی

خطاوار ہے۔اب جو نبی کو ظالم کہے وہ کافر ہے کہ وہ نبی کی توہین کرتا ہے۔ نبی یہ لفظ خود اپنے لیے فرمادیں تو یہ انکسار ہے، رب فرما دے تو وہ مالک ومختار ہے، بندوں کا یہ کہنے کا حق نہیں۔ (تفسیر نور العرفان)

(٦) ہر معاملہ میں کسی سے مشورہ کرنا بہتر ہوتا ہے یہاں تک کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب عظیم ﷺ کو معاملات میں مشورہ کرنے کا حکم فرمایا۔

اللہ عزوجل نے فرمایا،

"وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ"۔ [ال عمران ١٥٩]

ترجمہ کنزالایمان: اور کاموں میں ان سے مشورہ کرو اور جب کسی بات کا ارادہ پکا کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔

شان نزول: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں اتری کہ آپ ﷺ ان سے مشورہ فرمالیا کریں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے رب عزوجل نے ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مشورہ لینے کا حکم فرمایا (نیز) اس سے معلوم ہوا کہ یہ حضرات سرکار کے شاندار وزیر ہیں۔ (تفسیر نور العرفان)

مشورہ کی تعریف: سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ الہادی سورہ ال عمران کی آیت وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ کے تحت مشورہ کی تعریف کچھ یوں فرماتے ہیں، "کسی امر میں رائے دریافت کرنا"۔ (خزائن العرفان تفسیر کنزالایمان سورہ ال عمران)

(٧) ایسی عورت رضائی بہن کہلاتی ہے جس سے نکاح درست نہیں ہوتا اور ویسے بھی عام لوگ ملامت کرتے ہیں کہ کس قدر بے غیرت ہے کہ بہن کو بیوی بنایا۔

(٨) کہ لوگوں اور صاحب ودیعت کو پتہ چلنا خائن کو پسند نہیں۔

(٩) ایسی عورت کو رضائی بہن کہتے ہیں جو خلاف شرع تو ہے ہی مگر خلاف عادت تاس بھی ہے کہ ایسا برا فعل کرنے والے کو ملامت کیا جاتا ہے۔

(١٠) مدت رضاعت: بچہ کو دو برس تک دودھ پلایا جائے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ دودھ پینے والا لڑکا ہو یا لڑکی اور یہ جو بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ لڑکی کو دو برس اور لڑکے کو ڈھائی برس تک پلا سکتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ یہ حکم دودھ پلانے کا ہے اور نکاح حرام ہونے کیلئے ڈھائی برس کا زمانہ ہے یعنی دو برس کے بعد اگرچہ دودھ پلانا حرام ہے مگر ڈھائی برس کے اندر اگر دودھ پلا دے گی حرمت نکاح ثابت ہو جائے گی اور اس کے بعد اگر پیا تو حرمت نکاح نہیں اگرچہ پلانا جائز نہیں۔

(بہار شریعت جلد دوم حصہ ہفتم دودھ کے رشتہ کا بیان صفحہ ٣٦)

امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک ایک دوکش وغیرہ سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ "لاتحرم المصۃ ولا المصتان ولا الاملاجۃ ولا الاملاجتان"۔

ایک دوکش اور ایک دوبار چوسنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

عندالاحناف رحمہم اللہ ایک دوکش سے رضاعت ثابت ہوجاتی ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وَاُمَّھٰتُکُمُ الّٰتِیْ اَرْضَعْنَکُمْ"۔ [النساء۲۳]

ترجمہ کنزالایمان: اور تمہاری مائیں جنہوں نے دودھ پلایا۔

یہ آیت عام غیر مخصوص البعض ہے جو کہ لزوم عمل کے اعتبار سے خاص کی طرح ہوتا ہے یعنی اگر اس کے مقابلے میں خبر واحد یا قیاس آجائے تو ان کو جمع کرنا ممکن ہو تو جمع کیا جائے ورنہ خبر واحد اور قیاس کو ترک کردیا جائے گا اور امام شافعی کی دلیل خبر واحد ہے اور خبر واحد سے قرآن کے خاص یا عام غیر مخصوص البعض سے زیادتی درست نہیں۔

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

اَلْاِثْمُ: گناہ۔ حَاکَ: جو کھٹکے۔ اِسْتَفْتِ: تو فتویٰ لے۔

اِطْمَاَنَّتْ: مطمئن ہو۔ یُرَاجِعُ: لوٹے، رجوع کیا۔ تَقَدَّمَ: گزر گیا۔ یُرْوٰی: روایت کیا جاتا ہے۔

بَنِیْہِ: اپنے بیٹوں کو۔ بَنِیْنَ: نون جمع اضافت کی وجہ سے گر گیا۔ وَصَایَا: وصیت کی جمع۔ دَنَوْتُ: میں قریب ہوا۔

اَخْیَارٌ: خَیْرٌ کی جمع، سب سے بہتر (افراد)۔

لَاَشَارُوْا: ضرور وہ مشورہ دیتے۔ تَعَاطَاہُ: تَعَاطٰی تھا ی ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدلی اور ہ ضمیر مفعول ہے۔ اَلْوَدِیْعَۃُ: امانت، جمع وَدَائِعُ۔ اِرْتَضَعَ: اس نے دودھ پلایا۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ الثَّامِنُ وَالْعِشْرُوْنَ......﴾

عَنْ اَبِی نَجِیْحِ العِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَةَ رضی اللہ عنہ (۱) قَالَ: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ مَوْعِظَةً وَجِلَت مِنهَا القُلُوبُ وَذَرَفَت مِنهَا العُیون. فَقُلْنَا: یَارَسُوْلَ اللّٰہ کَاَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا، قَالَ: (اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ عزّوجلّ وَالسَّمعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ تَاَمَّرَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ، فَاِنَّهُ مَنْ یَعِشْ مِنْکُمْ فَسَیَرَی اخْتِلَافًا کَثِیْرًا، فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ عَضُّوا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الاُمُورِ فانَّ کلَّ مُحدثةٍ بدعة، وکُلَ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ) رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وقال: حدیث حسن صحیح.

قوله: (وَعَظَنَا) اَلْوَعْظُ هُوَالتَّخْوِیْفُ.

قوله: (وَذَرَفَت مِنهَا العُیون) اَیْ: بَکَتْ وَدَمَعَتْ.

قوله صلّی اللہ علیہ وسلّم: (عَلَیکُمْ بِسُنَّتِیْ) اَیْ: عِنْدَ اِخْتِلافِ الاُمُوْرِ اَلْزِمُوْا سُنَّتِیْ، وَعَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَهِیَ مُؤَخِّرُ الْاَضْرَاسِ، وَقِیْلَ: اَلْاَنْیَابُ، وَالْاِنْسَانُ مَتَی عَضَّ بِنَوَاجِذِهٖ کَاَنَّ یَجْمعُ اَسْنَانَهُ فیکونُ مُبالغةً، فَمعْنَی العَضِّ عَلی السُّنَّةِ اَلْاَخْذُ بِهَا وَعَدَمُ اِتِّبَاعِ آرَاءِ اَهْلِ الْاَهْوَاءِ وَالبدعِ، وَ"عَضُّوْا" فِعْلُ اَمْرٍ مِنْ عَضَّ یَعَضُّ، وَهُوَ بِفَتْحِ العَیْنِ، وَضَمِّهَا لَحْنٌ، وَلِذٰلِکَ تَقُوْلُ: بَرَّ اُمَّکَ یَا زَیْدُ، لِاَنَّهُ مِنْ بَرَّ یَبَرُّ وَلَا تَقُوْلُ، بُرَّ اُمَّکَ بِضَمِّ الْبَاءِ.

قولُهٗ صلّی اللہ علیہ وسلّم: (وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ) رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، یُرِیْدُ الاَرْبَعَةَ وَهُمْ: اَبُوْبَکْرٍ، وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ، وَعَلِیٌّ.

ترجمہ:

حضرت ابونجیح العرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک ایسا وعظ (بیان) ارشاد فرمایا جس سے دل دہل گئے اور آنکھیں امڈ گئیں پس ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ گویا یہ الوداع کہنے والے کا وعظ ہے ہمیں وصیت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "میں تمہیں اللہ تعالیٰ عزت و بزرگی والے سے ڈرنے، حکم سننے اور ماننے کی نصیحت کرتا ہوں اگرچہ کوئی غلام تمہارا امیر بنے بے شک تم میں سے جو زندہ رہا وہ عنقریب بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا لہٰذا تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرنا لازم ہے اسے داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑو نئے کاموں سے بچو پس بے شک ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت سیہ گمراہی ہے"۔

روایت کیا اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی رحمہما اللہ نے اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے۔

ابونجیح العرباض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان، ''وَعَظَنَا''۔

وعظ تخویف (ڈرانا، خوف دلانا) کو کہتے ہیں۔

ابونجیح العرباض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان، ''وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ'' یعنی آنکھیں روئیں اور آنسو بہائے۔(۲)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ'' یعنی اختلاف امور کے وقت میری سنت کو لازم پکڑو اور اسے (سنت کو) داڑھوں سے مضبوطی کے ساتھ پکڑو اور نواجذ پچھلی (آخری) داڑھوں کو کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ نواجذ وہ انیاب ہیں (۳) اور جب انسان اپنی داڑھوں کے ساتھ کسی شے کو پکڑتا ہے تو گویا کہ اس کے تمام دانت جمع ہو جاتے ہیں۔ پس یہ مبالغہ ہے (۴) ''اَلْعَضُّ عَلَى السُّنَّةِ'' کا معنی ہے سنت کو لازم پکڑنا اور اہل ہواء و بدع کی پیروی نہ کرنا۔

''عَضُّوْا'' عض یعض بفتح العین سے فعل امر ہے۔ اس کے ضمہ کے ساتھ پڑھنا لحن (غلط) ہے، اسی وجہ سے تو کہے گا ''بَرَّ اُمَّكَ يَا زَيْدُ'' زید اپنی ماں سے نیکی کر کیونکہ یہ بَرَّ يَبَرُّ سے فعل امر ہے اور بُرَّ اُمَّكَ باء کے ضمہ کے ساتھ نہیں کہے گا (۵)۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ''وَسُنَّةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ'' اس سے چار صحابہ کرام علیہم الرضوان مراد ہیں (۱) حضرت ابوبکر صدیق (۲) حضرت عمر (۳) حضرت عثمان (۴) حضرت علی رضی اللہ عنہم (۶)

☆......☆......☆......☆

شرح: **خلاصہ حدیث**

سنت رسول اللہ ﷺ اور سنت خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روشنی میں اعمال صالحہ اختیار کرو۔

(۱) حضرت ابونجیح العرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی اسم گرامی العرباض رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابونجیح کنیت ہے۔ حضرت عرباض رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوائل اسلام کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوتھے نمبر پر اسلام لائے اور اہل صفہ میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۷۵ ہجری میں وصال فرمایا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرویات کی تعداد ۳۱ ہے۔

(شرح اربعین نوویہ فی الاحادیث الصحیحۃ النبویۃ الحدیث الثامن والعشرون صفحہ ۲۰۱ المکتبۃ المدینہ)

(۲) یعنی محبت رسول ﷺ، فراق رسول ﷺ کی وجہ سے روئے۔ معلوم ہوا محبت رسول ﷺ میں رونا صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت ہے۔

(۳) دانتوں کی اقسام:

عموماً انسان کے منہ میں ۳۲ دانت ہوتے ہیں اور یہی مشہور ہے اور قراء حضرات کے نزدیک تمام دانتوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی دانت اور داڑھیں جس میں ۱۲ دانت اور ۲۰ داڑھیں ہیں۔

لہٰذا انسانی دانتوں کی چھ اقسام ہیں:

(۱) ثنایا (۲) رباعیات (۳) انیاب (۴) ضواحک (۵) طواحن (۶) نواجذ

(۱) ثنایا: سامنے والے دو اوپر اور دو نیچے کل چار دانت، ثنایا کی دو قسمیں ہیں،

(۱) ثنایا علیاء اوپر والے دو دانت (۲) ثنایا سفلی نیچے والے دو دانت۔

(۲) رباعیات: ثنایا کے دائیں بائیں اوپر نیچے ایک ایک کل چار دانت۔

(۳) انیاب: رباعیات کے دائیں بائیں اوپر نیچے ایک ایک کل چار دانت۔

(۴) ضواحک: انیاب کے دائیں بائیں اوپر نیچے ایک ایک کل چار داڑھیں۔

(۵) طواحن: ضواحک کے دائیں بائیں اوپر نیچے تین تین کل بارہ داڑھیں۔

(۶) نواجذ: طواحن کے دائیں بائیں اوپر نیچے ایک ایک کل چار داڑھیں۔

نوٹ: دائیں طرف کے دانتوں کو یمنی اور بائیں طرف والوں کو یسری کہتے ہیں اور یہاں حدیث میں نواجذ سب سے آخری قسم کو ذکر فرمایا گیا۔ (نصاب التجوید مخارج کا بیان صفحہ ۱۳ مکتبۃ المدینہ)

(۴) یہاں سنت کو داڑھوں سے حقیقی طور پر پکڑنا مراد نہیں بلکہ سنت مصطفیٰ ﷺ پر عمل کرنے کی ترغیب و اہمیت مراد ہے کہ لازمی طور پر سنتوں پر عمل کرو اور خرافات کو ترک کرو۔ کیونکہ ہر سنت کا ترک مکروہ ہے اور ہر مکروہ کا ترک سنت ہے۔

(فتاوی رضویہ، فتاوی فیض الرسول)

(۵) عَضُّوْا صیغہ جمع مذکر امر حاضر مثبت معروف از باب فَعِلَ یَفْعَلُ سَمِعَ یَسْمَعُ مضاعف اس کا عین کلمہ مفتوح العین ہوگا مضموم العین پڑھنا درست نہیں کیونکہ یہ باب سمع سے ہے جیسے بَرَّ یَبَرُّ سے صیغہ واحد مذکر سے فعل امر حاضر مثبت معروف بَرَّ آتا ہے جیسے بَرَّ اُمَّکَ یَا زَیْدُ اے زید اپنی ماں سے نیکی کر۔

(۶) چاروں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم امت محمد ﷺ میں افضل ترین حضرات ہیں اور ان ہی کو خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں۔

☆......☆......☆......☆

﴾......مشکل الفاظ کے معانی......﴿

ذَرَفَتْ: بہہ گئی۔ **اَلْمَهْدِيِّيْنَ:** ہدایت یافتہ۔ **اَوْصِ:** وصیت فرمائیے۔ **فَسَيَرٰى:** عنقریب وہ دیکھے گا۔ **تَاَمَّرَ:** امیر بنا۔ **عَضُّوْا:** تم پکڑو۔ **مُحْدِثَاتِ الْاُمُوْرِ:** نئے کام۔ **تَخْوِيْفٌ:** خوف دلانا۔ **بَكَتْ:** روئے۔

اَلْزِمُوْا: تم لازم پکڑو، فعل امر حاضر معروف۔ **اَضْرَاسٌ:** ڈاڑھ کے دانت، مفرد ضِرْسٌ آتا ہے۔ **اَنْيَابٌ:** نوک دار دانت **لَحْنٌ:** غلطی۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ التَّاسِعُ وَالْعِشْرُوْنَ......﴾

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ قَالَ: (لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْ عَظِيْمٍ وَاِنَّهُ لَيَسِيْرٌ عَلٰى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ: تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا، وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ. ثُمَّ قَالَ: اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَبْوَابِ الْخَيْرِ: اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ تَلَا: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ حَتّٰى بَلَغَ ﴿يَعْمَلُوْنَ﴾ ثُمَّ قَالَ: اَلَا اُخْبِرُكَ بِرَاْسِ الْاَمْرِ وَعَمُوْدِهٖ وَ ذِرْوَةِ سَنَامِهٖ؟ قُلْتُ: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: رَاْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ وَعَمُوْدُهُ الصَّلَاةُ وَ ذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ثُمَّ قَالَ: اَلَا اُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ؟ قُلْتُ: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ. فَاَخَذَ بِلِسَانِهٖ وَقَالَ: كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا. قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ؟ فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ يَامُعَاذُ. وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اَوْ قَالَ: عَلٰى مَنَاخِرِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ) رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وقال: حديث حسن صحيح.

قولُهُ صلى الله عليه وسلم: (وَذِرْوَةِ سَنَامِهِ) اَیْ: اَعْلَاهُ، و(مِلَاکُ الشیء) بِکَسْرِ الْمِيْمِ: اَیْ: مَقْصُوْدُهُ.

قولُهُ صلى الله عليه وسلم: (ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ) ای: فَقَدَتْكَ، ولم يَقْصِدْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حقيقةَ الدُّعَاءِ بَلْ جَرٰى ذٰلِكَ عَلٰى عادةِ العرَبِ فى المَخاطَبَاتِ، و(حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ) جِنَايَاتُهَا عَلَى النَّاسِ بِالْوُقُوْعِ فِي اَعْرَاضِهِمْ وَالْمَشْيُ بِالنَّمِيْمَةِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ، وَجِنَايَاتُ اللِّسَانِ: اَلْغِيْبَةُ، وَالنَّمِيْمَةُ، وَالْكِذْبُ، وَالْبُهْتَانُ، وَكَلِمَةُ الْكُفْرِ، وَالسُّخْرِيَّةُ، وَخَلْفُ الْوَعْدِ، قال اللّٰهُ تعالٰى: ﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾. [الصف:۳]

ترجمہ:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۱) روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے ایسا عمل ارشاد فرمایئے جو مجھے جنت میں داخل کردے اور جہنم سے دور رکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، "تم نے بہت بڑی بات کا سوال کیا ہے بے شک یہ بات ہر اس شخص پر آسان ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ آسان کردے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، بیت اللہ شریف کا حج کرو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں نیکی کے دروازوں پر رہنمائی نہ کروں، روزہ ڈھال ہے، صدقہ خطا کو اس طرح مٹادیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھادیتا ہے اور آدمی کا رات کے درمیان میں نماز پڑھنا، پھر آیت تلاوت فرمائی، ان کے پہلو بستروں سے الگ ہوجاتے ہیں یعملون تک۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ستون اور کوہان کی چوٹی نہ بتاؤں، میں نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ

نے فرمایا سب سے عظیم کام اسلام ہے اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی چوٹی جہاد ہے پھر فرمایا کیا تمہیں ان تمام باتوں کی بنیاد نہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا، اسے روکے رکھو، میں نے عرض کیا اے اللہ عزوجل کے نبی ﷺ کیا ہماری گفتگو پر بھی مواخذہ ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجھے تمہاری ماں روئے لوگوں کو ان کے چہروں کے بل یا ان کے نتھنوں کے بل انکی زبانوں سے نکلی ہوئی باتوں کے سوا کون سی چیز گرائے گی"۔ روایت کیا اسے امام ترمذی نے فرمایا اور حدیث حسن صحیح ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "و ذروة سنامه" یعنی کوہان کی بلندی اور "ملاک الشیء" میم کے کسرہ کے ساتھ یعنی اس کے مقصود وبنیاد۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ثکلتک امک یعنی تجھے تیری ماں کھوئے (گم پائے)۔ رسول اللہ ﷺ نے بددعا کی حقیقت کا قصد نہ کیا بلکہ وہ عرب کی عادت کے مطابق (بطور محاورہ) جاری ہوا(۲) "حَصَائِدَ اَلْسِنَتِهِمْ "(۳) زبان کی جنایات لوگوں کی عزتوں میں واقع ہونا اور چغلی وغیرہ کرنا ہے زبان کی جنایات یہ ہیں غیبت، چغلی، جھوٹ، بہتان، کلمہ کفر، جادو کرنا، وعدہ خلافی۔(۴)

اللہ عزوجل نے فرمایا: كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ [الصف ۳](۵)

☆......☆......☆......☆

شرح: **خلاصہ حدیث**

اس حدیث مبارکہ میں جنت میں لے جانے والے اعمال کو ذکر کیا گیا ہے۔

(۱) دیکھئے الحدیث الثامن عشر۔

(۲) آپ ﷺ نے بددعا کا قصد نہیں فرمایا بلکہ یہ کلام محاورے کے طور پر تھا۔ اسی طرح کے کئی محاورے بولے جاتے ہیں جیسے، رَغِمَ اَنْفُ اَبِی الدَّرْدَاءِ، تَرِبَتْ يَدَاکَ تیرا ہاتھ گرد آلود ہو۔ (مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی رقم الحدیث ۹)
(مشکوٰۃ المصابیح کتاب النکاح الفصل الاوّل صفحہ ۲۶۷ مکتبہ امدادیہ)

(۳) حَصَائِدُ حَصِيْدَةٌ کی جمع ہے جو کہ مَحْصُوْدَةٌ کے معنی میں ہے "کاٹا ہوا"۔ اس طرح حصائد السنتهم کا مطلب ہوگا زبانوں سے کاٹی ہوئی باتیں یعنی زبان سے سرزد ہونے والی باتیں جن سے دیگر لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے، جھوٹ، بہتان وغیرہ۔ نیز اس جملہ میں زباں سے سرزد ہونے والی باتوں کو فصل سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح درانتی کاٹتے ہوئے ہر طرح کی فصل کو کاٹتی ہے خشک یا تر ہونے میں فرق نہیں کرتی اسی طرح زبان بھی کلام میں فرق نہیں کرتی کہ یہ کلام اچھا ہے یا برا۔

(۴) زبان کی جنایات کی تعریفات۔

(۱) غیبت کی تعریف: "عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَةُ قَالُوْا اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَهُ۔ (مشکوۃ المصابیح باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم الفصل الاوّل ص ۴۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں، فرمایا تمہارا اپنے بھائی کی پیٹھ پیچھے ایسا ذکر کرنا جو اسے پسند نہ ہو۔

(۲) چغل خوری کی تعریف: جو لوگوں کی خفیہ باتیں سنے، خواہ آگے پہنچائے یا نہ پہنچائے۔
(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ (اردو) باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم الفصل اوّل صفحہ ۱۱۶ فرید بک سٹال)

"عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ یَقُوْلُ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ"۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (مشکوۃ المصابیح باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم الفصل الاوّل صفحہ ۴۱۱ مکتبہ امدادیہ)

نوٹ: چغل خوری میں جھوٹ شرط نہیں کیونکہ قتات ایک بات کا فساد اور لڑائی کے ارادے سے دوسری جگہ پہنچانا ہے اگرچہ وہ سچی ہو۔

(۳) جھوٹ کی تعریف: "هُوَ الْخَبَرُ عَنِ الشَّیْءِ عَلٰی خِلَافِ مَا هُوَ بِهٖ"۔
(تفسیر بیضاوی ص ۷۸ ۲ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۴) بہتان کی تعریف: اپنے مسلمان بھائی کی پیٹھ پیچھے ایسی بات کہنا جو اسے پسند نہ ہو اور وہ اس میں پائی بھی نہ جائے۔ (مشکوۃ المصابیح باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم الفصل الاوّل ص ۴۱۲)

(۵) کفر کی لغوی تعریف: کسی شے کو چھپانا۔ (کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب صفحہ ۴۰ مکتبۃ المدینہ)

(۶) کفر کی اصطلاحی تعریف: کسی ایک ضرورت دینی کے انکار کو بھی کفر کہتے ہیں اگرچہ باقی تمام ضروریات دین کی تصدیق کرتا ہو۔ (ایضاً)

(۷) جادو کی تعریف: "کُلُّ مَا لَطُفَ وَدَقَّ"۔ ہر وہ چیز جس کا ادراک انتہائی نادر اور دقیق ہو۔

(۸) وعدہ خلافی کی تعریف: پختہ بات (عہد) کے خلاف کرنا۔

(۵) ترجمہ کنزالایمان: کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جائز وعدہ پورا کرنا ضروری ہے خواہ رب سے کیا گیا ہو یا شیخ یا کسی بندے سے یا بیوی سے، اولیاء اللہ کی نذر پورا کرنا بھی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے نیز معلوم ہوا کہ عالم وواعظ کو باعمل ہونا چاہیے، ناجائز وعدے ہرگز پورے نہ کرے اگر اس پر قسم بھی کھائی ہو تو توڑ دے اور کفارہ ادا کردے۔ (تفسیر نورالعرفان)

☆......☆......☆......☆

......مشکل الفاظ کے معانی......

یَسِیْرٌ: آسان۔ اَبْوَابٌ: دروازے۔ تُطْفِیءُ: بجھا دیتا ہے۔ جَوْفُ اللَّیْلِ: رات کا درمیانی حصہ۔ اُخْبِرُ: میں خبر دیتا ہوں۔ عَمُوْدٌ: ستون۔ ذِرْوَۃٌ: چوٹی۔ سِنَامٌ: کوہان۔ حَصَائِدُ: درانتی سے کاٹی ہوئی چیزیں۔ حصیدۃ: چوٹی۔

فَقَدَتْ: وہ کھوئے۔ جِنَایَاتٌ: جِنَایَۃٌ جرم۔ اَعْرَاضٌ: عرض کی جمع قلت، عزت، آبرو۔ اَلسَّخْرِیَہ: جادو کرنا۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِیْثُ الثَّلاثُوْنَ......﴾

عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ جُرثُوْمِ بْنِ نَاشِرٍ رضی اللہ عنه عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیه وسلم قَالَ: (اِنَّ اللّٰہَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلا تُضَیِّعُوْھَا، وَحَدَّ حُدُوداً فَلا تَعْتَدُوْھَا وَحَرَّمَ اَشْیَاءَ فَلا تَنْتَھِکُوْھَا، وَسَکَتَ عَنْ اَشْیَاءَ رَحْمَةً لَکُمْ غَیْرَ نِسْیَانٍ فَلا تَبْحَثُوا عَنْھَا) حدیث حسن رَوَاہُ الدَّار قُطْنِیُّ وغیرہ.

وقولُهٗ صلی اللہ علیه وسلم: (حَرَّمَ اَشْیَاءَ فَلا تَنْتَھِکُوْھَا) اَیْ: فَلا تَدْخُلُوْا فِیْھَا.

قولُهٗ صلی اللہ علیه وسلم: (وَسَکَتَ عَنْ اَشْیَاءَ رَحْمَةً لَکُمْ) تقدم مَعْنَاہُ.

حضرت ابوثعلبہ خشنی جرثوم بن ناشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۱) رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''بے شک اللہ تعالیٰ نے چند فرائض مقرر فرمائے پس تم انہیں ضائع مت کرو اور چند حدود مقرر فرمائی پس ان سے آگے نہ بڑھو اور کچھ اشیاء کو حرام فرمایا ہے پس ان سے آگے نہ بڑھو اور کچھ اشیاء کو حرام فرمایا ہے پس ان کی خلاف ورزی نہ کرو اور جو بھولے بغیر تم پر رحم فرماتے ہوئے کچھ اشیاء کا ذکر نہیں کیا پس ان کے متعلق بحث نہ کرو''۔ یہ حدیث حسن ہے جسے روایت کیا دار قطنی اور ان کے علاوہ رحمہما اللہ نے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''حرم اشیاء فلا تنتھکوھا'' یعنی ان اشیاء میں تم نہ پڑو۔(۲)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''وَ سَکَتَ عَنْ اَشْیَاءَ رَحْمَةً لَکُمْ'' اس کا معنی (مطلب) پہلے گزر گیا۔(۳)

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث میں شریعت مطہرہ کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) حضرت ابوثعلبہ الخشنی جرثوم بن ناشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی۔

حضرت ابوثعلبہ الخشنی جرثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی اسم گرامی میں کثیر اختلاف پایا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت قضاعہ کی وادی خشین کی طرف ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلح حدیبیہ میں حاضر تھے اور درخت کے نیچے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت رضوان بھی کی، رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی قوم کی طرف اسلام کی دعوت کیلئے بھیجا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قوم بھی اسلام لے آئی پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرزمین شام تشریف لائے اور ۷۵ ہجری میں وصال فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرویات کی تعداد ۴۰ ہے۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حرف الجیم صفحہ ۳۹۰)

(۲) اللہ عزوجل نے فرمایا: ''وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَھُوْا''۔ [الحشر ۷]

ترجمہ کنزالایمان: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

"مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ وَمَا اَمَرْتُكُمْ بِهٖ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ"۔ (بخاری شریف)

جس بات سے میں نے روکا اس سے باز رہو اور جس بات کا میں نے تمہیں حکم دیا اسے حسب استطاعت بجالاؤ۔

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

فَرَائِض: جن کاموں کا کرنا لازم ہے، فَرِيْضَةٌ کی جمع ہے۔ فَلَا تُضَيِّعُوْا: پس تم ضائع نہ کرو۔ نِسْيَانٌ: بھول۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ الْحَادِىْ وَالثَّلاثُوْنَ......﴾

عَـن اَبِى الْعَبَاس سَعدِ بنِ سَهلٍ السَّاعِدِىّ رضـى الله تعالىٰ عنه قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلّم فَـقَـالَ: يَـارَسُـول الـلّٰـه: دُلَّنِى عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمَلتُهُ اَحَبَّنِى اللّٰهُ، وَاَحبَّنِى النَاسُ؟ فَقَالَ: (ازْهَد فِى الدُّنيَا يُحِبَّکَ اللّٰهُ، وازْهَد فِيمَا عِندَ النَّاسِ يُحِبُّکَ النَّاسُ). حديث حسن رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه وغيره باسانيدحسنة.

قولُهُ صلّى الله عليه وسلّم: (ازهَـد فـى الدُّنيَا يُحِبَّکَ اللّٰه) اَلزُّهْدُ: تَرْکُ مَا لَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ مِن الدُّنيَا، وَاِنْ کَـانَ حَلالًا، وَالِاقْـتِـصَـارُ عَـلَـى الـكِفَايَةِ، وَالوَرَعُ: تَرْکُ الشُّبُهَاتِ، قَالُوْا: واعقلُ النَّاسِ الزُّهَّادُ، لِاَنَّهُمْ اَحَبُّوْا مَـا اَحَـبَّ اللّٰهُ، وَكَرِهُوْا مَا كَرِهَ اللّٰهُ مِنْ جَمْعِ الدُّنيَا، وَاسْتَعْمَلُوْا الرَّاحَةَ لِاَنْفُسِهِمْ. قال الشَّافِعِىُّ رحمه الله تعالى: لَوْ اَوْصٰى لِاَعقل النَّاسِ صرف الى الزُّهَّادِ، وَلِبَعْضِهِمْ:

كُنْ زُهْداً فِيمَا حَوَتْ اَيْدِى الْورٰى	تَـضْـحِـى اِلـى كُـلِّ الْاَنَـامِ حَبِيْبَـا
اَوْ مَا تَرَى الْخَطَّافَ حَرَّمَ زَادَهُمْ	فَـغَـدَا رَبِيْبَـا فِـى الْـحَـجُـوْرِ قَـرِيْبَـا

وَلِلشَّافِعِيِّ رضى اللّٰه عنه فِي ذَمِّ الدُّنْيَا:

وَمَنْ يَذُقِ الدُّنيَا فَاِنِّى طَعَمْتُهَا	وَسِيْقَ اِلَيْـنَـا عَـذْبُهَا وَعَذَابُهَا
فَلَمْ اَرَهَا اِلَّا غُرُوْرًا وَبَاطِلاً	كَمَا لَاحَ فِى ظَهْرِ الْفَلاةِ سَرَابُهَا
وَمَا هِىَ اِلَّا جِيفَةٌ مُسْتَحِيْلَةٌ	عَـلَيْهَـا كِلَابٌ هـمهن اجتذابها
فَاِنْ تَجْتَنِبْهَا كُنْتَ سِلماً لِاَهْلِهَا	وَاِنْ تَـجْـتَـذِبْهَا نَازَعَتکَ كِلَابُهَا
فَدَعْ عَنْکَ فُضَلَاتِ الاُمُوْرِ فَاِنَّهَا	حَـرَامٌ عَلٰى نَفسِ التَّقِىِّ اِرْتِكَابُهَا

قولُهُ رحمه الله تعالىٰ: (حَـرَامٌ عَلٰى نَفْسِ التَّقِىِّ اِرْتِكَابُهَا) يَدُلُّ عَلٰى تحريمِ الفرحِ بِالدُّنيا، وقَدْ صَرَّحَ بـذلک الـبَـغَوِىُّ فى تفسيرِ قَولِهِ تعالى: ﴿وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ [الرعد:٢٦]۔ ثـم المرادُ بالدُّنيا المذْمُوْمَةِ: طَـلَـبُ الـزَّائِـدِ عَـلـى الْـكِـفَايَةِ، اَمَّا طَلَبُ الْكِفَايَةِ فَوَاجِبٌ، قال بعضُهم: وَلَيْسَ ذٰلکَ مِن الدُّنيا، وَاَمَّا الدُّنيا فَـالزَّائِدَةُ عَلى الْـكِـفَـايَةِ، وَاسْتَـدَلَّ بِقَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ﴾ الآية [آل عمران:١٤]۔ فَـقَوْلُهُ تَعَالٰى ذٰلِکَ اِشَارَةٌ اِلٰى مَا تَقَدَّمَ مِنْ طَلَبِ التَّوَسُّعِ وَالتَّبَسُّطِ، قَالَ الشَّافِعِىُّ رحمه الله تعالى: طَلَبُ الزَّائِدِ مِنَ الْحَلالِ عَقُوْبَةٌ اِبْتَلَى اللّٰهُ بِهَا اهلَ التَّوحِيْدِ.

وَلِبَعْضِهِمْ:

لَا دَارَ لِلْمَرْءِ بَعْدَ الموْتِ يَسْكُنُهَا ... إِلَّا الَّتِي كَانَ قَبْلَ الموْتِ يبنيهما

فَإِنْ بَنَاهَا بِخَيْرٍ طَابَ مَسْكَنُهُ ... وَإِنْ بَنَاهَا بِشَرٍّ خَابَ بَانِيْهَا

اَلنَّفْسُ تَرْغِبُ فِي الدُّنْيَا وَقَدْ عَلِمَتْ ... اَنَّ الزُّهَادَةَ فيه ترك مَا فِيْهَا

فَاغْرِسْ أُصُوْلَ التُّقٰى مَا دُمْتَ مُجْتَهِداً ... وَاعْلَم بِأَنَّكَ بعد الموتِ لَاقِيْهَا

ثُمَّ بعدَ ذٰلِكَ إِذَا فَرِحَ بِهَا لِأَجْلِ الْمُبَاهَاةِ وَالتَّفَاخُرِ وَالتَّطَاوُلِ عَلَى النَّاسِ فَهُوَ مَذْمُوْمٌ، وَمَنْ فَرِحَ بِهَا لِكَوْنِهَا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَهُوَ مَحْمُوْدٌ.

قال عمرُ رضي اللّٰه عنه: (اَللّٰهُمَّ إِنَّا لَا نَفْرَحُ إِلَّا بِمَا رَزَقْتَنَا).

وَقَدْ مَدَحَ اللّٰهُ تعالى الْمُقْتَصِدِيْنَ فِي الْعَيْشِ فَقَالَ تعالى: ﴿وَالَّذِيْنَ إِذَآ اَنفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا﴾ الآية [الفرقان:٦٧].

وقال صلّى اللّٰه عليه وسلّم: (مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ، وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ، ولا افتقرَ مَنِ اقْتَصَدَ).

وكان يُقال: القصدُ في المعيشةِ يَكْفِيْ عَنْكَ نِصْفُ المؤنَةِ، وَالْاِقْتِصَادُ: اَلرِّضى بِالكفايةِ، قال بعضُ الصّالحيْنَ: مَنِ اكْتَسَبَ طَيِّباً وَاَنْفَقَ قَصْداً قَدِمَ فَضْلاً.

ترجمہ:

حضرت ابوالعباس سعد بن سہل الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۱) روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی اے اللہ عزوجل کے رسول ﷺ میری ایسے عمل پر رہنمائی فرمایئے کہ جب میں اس پر عمل کروں تو اللہ عزوجل مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''دنیا میں بے رغبت ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت رکھے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبت ہو جاؤ لوگ تم سے محبت کریں گے''۔

یہ حدیث حسن ہے جسے روایت کیا ابن ماجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے علاوہ نے اسانید حسنہ کے ساتھ۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''ازهد فی الدنیا یحبک الله'' دنیا کی اس چیز کا ترک کرنا جس کی طرف محتاج نہ ہو اگرچہ حلال ہو اور بقدر کفایت پر اکتفا کرنا زہد کہلاتا ہے اور شبہات کا ترک کرنا تقویٰ کہلاتا ہے۔

علماء فرماتے ہیں، لوگوں میں زیادہ عقل مند زُہد اختیار کرنے والے ہیں کیونکہ دنیا کو جمع کرنے سے انھوں نے اس چیز کو

پسند کیا جسے اللہ عزوجل نے پسند کیا اور انھوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جسے اللہ عزوجل نے ناپسند کیا اور اپنے لیے قلیل چیز کو اختیار کیا(۲)۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر کسی نے عقل مند لوگوں کو وصیت کی تو وہ زُہد اختیار کرنا ہے اور بعض نے کہا:

(۱) تو زاہد ہو جا ان چیزوں میں جن میں لوگ للچاتے ہیں تب تو تمام لوگوں میں محبوب ہو جائے گا۔

(۲) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ خطاف نے اپنے اوپر سامان زیست کو حرام کر دیا اور لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے بھی سردار ہو گیا۔

اور امام شافعی علیہ الرحمۃ اللہ الکافی نے دنیا کی مذمت میں فرمایا

کس نے دنیا کا ذائقہ چکھا بے شک میں نے چکھا تو میری طرف اس کا عذاب اور مٹھاس بڑھا دی گئی۔

اور نہ دیکھا میں نے دنیا کو مگر مغرور و باطل۔ جیسا کہ جنگل میں ریت کے ٹیلے پر سراب۔

(۳) اور دنیا سڑے ہوئے مردار کی طرح ہے۔

جس پر کتوں کا نوچنا اور پھاڑ کھانا ہے۔

(۴) اگر تو دنیا سے بچے تو تو دنیا والوں سے بچ جائے گا۔

اور اگر اسے لینے کی کوشش کرے گا تو اس کے کتے تجھ سے جھگڑا کریں گے۔

(۵) تو شبہہ یعنی زیادہ کاموں میں پڑنے کو چھوڑ دے۔

کیونکہ وہ پرہیز گار لوگوں پر حرام ہے۔

امام شافعی علیہ رحمۃ الکافی کا فرمان، "حَرَامٌ عَلٰی نَفْسِ التُّقٰی اِرْتِکَابُهَا" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دنیا پر خوش ہونا حرام ہے۔(۳)

جس کی تصریح (وضاحت) امام بغوی علیہ الرحمۃ نے اللہ عزوجل کے اس فرمان کے تحت کی، "وَفَرِحُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا"۔ [الرعد ۲۶]

پھر مذموم دنیا سے مراد "زَائِدٌ عَلَی الْکِفَایَه" کا طلب کرنا ہے بہرحال بقدر کفایت کا طلب کرنا واجب ہے اور استدلال کیا گیا اللہ عزوجل کے فرمان کے ساتھ،

"زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِیْنَ" [آل عمران ۱۴]۔(۵)

اللہ عزوجل کے فرمان سے طلب توسع و تبسط کی طرف اشارہ ہے۔

امام شافعی علیہ رحمۃ الکافی نے فرمایا، رزق حلال زائد کا طلب کرنا ایسی آزمائش ہے جس میں اللہ عزوجل نے اہل توحید کو مبتلا فرمایا ہے۔

بعض نے کہا:

(۱) مرد کیلئے مرنے کے بعد رہنے کیلئے کوئی گھر نہیں مگر جو مرنے سے قبل بنایا۔

(۲) اگر اچھا بنایا تو اس کا مسکن اچھا ہوگا اور اگر برا بنایا تو اس کا بانی خائب وخاسر ہوگا۔

(۳) نفس دنیا میں رغبت کرتا ہے حالانکہ تو نے جان لیا دنیا کی اشیاء کو ترک کرنا زہد ہے۔

(۴) لہٰذا تو جب تک قادر ہے تقویٰ کے بیج بو اور تو جان لے کہ مرنے کے بعد تو اسے پانے والا ہے۔

لوگوں پر تکبر، فخر کرتے ہوئے خوش ہونا بہت ہی مذموم ہے (۶) البتہ اس پر اس لیے خوش ہونا کہ یہ اس پر اللہ عزوجل کا فضل وکرم ہے تو یہ محمود ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے اللہ عزوجل ہم خوش نہیں مگر اس پر جو تو نے ہمیں رزق دیا۔

اور اللہ عزوجل نے بھی دنیا میں کمی (جستجو) کرنے والوں کی مدح فرمائی ہے۔

اللہ عزوجل نے فرمایا، ''وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا'' [الفرقان ۶۷]۔(۷)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ وَ لَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ وَ لَا اِفْتَقَرَ مَنِ اقْتَصَدَ''۔

جس نے استخارہ کیا وہ خائب خاسر نہ ہوا، جس نے مشورہ کیا وہ نادم نہ ہوا اور جس نے کسب معاش میں کوشش کی وہ محتاج نہ ہوا۔

اور کہا گیا ہے، کسب معاش میں قصد کرنا تیری طرف سے نصف کمائی کافی ہے اور بقدر کفایت پر راضی رہنا اقتصاد (قناعت) کہلاتا ہے۔

بعض صالحین علیہم الرحمۃ نے فرمایا، ''جس نے حلال کمایا اور قصد کے طور پر خرچ کیا تو اس نے اپنے لیے آخرت کا ذخیرہ اکٹھا کرلیا۔

شرح: خلاصہ حدیث

زہد اختیار کرو جنت میں جاؤ گے کیونکہ دنیا کی محبت ہر شر کی کنجی ہے۔

(۱) حضرت ابو العباس سعد بن سہل الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی اسم گرامی سعد بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور ابو العباس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ہے۔
جب معلم انس وجن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ظاہری ہوا تو اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارک پندرہ سال تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں وصال پانے والے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے سب سے آخری ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۹ ہجری میں وصال فرمایا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرویات کی تعداد ۱۸۸ ہے۔

(شرح اربعین نوویہ فی الاحادیث الصحیحۃ النبویۃ الحدیث الحادی والثلاثون صفحہ ۱۰۷)

(۲) دنیادار اور دین دار

مسجد کے قرب میں ریڑھی لگانے والا جو بمشکل ۱۰۰ یا ۲۰۰ کمائے اور نماز نہ پڑھے، ایسا شخص دنیا دار ہے اور وہ شخص جو مسجد سے دور اور کروڑوں روپے ایک دن کے کمائے اور نماز پڑھے، ایسا شخص دین دار ہے۔

(۳) جو چیز اللہ عزوجل اور اس کے نیک دوستوں کی دشمن ہو اس پر خوش ہونا مذموم ہے۔

لباب الاحیاء بنام احیاء العلوم کے خلاصہ میں منقول ہے

جان لو! دنیا اللہ عزوجل، اس کے دوستوں اور اس کے دشمنوں کی بھی دشمن ہے۔ اللہ عزوجل کی دشمن اس طرح کہ وہ اللہ عزوجل کے بندوں کو اس کے راستے پر چلنے نہیں دیتی یہی وجہ ہے کہ اللہ عزوجل نے جب اسے پیدا فرمایا اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائی اور اللہ عزوجل کے دوستوں کی اس طرح دشمن ہے کہ وہ ان کے سامنے مزین ہو کر آتی ہے اور اپنی آرائش و تروتازگی سے انہیں دھوکا دینے کی کوشش کرتی ہے حتی کہ انہیں اس کے چھوڑنے میں صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اور اللہ عزوجل کے دشمنوں کی اس طرح دشمن ہے کہ اپنے مکروفریب کے ذریعے آہستہ آہستہ انہیں اپنے جال میں پھنسا لیتی ہے یہاں تک کہ وہ اس میں قید ہو جاتے ہیں۔

(لباب الاحیاء بنام احیاء العلوم کا خلاصہ باب ۲۶ دنیا کی مذمت کا بیان ص ۲۶۵)

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ"۔

دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے۔

"اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِیْهَا اِلَّا مَا کَانَ لِلّٰهِ مِنْهَا"۔

دنیا اور جو کچھ اس میں موجود ہے ملعون ہے مگر اس میں سے جو اللہ کیلئے ہو۔

(۴) ترجمہ کنزالایمان: اور کافر دنیا کی زندگی پر اترا گئے (نازاں ہوئے)۔

معلوم ہوا دنیاوی نعمتوں پر فخریہ خوش ہونا طریقہ کفار ہے اور شکراً خوش ہونا طریقہ مومنین، رب فرماتا ہے "قُلْ بِفَضْلِ

اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا"۔ [یونس ۵۷]۔(تفسیر نورالعرفان)

(۵) ترجمہ کنزالایمان: لوگوں کیلئے آراستہ کی گئی ان خواہشوں کی محبت، عورتیں اور بیٹے۔

یعنی کافروں کیلئے شیطان نے یہ چیزیں ایسی مرغوب کردیں کہ وہ آخرت سے غافل ہو گئے ان میں پھنس گئے، مومن ان چیزوں سے اللہ کیلئے محبت کرتا ہے۔

نیز یہ تمام چیزیں اگر دنیا کیلئے رکھی جائیں تو دنیا ہیں، اگر خدمت دین کیلئے رکھی جائیں تو دین بن جاتی ہیں جیسے نماز کا گھوڑا جوڑا وغیرہ یا سنت رسول سمجھ کر بیوی بچوں کی پرورش کرنا۔

دنیا مثل صفر کے ہے، صفر اکیلا ہو تو بے کار ہے اور اگر عدد کے ساتھ مل جائے تو اسے دس گنا کر دیتا ہے۔ دنیا اگر دین سے ملے تو اسے دس گنا بناتی ہے جیسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مال۔ (تفسیر نورالعرفان)

(۶)

بے وفا دنیا پہ مت کر اعتبار
تو اچانک موت کا ہوگا شکار

موت آ کر ہی رہے گی یاد رکھ
جان جا کر ہی رہے گی یاد رکھ

کھلکھلا کر ہنس رہا ہے بے خبر
قبر میں روئے گا چیخیں مار کر

کرلے توبہ رب کی رحمت ہے بڑی
قبر میں ورنہ سزا ہوگی کڑی

وقت آخر یاخدا عطار کو
خیر سے سرکار کا دیدار ہو

(وسائل بخشش مثنوی عطار صفحہ ۶۶۶ تا ۶۶۷ مکتبۃ المدینہ)

(۷) ترجمہ کنزالایمان: اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں۔

اسراف کی تعریف: اسراف کی تعریف بڑی وسیع ہے مگر مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمۃ الرحمٰن نے درج ذیل کی:

(۱) ناجائز جگہ مال خرچ کرنا (۲) جائز جگہ ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا

اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے حقوق میں کمی کرنی تنگی ہے ان دونوں سے بچنا چاہیے۔ خیال رہے کہ نیکی میں جتنا خرچ کرو اسراف نہیں۔ کسی نے ایک بزرگ کو بہت خیرات کرتے دیکھ کر کہا "لَا خَيْرَ فِي السَّرَفِ" یعنی اسراف میں بھلائی نہیں، فوراً جواب ملا "لَا اِسْرَافَ فِي الْخَيْرِ" یعنی بھلائی میں اسراف نہیں۔

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

دُلَّنِیْ: میری رہنمائی کیجئے۔ اِزْهَدْ: تقوی اختیار کر۔ اَلْاِقْتِصَارُ: کفالت۔ زُهْدًا: بے رغبت ہونا۔
حَرَثٌ: ہلانہ۔ اَیْدِی الْوَرٰی: لوگ۔ تَضْحِی: تو ہوجائے۔ حَبِیْبًا: محبوب۔ مَا تَرٰی: تونہیں دیکھتا۔
اَلْخَطَّاف: پرندے کا نام۔ حَرَّمَ: حرام کیا۔ زَادهم: سامان زیست۔ سِیْقَ: بڑھادی گئی۔
فَلَمْ اَرَ: میں نے نہیں دیکھا۔ عَقُوْبَةٌ: آزمائش۔ اِبْتَلٰی: آزمایا۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِیْثُ الثَّانِی وَالثَّلاثُوْنَ......﴾

عَنْ اَبِی سَعِیْدٍ سَعدِ بنِ مَالِکِ بنِ سِنَانِ الخُدرِیِّ رضی الله عنه اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ: (لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ). حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه، وَالدَّار قُطْنِیُّ وَغَیْرُهُمَا مُسْنَدًا، وَرَوَاهُ مَالِکٌ فی الـمُوَطَّا مُرْسَلًا عَنْ عَمْرِو بنِ یَحْیٰی عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم فَاَسْقَطَ اَبَا سَعِیْدٍ، وَلَهُ طُرُقٌ یُقَوِّیْ بَعْضُهَا بَعْضًا.

قولُهُ صلّی الله علیه وسلّم: (لَاضَرَرَ) اَیْ: لا یَضُرُّ احدُکم احداً بِغیرِ حقٍ ولا جنایَةٍ سَابِقَةٍ.

قولُهُ صلّی الله علیه وسلّم: (وَلَا ضِرَارَ) اَیْ: لا تَضُرُّ مَنْ ضَرَّکَ، وَاذا سَبَّکَ اَحَدٌ فَلا تَسُبَّهُ، وَاِنْ ضَرَبَکَ فَلا تَضْرِبْهُ، بَلْ اُطْلُبْ حقَّکَ منه عندالحاکِمِ من غیر مُسَابَّةٍ، واذا تَسَابَّ رَجُلانِ اَوْ تَقَاذَفَا لَمْ یَحْصُلِ التَّقَاصُ، بَلْ کُلُّ وَاحِدٍ یَاخُذُ حَقَّهُ بَالْحاکِمِ، وفی الحدیثِ عنه صلی الله علیه وسلم قَالَ: (لِلْمُتَسَابَّیْنِ مَا قَالَا، وَعَلَی الْبَادِیْ مِنْهُمَا الْاِثْمُ، مَالَمْ یَعْتَدِ الْمَظْلُومُ بِسَبٍّ زَائِدٍ).

ترجمہ:

حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۱) سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

”نہ خود نقصان اٹھاؤ نہ کسی کو نقصان دو“۔

یہ حدیث حسن ہے روایت کیا اسے ابن ماجہ اور دار قطنی رحمہما اللہ اور ان کے علاوہ نے اور مرسلاً روایت کیا اسے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے موطاء میں عمرو بن یحییٰ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے انہوں نے ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کو حذف کر دیا اس حدیث مبارکہ کی کئی سندیں ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ”لَاضَرَرَ“ یعنی تم میں سے کوئی ایک بھی کسی کو بغیر حق اور جنایت سابقہ پر کسی کو نقصان نہ دے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ”وَ لَاضِرَارَ“ یعنی جو تمہیں نقصان پہنچائے تم اسے نقصان نہ دو، جب تمہیں کوئی بھی گالی دے تم اسے گالی نہ دو اور اگر تمہیں مارے تو تم اسے نہ مارو بلکہ تو اپنا حق بغیر گالی دیئے اس سے حاکم کے پاس طلب کر۔(۲)

اور جب دو مرد آپس میں گالی گلوچ کریں یا قذف کریں تو اس سے برابری حاصل نہیں ہوتی بلکہ ہر ایک کو چاہیے کہ اپنا حق حاکم سے طلب کرے۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

باہم گالی دینے والوں میں سے پہل کرنے والے پر گناہ ہے جب تک کہ مظلوم زائد گالی کے ساتھ زیادتی نہ کرے۔

شرح: خلاصہ حدیث

نہ خود نقصان اٹھاؤ نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ۔

(۱) حضرت ابوسعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام سعد اور کنیت ابوسعید ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوات میں شرکت کی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فضلاء، فقہاء اور علماء صحابہ کرام علیہم الرضوان میں شمار ہوتا ہے اس کے علاوہ بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت سے مناقب ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینۃ المنورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ہزار ایک سوستر احادیث مبارکہ مروی ہیں۔ (شرح الاربعین النوویۃ صفحہ ۱۰۱ المکتبۃ المدینہ بالتصرف)

(۲) یعنی اگر کسی کو نقصان پہنچے تو اسے چاہیے کہ قانون ہاتھ میں نہ لے بلکہ احسن طریقہ پر حاکم اسلام کے ذریعہ اس سے مطالبہ کرے۔ اس حدیث مبارکہ میں امام الانبیاء، فخر انسانیت، معلم انسانیت ﷺ نے کائنات کو معاشرتی زندگی کا ایک جامع مانع اصول ارشاد فرمایا کہ کسی انسان کو نقصان نہ پہنچاؤ اور اگر کسی کی طرف سے بھی ظلم وزیادتی ہو جائے تو اسے بھی نقصان نہ دو بلکہ عفو ودرگزر کرو۔

اور اگر اس اصول پر عمل ہو جائے تو کئی مسائل حل ہو جائیں گے۔

☆☆☆☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی:......﴾

ضَرَرٌ: نقصان۔ ضِرَارٌ: نقصان پہنچانا۔ فَاَسْقَطَ: اس نے ساقط کیا۔ لَا یَضُرُّ: نقصان نہ دے۔
سَبٌّ: گالی دینا۔ غَیْرَ مُسَابِۃٍ: گالی نہ دیتے ہوئے۔ تَسَابٌّ: باہم گالی دیں۔ لَمْ یَعْتَدْ: زیادتی نہ کرے۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ الثَّالِثُ والثَّلاثُوْنَ......﴾

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلّى الله عليه وسلّم قَالَ: (لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدعوَاهُمْ لادَّعٰى رِجَالٌ اَمْوَالَ قَومٍ وَدِمَاءَ هُمْ، وَلٰكِنِ الْبَيِّنَةُ، عَلَى الْمُدَّعِي، وَالْيَمِينُ عَلٰى مَنْ اَنكر). حديث حسن رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وغيره هكذا، وبعضه في الصَّحِيْحَيْنِ.

قولُهُ صلّى الله على وسلّم: (الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي، وَالْيَمِينُ عَلٰى مَنْ اَنكَرَ) اِنَّمَا كَانَتِ البيّنةُ على الْمدَّعِي لِاَنَّهُ يَدَّعِي خلافَ الظَّاهِرِ وَالْاَصْلُ بَرَاءَ ةُ الذِّمَّةِ، وَاِنَّمَا كَانَتِ الْيَمِيْنُ فِي جَانِبِ المدَّعِي عَلَيْهِ لِاَنَّهُ يُدَّعِي مَا وَافَقَ الْاَصْلَ وَهُوَ بَرَاءَ ةُ الذِّمَّةِ.

وَيُسْتَثْنٰى مَسَائِلُ، فَيُقْبَلُ قولُ المدَّعِي بِلا بَيِّنَةٍ فِيْمَا لَا يُعْلَمُ اِلَّا مِنْ جِهَتِهٖ كَدَعْوَى الْاَبِ حاجتَهُ اِلَى الاعْفَافِ، وَدَعْوى السَّفِيْهِ التوقانَ اِلَى النِّكَاحِ مَعَ الْقَرِيْنَةِ، وَدَعْوَى الْخُنْثٰى الانُوْثَةَ اَوِ الذُّكُوْرَةَ، وَدَعْوَى الطِّفْلِ الْبُلُوْغَ بِالْاِحْتِلَامِ، وَدَعوَى القريْبِ عدمَ المالِ لِيأْخُذَ النفقةَ، وَدَعْوَى المدينِ الاِعْسَارَ فِي دَيْنٍ لَزِمَهُ بِلا مُقَابِلٍ، كَصُدَاقِ الزَّوْجَةِ، وَالضَّمَانِ، وَقِيْمَةِ الْمُتْلَفِ، وَدعوى الْمَرْاَةِ اِنْقِضَاءَ الْعِدَّةِ بِالْاَقْرَاءِ، او بِوَضْعِ الْحَمْلِ، وَدَعْوَاهَا اَنَّها اِسْتَحَلَّتْ وَطُلِّقَتْ، وَدَعْوى الْمُوْدَعِ تَلَفَ الْوَدِيْعَةِ اَوْ ضِيَاعَهَا بِسَرِقَةٍ وَنحوِهَا.

وَيُسْتَثْنٰى ايضاً: القسامةُ فَاِنَّ الاَيْمانَ يكونُ فى جانبِ الْمُدَّعِي معَ اللَّوْثِ، واللعانِ فَاِنَّ الزَّوْجَ يقذفُ وَيُلاعِن وَيَسْقُطُ عَنْهُ الْحَدُّ، وَدَعْوَى الْوَطْءِ فِي مُدَّةِ اللَّعْنَةِ، فَاِنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا اَنْكَرَتْهُ يُصَدَّقُ الزَّوْجُ بِدَعْوَاهُ، اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ الزَّوْجَةُ بِكْراً، وَكَذَا لَوْ اِدَّعٰى اَنَّهُ وَطِئَ فِي مُدَّةِ الاِيْلاَءِ، وتَارِكُ الصَّلاةِ اذا قَالَ: صَلَّيْتُ فِي الْبيْتِ، وَمَانِعُ الزَّكَاةِ اذا قَالَ: اَخرَجْتُهَا اِلَّا اَنْ يَنْكُرَ الْفُقَرَاءُ وَهُمْ مَحْصُوْرُوْنَ فَعَلَيْهِ الْبَيِّنَةُ، وَكَذَا لَوِادَّعَى الْفَقْرَ وَطَلَبَ الزَّكَاةَ اَعْطَى وَلايَحْلِفُ، بِخَلَافِ مَا اذا اِدَّعَى الْعِيَالَ فَاِنَّهُ يَحْتَاجُ اِلى الْبَيِّنَةِ، وَلَوْ اَكَلَ فِي يَوْمِ الثَّلاثِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ وَادَّعٰى اَنَّهُ رَاى الْهِلَالَ لَمْ يقبل منه اِنْ اِدَّعٰى ذٰلِكَ بَعْدَ الاَكْلِ، فَاِنَّهُ يُنْفِيْ عَنْ نَفْسِهِ التَّعْزِيْرَ، وِاِذَا اِدَّعٰى ذٰلِكَ قبل الاَكْلِ قُبِلَ ولم يُعَزَّرْ، وَيَنْبغِيْ اَنْ يَاكُلَ سِرّاً لِاَنَّ شَهَادَتَه وَحْدَهُ لَا تُقْبَلُ.

قولُهُ صلى الله عليه وسلم: (وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنكَرَ) هٰذِهِ الْيَمِيْنُ تُسَمّٰى يَمِيْنَ الصَّبْرِ، وَتُسَمّٰى الْغَمُوْسَ، وسُمِّيَتْ يَمِينَ الصَّبرِ لِاَنَّهَا تَحْبِسُ صَاحِبَ الحقِّ عَنْ حقِّهٖ وَالْحَبْسُ: اَلصَّبْرُ، وَمِنْهُ قِيلَ لِلْقَتِيْلِ وَالمحبُوْسِ عَنْ الدَّفْنِ مصبر، قال صلى الله عليه وسلم: (مَنْ حَلَفَ عَلٰى يمينِ صبرٍ يقتطع بِهٖ مال امْرِئٍ مُسْلِمٍ

هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ) وَهٰذِهِ الْيَمِينُ لَاتَكُونُ اِلَّا عَلَى الْمَاضِيْ، وَوَقَعَتْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ فِي مَوَاضِعَ كَثِيرَةٍ: مِنْهَا قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا﴾ [التوبۃ:۷۴]، وَمِنْهَا قَوْلُهُ تَعَالَى اِخْبَارًا عَنِ الْكَفَرَةِ: ﴿ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ [الانعام:۲۳]۔ وَمِنْهَا قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ الآيَة. [آل عمران:۷۷]

وَيَسْتَحِبُّ لِلْحَاكِمِ اَنْ يَقْرَاَ هٰذِهِ الْآيَةَ عَنْ تَحْلِيْفِهِ لِلْخَصْمِ لِيَنْزَجِرَ

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما(۱) سے روایت ہے بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''اگر لوگوں کو ان کے دعویٰ کے مطابق دیا جائے تو بعض لوگ قوم کے مالوں اور خونوں کا دعویٰ کرنے لگیں گے لیکن مدعی کے ذمہ گواہ ہے اور انکار کرنے والے پر قسم''۔

یہ حدیث حسن ہے جسے روایت کیا امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے علاوہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور اس حدیث کا بعض حصہ بخاری و مسلم میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ '' محض گواہ مدعی پر لازم ہے کیونکہ خلاف ظاہر کا دعوی کرتا ہے اور اصل ذمہ سے بری ہوتا ہے۔

اور مدعی علیہ پر قسم ہے کیونکہ وہ اصل کے موافق دعویٰ کرتا ہے اور وہ ذمہ سے بری ہوتا ہے۔

(اور اس اصول سے) چند مسائل مستثنیٰ ہیں

مدعی کا قول بغیر گواہوں کے قبول کیا جائے گا ان باتوں میں جنہیں مدعی ہی کے ذریعے جانا جاتا ہے (یعنی جن کا علم مدعی کے خلاف کسی اور جہت سے نہ ہو سکے) اپنے مسائل میں مدعی کو گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ دعویٰ بغیر گواہی کے قبول کر لیا جائے گا۔

جیسا کہ درج ذیل دعوے:

(۱): جیسا کہ باپ کا نکاح کر کے اپنے آپ کو پاک دامن کرنے کی حاجت کا دعویٰ کرنا۔(۲)

(۲): بے وقوف کا قرینے کے ساتھ نکاح کی طرف مشتاق ہونے کا دعویٰ کرنا۔

(۳): بچے کا احتلام کے ساتھ بالغ ہونے کا دعویٰ کرنا۔

(۴): قریبی رشتہ دار کا نفقہ لینے کیلئے مال نہ ہونے کا دعویٰ کرنا۔

(۵): مدیون کا ایسے دَین کے بارے میں تنگ دستی کا دعویٰ کرنا جو بغیر عوض کے اس پر لازم ہوا ہو جیسا کہ زوجہ کا مہر اور تاوان، تلف شدہ چیز کی قیمت۔(۳)

(۶): عورت کا وضع حمل یا مہروں کے ساتھ عدت کے مکمل ہونے کا دعویٰ کرنا۔

(۷): عورت کا دعویٰ کرنا کہ اس کا حلالہ کر دیا گیا ہے اور اسے طلاق بھی دے دی گئی ہے۔(۴)

(۸): مودع (ودیعت رکھنے والے) کا ودیعت کے تلف یا چوری وغیرہ کے ذریعے ضائع ہونے کا دعویٰ کرنا۔

(۹): قسامت (یعنی قسم دلوانا) کیونکہ قسمیں مدعی کی طرف سے کمزور دلائل کے ساتھ ہوتی ہیں۔

(۱۰): لعان کیونکہ شوہر تہمت لگاتا ہے اور لعان کرتا ہے اور اس سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔

(۱۱): لعان کی مدت میں وطی کا دعویٰ کیونکہ عورت جب اس دعویٰ کا انکار کرے تو شوہر کی اپنے دعویٰ میں تصدیق کی جائے گی جبکہ عورت باکرہ ہو۔

(۱۲): اور ایسے ہی اگر شوہر نے دعویٰ کیا کہ اس نے ایلاء کی مدت میں وطی کی ہے(۵)

(۱۳): تارک نماز جب کہے کہ میں نے گھر میں نماز پڑھ لی ہے۔

(۱۴): جب مانع زکوٰۃ کہے کہ میں نے زکوٰۃ ادا کر دی ہے، ہاں اگر فقراء انکار کر دیں اور وہ سب محصور ہوں تو اس بندے پر بینہ ہوگی۔

(۱۵): ایسے ہی اگر کسی نے فقر کا دعویٰ کیا اور زکوٰۃ مانگی تو دی جائے گی اور قسم نہیں لی جائے گی اور اگر بال بچوں کے فقر کا دعویٰ کیا تو گواہی کی حاجت ہوگی۔

(۱۶): اور اگر کسی شخص نے رمضان کے تیسویں دن کھانا کھایا اور چاند دیکھنے کا دعویٰ کیا تو اگر کھانا کھانے کے بعد دعویٰ کیا تو دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ اپنی ذات سے تعزیر (سزا) دور کرنا چاہتا ہے اور اگر کھانا کھانے سے پہلے دعویٰ کیا تو دعویٰ قبول ہوگا اور سزا نہیں ہوگی البتہ اس کیلئے مناسب یہ ہے کہ چھپ کر کھائے کیونکہ اس اکیلے کی گواہی قابل قبول نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ''وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ''۔

اس قسم کو یمین صبر (۶) اور یمین غموس کہتے ہیں۔ اس کو یمین صبر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ صاحب حق کو اس کے حق سے روک دیتی ہے اور حَبْس صبر کو کہتے ہیں اور اس سے مقتول اور وہ شخص جسے دفن کیے جانے سے روک دیا گیا اسے مصبر کہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی آدمی نے کسی حاکم کے حکم سے کسی مسلمان کا مال دبانے کیلئے قسم کھائی اس حال میں

کہ وہ اس میں جھوٹا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس پر اللہ عزوجل ناراض ہوگا۔

اور یہ قسم ماضی پر کھائی جاتی ہے اور قرآن عظیم میں متعدد جگہوں پر واقع ہوئی ہے

ان جگہوں میں سے چند جگہیں یہ ہیں: ''يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَاقَالُوْا''۔ [التوبہ:۷۴](۷)

اور اللہ عزوجل نے کفارے کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا:

''ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ''. [الانعام:۲۳](۸)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمٰنِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا. [ال عمران:۷۷]۔(۹)

حاکم کیلئے خصم کے سامنے اس آیت کا پڑھنا اپنے قسم لینے کے متعلق مستحب ہے تا کہ وہ ڈرے۔

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث میں مقدمات سماعت کرنے کا (عدالتی) طریقہ بیان ہوا ہے۔

(۱): دیکھئے الحدیث التاسع عشر۔

(۲): یعنی زوجہ انتقال کرگئی ہے اور یہ دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے تا کہ حرام کام میں نہ پڑے مگر نان نفقہ پر قدرت نہیں رکھتا اور اس کی اولاد یا عزیز واقرباء مال دار ہیں تو ایسی صورت میں اولاد اور عزیز واقرباء پر نان نفقہ کے دعویٰ کو بغیر گواہوں کے قبول کیا جائے گا اور نان نفقہ دینا لازم ہوگا۔

(۳): تاوان اور تلف شدہ چیز کی قیمت بلاعوض لازم آتی ہے کہ اس عوض میں کچھ نہیں ملتا بلکہ دینا پڑتا ہے۔اسی طرح مہر شوہر پر گویا کہ بلاعوض لازم آیا ہے کہ نکاح اور عورت پر مرد کو محض ایجاب وقبول سے مل جاتی ہے مگر مہر کا لزوم ایک مخفی چیز کے عوض ہوا جسے معدوم قرار دیا گیا تو یوں شوہر پر مہر کا لزوم گویا کہ بلاعوض ہوا۔

(۴): یعنی اسے دوسرے شوہر نے طلاق دے دی اور وہ پہلے شوہر کیلئے حلال ہے۔

(۵): ایلاء کی تعریف: ایلاء کے معنی ہیں کہ کسی شوہر نے قسم کھائی کہ عورت سے قربت نہ کرے گا یا چار مہینے قربت نہ کرے گا یا عورت باندی ہے تو اس کے ایلاء کی مدت دو ماہ ہے۔ (بہار شریعت حصہ ۸ ص ۴۱، مکتبہ ضیاء القرآن لاہور)

(۶): یمین کی اقسام:

یمین کی تین اقسام ہیں۔

(۱): یمین غموس: جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی یعنی مثلاً جس کے آنے کی نسبت جھوٹی قسم کھائی تھی یہ خود بھی

جانتا ہے کہ نہیں آیا تو ایسی قسم کو غموس کہتے ہیں۔ (بہارِ شریعت حصہ۹ص۰ا ضیاء القرآن)

(۲): یمین لغو: (جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی) اگر اپنے خیال سے تو اس نے سچی قسم کھائی تھی مگر حقیقت میں وہ جھوٹی ہے مثلاً جانتا تھا کہ نہیں آیا اور قسم کھائی کہ نہیں آیا اور حقیقت میں وہ آ گیا تو ایسی قسم کو لغو کہتے ہیں۔

(۳): یمین منعقدہ: اور اگر آئندہ کیلئے قسم کھائی مثلاً خدا عزوجل کی قسم کہ میں یہ کام کروں گا یا نہ کروں گا تو اس کو منعقدہ کہتے ہیں۔

(۷): ترجمہ کنزالایمان: اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہ کہا۔

(۸): ترجمہ کنزالایمان: پھر ان کی کچھ بناوٹ نہ رہی مگر یہ کہ بولے ہمیں اپنے رب اللہ کی قسم کہ ہم مشرک نہ تھے۔

(۹): ترجمہ کنزالایمان: جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے ذلیل دام لیتے ہیں۔

مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مقدسہ کے تحت لکھتے ہیں: اس وعید میں جھوٹی قسم کھا کر مال لے لینے والے رشوت لے کر جھوٹی گواہی دینے والے یا جھوٹے فیصلے کرنے والے دام لے کر جھوٹے فتوے دینے والا مختانہ لے کر جھوٹوں کو جھوٹی وکالت کرنے والے سب داخل ہیں۔ اللہ عزوجل محفوظ رکھے (امین)۔ (نور العرفان)

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

دِمَاءٌ: دَمٌ کی جمع، خون۔ اَمْوَالٌ: مَالٌ کی جمع، جس چیز کی طرف دل مائل ہو۔
اَلْبَيِّنَةُ: گواہ۔ اَلْمُدَّعِيْ: دعوی کرنے والا۔ اَلْيَمِيْنُ: قسم۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ الرَّابِعُ وَالثَّلاثُوْنَ......﴾

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضى الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰه صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: (مَنْ رَاٰى مِنْكُم مُنْكراً فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَمْ يَستَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ، فَاِنْ لَمْ يَستَطِعْ فَبِقَلْبِه وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ) رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قوله صلى الله عليه وسلم: (ذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ) لَيْسَ المرادُ اَنَّ العاجزَ اذا اَنْكرَ بِقلبِهٖ يكونُ اِيْمَانُهٗ اضعفَ مِنْ اِيْمَانِ غيرِهٖ، واِنَّمَا المرادُ اَنَّ ذٰلکَ اَدْنَى الايمانِ وَذٰلک اَنَّ العملَ ثمرةُ الايمانِ، وَاَعْلٰى ثمرةِ الايمانِ فِي بابِ النَّهْيِ عَنِ المنكرِ اَنْ يَنْهٰى بِيَدِهٖ، وَاِنْ قُتِلَ كَانَ شَهِيْداً، قال اللّٰهُ تعالى حَاكِياً عَنْ لُقْمَانَ: ﴿يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَکَ﴾ [لقمان:۱۷] وَيجِبُ النَّهْيُ على القادرِ بِاللِّسانِ وَاِنْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ، كَمَا اِذا عَلِمَ اَنَّهٗ اِذَا سَلَّمَ لَايَرُدُّ عليهِ السلامُ فاِنَّهٗ يُسَلِّمُ.

فَاِنْ قِيْلَ: قولُهٗ صلى الله عليه وسلم: (فَاِنْ لَمْ يَستَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ، فَاِنْ لَمْ يَستَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ) يَقْتَضِي اَنَّ غَيْرَ المُسْتَطِيْعِ لَايَجُوْزُ لَهُ التَّغْيِيْرُ بغيرِ القَلْبِ وَالامْرُ لِلْوُجُوْبِ.

فجوابُهٗ من وجهَيْنِ:

اَحَدُهُمَا: اَنَّ المفهُوْمَ مُخَصَّصٌ بِقَولِهٖ تعالى: ﴿وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَکَ﴾. [لقمان:۱۷]

والثانی: اَنَّ الامْرَ فِيْهِ يعنى رفعَ الحَرَجِ لَا رَفْعَ المُسْتَحَبِّ. فَاِنْ قِيْلَ: الْاِنْكَارُ بِالقَلْبِ لَيْسَ تَغْيِيْرُ المنكرِ فَمَا معنَى قولِهٖ صلى الله عليه وسلم: (فَبِقَلْبِه).

فجوابُهٗ: اَنَّ المرادَ اَن ينكرَ ذٰلکَ وَلَا يَرْضَاهُ وَيَشْتَغِلُ بِذِكْرِ اللّٰهِ، وقَدْ مدحَ اللّٰهُ تعالى العَامِلِيْنَ بِذٰلِکَ فَقَالَ: ﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾. [الفرقان:۷۲]

ترجمہ:

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۱) سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ" جو تم میں سے برائی کو دیکھے پس اسے چاہیے کہ وہ اسے ہاتھ سے بدل (روک) دے اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اپنے دل سے (برا جانے) اور وہ زیادہ کمزور ایمان والا ہے" روایت کیا اسے امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "ذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ " اس سے یہ مراد نہیں کہ عاجز جب اپنے دل سے اچھا نہ جانے تو

اس کا ایمان دوسرے کے ایمان سے زیادہ کمزور ہوگا (بلکہ) اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا شخص ایمان کا ادنیٰ درجہ رکھتا ہے کیونکہ عمل ایمان کا نتیجہ ہوتا ہے اور برائی سے منع (نہی عن المنکر) کرنے کے باب میں ہاتھ سے منع کرنا اعلیٰ ایمان ہے (۲) اور اگر قتل کر دیا جائے تو شہید ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حکایت کرتے ہوئے فرمایا،

"یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَامُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا اَصَابَكَ" [لقمان ۱۷]۔(۳)

اور زبان سے روکنے کی قدرت رکھنے والے پر منع کرنا واجب ہے اگرچہ اس کی بات کو نہ سنا جائے (عمل نہ کیا جائے) جیسا کہ جب کسی شخص کو علم ہو کہ جب وہ کسی کو سلام کرے گا تو اس کے سلام کا جواب نہیں دیا جائے گا تو بے شک اسے چاہئے کہ وہ سلام کرے۔(۴)

پس اگر اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان: "فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ"۔

اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ جو استطاعت نہیں رکھتا تو وہ صرف دل سے برا جانے اس کے علاوہ کسی اور چیز سے اس کیلئے برا جاننا جائز نہیں، حالانکہ امر تو وجوب کیلئے ہوتا ہے۔(۵)

تو اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔

(۱) ان میں سے ایک یہ ہے کہ مفہوم اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ خاص کیا جائے گا۔

"وَاصْبِرْ عَلٰى مَا اَصَابَكَ"۔ [لقمان ۱۷](۶)

(۲) ان میں سے دوسرا یہ ہے کہ بے شک اس میں امر حرج دور کرنے کیلئے ہے نہ کہ مستحب کو دور کرنے کیلئے۔

پس اگر اعتراض کیا جائے کہ محض دل سے برا جاننے کے ساتھ برائی نہیں رکتی تو رسول اللہ ﷺ کے فرمان "فَبِقَلْبِهٖ" کا کیا مطلب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسے دل سے برا جانے (۷) اس پر راضی نہ ہو اور اللہ عزوجل کے ذکر میں مشغول ہو جائے، اللہ عزوجل نے اس پر عمل کرنے والوں کی تعریف بیان فرمائی۔

اللہ عزوجل نے فرمایا، "وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا"۔ [الفرقان ۷۲](۸)

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث مبارکہ میں اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ کا بیان ہے۔

(۱) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی اسم گرامی سعد بن مالک الانصاری ہے اور کنیت ابوسعید الخدری ہے، اسی کنیت سے مشہور ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انصار کے قبیلہ "خُدْرَۃ" کی طرف منسوب کیا جاتا ہے (اوراسی وجہ سے خدری کہلائے)۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے عالم احادیث تھے۔ صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورحمہم اللہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث روایت کیں۔ چوراسی (۸۴) سال کی عمر میں ۶۴ ہجری میں وفات پائی، جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج اوّل کتاب الایمان الفصل الاوّل حدیث ۱۹ صفحہ ۱۷۵)

(۲) محض دل میں براجاننا ایمان کا ادنی درجہ ہے۔

(۳) ترجمہ کنزالایمان: اے میرے بیٹے نماز برپا رکھ اوراچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کر اور جو افتاد تجھ پر پڑے اس پر صبر کر۔

اس آیت مقدسہ سے معلوم ہوا کہ ان امتوں پر بھی نماز فرض تھی اگرچہ ان کا طریقہ ادا ہماری اسلامی نماز سے مختلف تھا۔ نماز بڑی پرانی عبادت ہے اوراس میں ترتیب ذکری ہے۔ عالم واعظ پہلے خود نیک عمل کرے پھر دوسرے سے کہے، بے عمل واعظ کا وعظ دلوں میں اثر نہیں کرتا نیز ہر مسلمان دین کا مبلغ ہونا چاہیے۔ جو مسئلہ معلوم ہو وہ دوسروں تک پہنچائے صرف علماء پر ہی تبلیغ لازم نہیں (نیز) ہر تکلیف دہ چیز رنج وغم، بیماری، ناداری سب پر صبر کرو خصوصاً تبلیغ میں جو جہلاء سے تمہیں تکلیف پہنچے اس پر ملول ہو کر تبلیغ نہ چھوڑ دو۔ (تفسیر نورالعرفان)

(۴) اسی طرح امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیا جائے اگرچہ کوئی عمل کرے یا نہ کرے، سنے یا نہ سنے۔

میرے پیرومرشد، شیخ الاسلام، مجدد اسلام، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: "ہمارا کام کوشش کرنا ہے کرکے دکھانا نہیں"۔

(۵) امر کے وجوب کے بارے میں دیکھئے الحدیث الثامن کی شرح۔

(۶) ہاتھ اور زبان سے منع کرنا کہ اگر کوئی کرے اور تکلیف پہنچے تو اس پر صبر کرے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا، "وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ"۔ [لقمان:۱۷]

(۷) یعنی برائی پر راضی نہ ہو، موسیقی سنے تو سنت پر عمل کرتا ہوا اپنی انگلیوں کو کانوں میں داخل کرتا ہوا گزرے۔

عَنْ نَافِعٍ قَالَ کُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِیْ طَرِیْقٍ فَسَمِعَ مِزْمَارًا فَوَضَعَ اُصْبُعَیْہِ فِیْ اُذُنَیْہِ وَنَاعَنِ الطَّرِیْقِ اِلَی الْجَانِبِ الْاٰخَرِ ثُمَّ قَالَ لِیْ بَعْدَ اَنْ بَعُدَ یَا نَافِعُ ھَلْ تَسْمَعُ شَیْئًا قُلْتُ لَا فَرَفَعَ اُصْبُعَیْہِ مِنْ اُذُنَیْہِ قَالَ کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ یَرَعٍ فَصَنَعَ مِثْلَ مَاصَنَعْتُ قَالَ نَافِعٌ وَکُنْتُ اِذًا ذَاکَ صَغِیْرًا۔

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ شریک سفر تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باجے کی آواز سنی تو انگلیاں کانوں میں ڈال لیں اور راستہ سے دور دوسری طرف ہٹ گئے پھر دور جانے کے بعد مجھے فرمایا۔ اے نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم کچھ سن رہے ہو میں نے کہا نہیں تب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انگلیاں اپنے کانوں سے نکالیں اور فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بانسری کی آواز سنی تو اسی طرح کیا جس طرح میں نے کیا ہے نافع کہتے ہیں کہ میں اس وقت چھوٹا تھا۔ (مشکوۃ المصابیح باب البیان والشعر الفصل الثالث صفحہ ۴۱۱ مکتبہ امدادیہ ملتان)

حضرت سیدنا ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت "لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ" کی تفسیر پوچھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے ابو ثعلبہ! نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو اگر تم دیکھو کہ بخل کی اطاعت، خواہش کی اتباع کی جاتی ہے اور دنیا کو ترجیح دی جاتی ہے اور ہر ذی رائے اپنی رائے پر اتراتا ہے تو تم اپنی فکر کرو اور لوگوں کو چھوڑ دو بے شک تمہارے بعد اندھیری رات کے ٹکڑے کی طرح فتنے ہیں اس وقت جو دین اختیار کرے گا جس طرح تم نے اختیار کیا تو اسے تم میں سے پچاس (کے برابر) ثواب ملے گا۔ (لباب الاحیاء خلاصہ نیکی کا حکم دینا برائی سے منع کرنا ص ۱۷۳)

(۸) ترجمہ کنزالایمان: اور جب بیہودہ پر گزرتے ہیں اپنی عزت سنبھالے گزر جاتے ہیں یعنی وہ بری مجلس میں شرکت نہیں کرتے۔ اگر راہ گزر میں برے مل جائیں تو اپنے کو ان سے بچاتے ہوئے نکل جاتے ہیں، نہ وہاں کھڑے ہوں نہ ان سے راضی ہوں۔ (تفسیر نورالعرفان)

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معنی......﴾

مَنْ رَاٰی: جو دیکھے۔ مُنْکَرًا: برائی، اسم مفعول۔ اَضْعَفُ: بہت کمزور۔ لَمْ یَسْتَطِعْ: نہ استطاعت ہو۔ ثَمْرَۃٌ: پھل۔ حَاکِیْ: حکایت کرنے والا، اسم فاعل۔

لَا یُرَدُّ: نہیں لوٹایا جائے گا۔ مُخْتَصٌّ: خاص کیا ہوا۔ رَفْعُ الْحَرَجِ: حرج کا دور کرنا۔ لَا یَرْضَاہُ: وہ اس پر راضی نہ ہو۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِیْثُ الْخَامِسُ وَالثَّلَاثُوْنَ......﴾

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: (لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا یَبِعْ بَعْضُکُم عَلَی بَیعِ بَعضٍ، وَکونوا عِبَادَ اللّٰهِ اِخوَانًا، المُسلِمُ اَخو المُسلِمِ، لَا یَظْلِمُهُ، وَلَا یَخذُلُهُ، وَلَا یکْذِبُهُ، وَلَا یَحْقِرُهُ، التَّقْوَی هَاهُنَا وَیُشِیرُ اِلَی صَدرِهِ ثَلَاثَ مَراتٍ بِحَسْبِ امْرِیٍٔ مِنَ الشَّرِ اَن یَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ، کُلُّ الْمسلمِ عَلَی الْمُسلِمِ حَرَام دَمُهُ وَمَالُه وَعِرضُه) رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قولُهٗ صلی الله علیه وسلم: (لَا تَحَاسَدُوا) قَدْ تَقَدَّمَ اَنَّ الْحَسَدَ عَلٰی ثلاثةِ انواعٍ. وَالنَّجْشُ: اصلُهُ الارْتفاعُ والزیادةُ، وَهُوَ اَنْ یَزِیْدَ فِی ثَمَنِ سِلْعَةٍ لِیُغِرَّ غیرَهُ، وهُوَ حرامٌ، لِاَنَّهٗ غِشٌّ وَخدِیْعَةٌ.

وقولُه صلی الله علیه وسلم: (وَلَا تَدَابَرُوا) اَیْ: لَا یهْجرُ احدُکُمْ اَخَاهُ وَاِنْ رَآهُ اَعْطَاه دبرهُ اَیْ ظَهرَه قَالَ صلی الله علیه وسلم (لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَهْجرَ اَخَاهُ فَوقَ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ یَلْتقِیَانِ فَیُعْرِضُ هٰذَا وَیُعرِضُ هٰذا وخیرُهُمَا الذی یَبْدا بِالسَّلَامِ).

وَالبیعُ علی بَیْعِ اَخِیْهِ، صُورَتُهُ: اَنْ یَّبِیعَ اَخُوْهُ شَیْئاً فَیَامُرُ الْمُشْتَرِی بِالفَسْخِ لِیَبِیْعَه مِثْلَهٗ او اَحْسَنَ مِنْهُ بِاَقَلَّ مِنْ ثمنِ ذٰلِکَ، وَالشِّرَاءُ علی الشِّرَاءِ حرامٌ: بِاَنْ یَاْمُرَ البَائِعَ بِالفَسْخِ لِیَشْتَرِیَه مِنهُ بِاَغْلا ثمنٍ، وَکَذٰلِکَ یَحْرُمُ السَّوْمُ عَلی سَوْمِ اخِیْهِ، وَکُلُّ هٰذَا دَاخِلٌ فِی الحدِیْثِ لِحَصُوْلِ المَعْنی، وَهُوَ التَّبَاغُضُ وَالتَّدَابُرُ، وَتَقییدُ النَّهْیِ بِبَیْعِ اَخِیْهِ یقْتَضِی اَنَّهٗ لا یَحْرُمُ عَلی بَیْعِ الْکَافِرِ، وَهُوَ وَجْهٌ لِابْنِ خَالوِیْهِ، وَالصَّحِیحُ لا فَرْقَ، لِاَنَّهٗ مِن بابِ الوَفاءِ بِالذِّمَّةِ والعَهْدِ.

قولُهٗ صلی الله علیه وسلم: (التَّقوَی هَاهُنَا) واَشَارَ بِیَدِهِ الی صَدرِهٖ واَرَادَ القلْبَ، وقد تَقَدَّمَ قولُه صلی الله علیه وسلم: (اَلَا وَاِنَّ فِی الجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الجَسَدُ کُلُّهُ) الحدیث.

قولُه صلی الله علیه وسلم: (وَلَا یَخذُلُهُ) اَیْ عندَ امرِهِ بالمعروفِ او نَهْیِهٖ عَنِ المُنْکرِ، اَوْ عِنْدَ مُطَالَبَتِهٖ بحقٍّ مِّنَ الحقُوْقِ، بَلْ یَنْصُرُهٗ وَیُعِینهٗ وَیدْفَعُ عَنهُ الاَذٰی مَااسْتَطَاعَ۔

وقولُهٗ صلی الله علیه وسلم: (وَلَا یَحْقِرُهُ) اَیْ: فَلَا یَحْکُمُ علی نَفْسِهٖ بِاَنَّهٗ خَیْرٌ مِنْ غَیْرِهٖ، بَلْ یَحْکُمُ عَلی غَیْرِهٖ بِاَنَّهٗ خَیْرٌ منه، اَوْ لا یحکمُ بِشیءٍ فانَّ العاقبةَ مَنْطوِیَّةٌ ولَا یَدْرِی العبدُ بِمَا یَخْتِمُ لَهٗ، فَاِذَا رَاٰی صَغِیْراً

مُسْلِمًا حَكَمَ بِاَنَّهُ خَيْرٌ منه بِاعتبارِ اَنَّهُ اَخَفُّ ذنوباً منه، وإنْ رَاى مَنْ هُوَ اَكْبَرُ سِنًّا منهُ حَكَمَ لَهُ بِالخَيْرِيَّةِ بِاعتبارِ اَنَّهُ اَقْدَمُ هِجْرَةً مِنْهُ فِي الاسْلَامِ، وَاِنْ رَاى كَافِراً لَمْ يَقْطَعْ لَهُ بِالنَّارِ لاحتِمَالِ اَنَّهُ يُسْلِمُ فَيَمُوْتُ مُسْلِمًا.

قوله صلى الله عليه وسلم: (بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ) اى: يَكْفِيْهِ مِنَ الشَّرِّ (اَنْ يَحقِرَ اَخَاهُ) يعنى اَنَّ هَذَا شَرٌّ عَظِيْمٌ يَكْفِي فاعلَهُ عَقُوْبَةُ هٰذا الذَّنْبِ.

قوله صلى الله عليه وسلم: (كُلُّ المُسلِمِ...الخ) قَالَ فِي حَجَّةِ الوداعِ: (إن دَمَاءَ كُمْ واَمْوَالَكُمْ واَعْرَاضَكُمْ عليكم حرامٌ كحرمةِ يومِكُمْ هذا فى بلدِكُمْ هذا). واسْتَدَلَّ الكرابيسىُّ بهذا الحديثِ على اَنَّ الغيبةَ والوقوعَ فِي عِرْضِ المسلمِيْنَ كَبِيْرَةٌ. اِمَّا لِدَلَالَةِ الْاِقْتِرَانِ بِالدَّمِ وَالْمَالِ وَاِمَّا لِلتَّشْبِيْهِ بقولِه: (كَحُرمةِ يومِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا فى بلدِكُمْ هذا). وَقَدْ تَوَعَّدَ اللّٰهُ تعالى بِالعذابِ الاَلِيْمِ عَلَيْهِ فقال تعالىٰ: ﴿وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيمٍ﴾. [الحج:۲۵]

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "باہم حسد نہ کرو، محض قیمت بڑھانے کیلئے باہم بولی نہ دو، باہم دشمنی نہ کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو تم میں سے کوئی شخص کسی کے سودے پر سودا نہ کرے۔اے اللہ تعالیٰ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے ذلیل کرتا ہے نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ ہی اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے ذلیل کرتا ہے نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ ہی اسے حقیر جانتا ہے آپ ﷺ نے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین بار فرمایا، تقویٰ یہاں ہے انسان کے برا ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے، ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے"۔

روایت کیا اسے امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "لَا تَحَاسَدُوا"۔

تحقیق حسد کی تین اقسام گزر گئیں (۲) اور النَّجْش کی اصل بھاؤ کا بڑھنا اور اصطلاحی معنی ہے، سامان کے ثمن میں زیادتی کرنا تا کہ وہ غیر کو دھوکا دے جو حرام ہے کیونکہ یہ ملاوٹ اور دھوکا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "وَلَا تَدَابَرُوْا" یعنی تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کو نہ چھوڑے (قطع تعلق نہ کرے) کہ اگر اسے دیکھے تو اس کی طرف پیٹھ کر کے اعراض کرے۔

کسی مسلمان کیلئے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے کہ جب دونوں ملے تو وہ اس سے اعراض کرے (منہ پھیرے) وہ اس سے اعراض کرے (منہ پھیرے) ان دونوں میں سے افضل وہ ہے جو سلام میں پہل کرے (۳) اور اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرنے کی صورت یہ ہے کہ بائع کسی شے کو بیچتا ہے اور کوئی شخص مشتری سے (مدت خیار میں) کہتا ہے اس بیع کو فسخ کردوں تاکہ وہ (فسخ بیع پر ابھارنے والا) اس مشتری کو اسی قیمت پر اس سے بہتر کم قیمت پر بیچے۔ (۴)

شِرَاءٌ عَلَى الشِرَاءِ (بیع پر بیع کرنا) حرام ہے اس طرح کہ کوئی شخص بائع سے کہے کہ اس بیع کو فسخ کردو تاکہ وہ اس بائع سے زیادہ قیمت میں خریدے اور اسی طرح مسلمان بھائی کی منگنی پر منگنی کرنا بھی حرام ہے۔

اوران تمام میں تَبَاغُض و تَدَابُر کا معنی پائے جانے کی وجہ سے یہ تمام باتیں اس حدیث میں داخل ہیں اور بیع کے متعلق نہی وہ اپنے مسلمان بھائی کی بیع کے ساتھ خاص ہے جو کہ اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ کافر کی بیع پر بیع کرنا (قیمت کا بڑھنا وغیرہ) منع نہیں جو کہ ابن خالویہ کے نزدیک ہے۔ جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ مسلمان اور کافر کی بیع میں کوئی فرق نہیں (لہٰذا اس حدیث میں مسلمان اور کافر دونوں کی بیع پر بیع کرنا منع ہے) کیونکہ یہ باب الوفاء والذمۃ والعہد سے ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "اَلتَّقْوٰی هَاهُنَا" رسول اللہ ﷺ نے اپنے مبارک سینے کی طرف اشارہ کر کے دل مراد لیا (۵) جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان، خبردار جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ درست ہو تو تمام جسم درست ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "وَ لَا يَخْذُلُهُ" یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر یا اپنے حق کا مطالبہ کرتے وقت (اسے ذلیل نہ کرے) جبکہ اس کی مدد کرے اور حسب استطاعت اس سے تکلیف کو دور کرے۔ (۶)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "وَلَا يَحْقِرُهُ" یعنی اپنے آپ کو اس سے بہتر نہ جانے بلکہ اپنے دوسرے کو اپنے سے بہتر جانے یا کسی بھی شے کا فیصلہ کرے کہ انجام مخفی ہے بندہ نہیں جانتا کہ اس کا خاتمہ کس پر ہوگا۔ (۷)

لہٰذا جب وہ کم عمر مسلمان کو دیکھے تو اسے اپنے سے بہتر جانے اس لیے کہ اس کے گناہ کم ہیں اور اگر زیادہ عمر والے (بڑے) کو دیکھے تو اسے اپنے سے خیر یہ (خیر القرون سے نسبت رکھنے والا) جانے اس لیے کہ وہ اسلام میں پہلے داخل ہوا اور زیادہ نیکیوں والا ہے۔

اور اگر کافر کو دیکھے تو اس کیلئے دوزخ کو قطعی نہ جانے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اسلام لے آئے اور مسلمان ہی مرے۔ (۸)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ" یعنی مسلمان کے شر سے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے یعنی یہ بڑا شر ہے۔ اس کا ارتکاب کرنے والا دوسرے گناہ نہ بھی کرے تو اسے اس گناہ کی سزا ہی کافی ہے۔ (۹)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "کُلُّ الْمُسْلِمِ ...... الخ" رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا، بے شک تمہارے خون، مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا آج کا دن تمہارے اس (مقدس) شہر میں (۱۰) اور حضرت علامہ کرابی رحمتہ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ غیبت کرنا اور مسلمان کی عزت میں پڑنا گناہ کبیرہ ہے (۱۱) خون اور مال سے ملنے کی وجہ سے یا پھر رسول اللہ ﷺ کے اس قول

"کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ هٰذَا فِی شَهْرِکُمْ هٰذَا فِی بَلَدِکُمْ هٰذَا" کے ساتھ تشبیہ کی وجہ سے اور تحقیق اس پر اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔

اللہ عزوجل نے فرمایا، "وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ"۔ [الحج ۲۵] (۱۲)

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث میں امام الانبیاء، شاہ کون ومکان، فخر انسانیت، معلم انسانیت ﷺ نے آداب اجتماعیت کو بیان فرمایا کہ معاشرتی زندگی اس طرح گزارو۔

(۱) دیکھئے الحدیث التاسع۔

(۲) دیکھئے الحدیث الثالث عشر۔

(۳) سلام کرنے میں پہل کرنے کی فضیلت۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صَدَیِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ "اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَاَهُمْ بِالسَّلَامِ"۔

حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "بے شک لوگوں میں اللہ عزوجل کے نزدیک وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ (ریاض الصالحین باب آداب السلام)

اس حدیث مبارکہ میں اَوْلَی النَّاسِ بِاللّٰهِ سے معلوم ہوا کہ سلام میں پہل کرنے والے اللہ عزوجل کا قرب پاتے ہیں جیسا کہ اس کی شرح نزھۃ المتقین میں ہے

اَوْلَی النَّاسِ بِاللّٰهِ، اَیْ اَحَقُّهُمْ بِالْقُرْبِ مِنْهُ بِالطَّاعَةِ۔

اولی الناس باللہ سے مراد ہے کہ سلام میں پہل کرنے والے اللہ عزوجل کی اطاعت کے سبب اللہ عزوجل کے قرب کے زیادہ حقدار ہیں۔ (نزھۃ المتقین شرح ریاض الصالحین من کلام سید المرسلین (ج اوّل) کتاب السلام باب آداب السلام صفحہ ۵۸۲)

اِنَّ اَقْرَبَ النَّاسِ مِنَ اللّٰہِ بِالطَّاعَۃِ مِنْ بَدَاَ اَخَاہُ بِالسَّلَامِ عِنْدَ مُلَاقَاتِہٖ لِاَنَّہُ السَّابِقُ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَالْمُبَادِرُ اِلٰی تَطْیِیْبِ نَفْسِ اَخِیْہِ وَالْمُذَکِّرُ لَہُ بِذِکْرِ اللّٰہِ۔

بے شک اطاعت کے سبب لوگوں میں سے اللہ عزوجل کے نزدیک وہ شخص ہوگا جو اپنے بھائی کی ملاقات کے وقت اس سے سلام میں پہل کرے کیونکہ سلام میں پہل کرنے والا ذکر اللہ عزوجل کرنے میں سابق (اوّل) اور اپنے بھائی کا دل خوش کرنے میں جلدی کرنے والا اور اپنے بھائی کو ذکر اللہ عزوجل کرنے میں نصیحت کرنے والا ہے یعنی ذکر اللہ عزوجل یاد دلانے والا ہے۔(ایضا)

(۴) ایسی بیع ممنوع ہے۔ (بہار شریعت ج دوم کتاب البیوع حصہ ۱۱ صفحہ ۷۴)

بائع، مشتری، بیع کی تعریفات دیکھئے الحدیث الثالث والعشرون۔

(۵) یعنی تقویٰ دل میں ہے اگر دل میں خوف خدا عزوجل ہو تو معاملات بھی درست رہتے ہیں۔

تقوی کے تین درجات:

(۱) اللہ عزوجل پر ایمان، لانا شرک نہ کرنا۔

اس کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا، وَاَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی۔

ترجمہ کنزالایمان: اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا۔ [الفتح ۲۶]

(۲) اس چیز سے بچنا جو گناہ میں ڈالے۔

اللہ عزوجل نے فرمایا، وَلَوْاَنَّ اَھْلَ الْقُرٰی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا۔

ترجمہ کنزالایمان:

اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور ڈرتے۔ [الاعراف:۹۶]

(۳) ہر اس چیز سے بچنا جو اللہ عزوجل سے غافل کردے۔

اللہ عزوجل نے فرمایا، وَاتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ ۔ ترجمہ کنزالایمان: ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔[آل عمران ۱۰۲]

اس درجے سے مراد اللہ عزوجل کی یاد میں گم ہو جانا بس خدا عزوجل ہی خدا عزوجل ہو۔

شاعر نے کہا

خَیَالُکَ فِیْ عَیْنِیْ وَذِکْرُکَ فِیْ فَمِیْ
وَمَثْوَاکَ فِیْ قَلْبِیْ فَاَیْنَ تَغِیْبُ

اے اللہ عزوجل تیرا خیال میری آنکھوں میں تیرا ذکر میرے لبوں پر تیری یاد کا ٹھکانہ میرا دل ہے پس تو کہاں پوشیدہ رہا۔
(شیخ زادہ علی تفسیر بیضاوی)

(۶) عَنْ عبداللّٰهِ ابی قَتَادَةَ اَنَّ اَبَاقَتَادَةَ طَلَبَ غَرِيْمًا له فَتَوارى عَنْهُ ثُمَّ وَجَدَهُ فَقَالَ اِنِّىْ مُعْسِرٌ قَالَ لِلّٰهِ لِلّٰهِ قال اِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَنْ سَرَّهُ اَنْ يُنْجِيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ اَوْ يَضَعُ عَنْهُ۔

(۷) اس سے عام لوگ مراد ہیں ورنہ تو اللہ عزوجل نے اپنے برگزیدہ بندوں کو اس کا علم عطا فرمایا۔

(۸) اگر کفر پہ خاتمہ ہو تو اس کیلئے دوزخ قطعی جانے اور جب تک اسلام نہ لائے تو اس کے کفر پر رہنے کو سخت برا جانے اور قبول اسلام کی اس لیے دعا کرے جیسا کہ امام الانبیاء، سرکار مدینہ، محسن کائنات، معلم انس وجن ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سفارش پر ان کی والدہ ماجدہ کیلئے قبول اسلام کی دعا کی اور وہ ایمان لے آئی۔

(۹) عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارِ الْمُجَاشِعِى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عليه واله و سلم قال اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَىَّ اَنْ تَوَاضِعُوْا حَتّٰى لَايَفْخُرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَّيَبْغِىْ اَحَدٌ عَلَى اَحَدٍ۔
(مشکوۃ المصابیح باب المفاخرۃ العصبیۃ الفصل الاول صفحہ ۴۱۷ قدیمی کتب خانہ)

حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تواضع کرو حتیٰ کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے۔

”عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ يَفْتَخِرُوْنَ بِاٰبَائِهِمُ الَّذِيْنَ مَاتُوْا اِنَّمَاهُمْ فَحْمٌ مِّنْ جَهَنَّمَ اَوْ لَيَكُوْنَنَّ اَهْوَنَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الْجُعَلِ الَّذِىْ يُدَهْدِهُ الخَرْءَ بِاَنْفِهٖ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَ فَخْرَهَابِالْاٰبَاءِ اِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِىٌّ وفَاجِرٌ شَقِىٌّ النَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُوْاٰدَمَ و آدَمُ مِنْ تراب“۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ضرور اقوام اپنے فوت شدہ ان آباؤاجداد پر فخر کرنے سے باز آجائیں جو دوزخ کا کوئلہ ہیں ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس گندے کیڑے سے بدتر ہوجائیں گے جو اپنی ناک میں گندگی لگاتا ہے اللہ تعالیٰ نے یقیناً تم سے جاہلیت کا تکبر اور آباؤاجداد پر فخر دور فرمایا انسان مومن متقی ہے یا کافر بدبخت تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے ہیں۔
(ترمذی، مشکوۃ المصابیح باب المفاخرۃ والعصبیۃ الفصل الثانی ص ۴۱۷ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۱۰) مطلب یہ ہے کہ جس طرح حج کے دن کی اور مقدس شہر مکۃ المکرمہ کی حرمت و تعظیم تمہارے نزدیک ہے اسی طرح تمہارے خون، مال اور تمہاری عزتوں کی حرمت ہے احترام مسلم کو اختیار کرنا لازم ہے۔

(۱۱) اس کی تذلیل کرنا، دھوکا دینا بلکہ ہر وہ کام جس سے مسلمان کی دل آزاری ہو اس کا کرنا سخت گناہ ہے۔

(۱۲) ترجمہ کنزالایمان: اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ اس آیت مقدسہ کا شان نزول کچھ یوں بیان فرماتے ہیں۔ نبی ﷺ نے عبداللہ ابن انیس کو ایک انصاری کے ساتھ بھیجا انہوں نے آپس میں اپنی خاندانی عظمتیں بیان کیں۔ عبداللہ ابن انیس کو غصہ آیا اور انصاری کو قتل کر کے مرتد ہو کر مکہ مکرمہ بھاگ گیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان)

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

لَا تَحَاسَدُوْا: فعل مضارع نہی معروف، جمع مذکر حاضر، ایک دوسرے پر حسد نہ کرو۔ لَا تَنَاجَشُوْا: یعنی تم ایک دوسرے کی بولی پر قیمت بڑھانے کیلئے قیمت نہ دو۔ لَا تَبَاغَضُوْا: فعل مضارع نہی معروف، جمع مذکر حاضر، تم ایک دوسرے سے دشمنی نہ رکھو۔ لَا تَدَابَرُوْا: تم ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو۔ کُوْنُوْا: فعل امر حاضر معروف، تم سب ہو جاؤ۔ یُعْرِضُ: وہ اعراض کرتا ہے۔

یَبْدَأُ: پہل کرتا ہے۔ بِاَغْلاَ: زیادہ مہنگی۔ اِبْنُ خَالُوِیْه: نام ہے۔ اَلْاَذٰی: تکلیف۔ اَلْعَاقِبَةُ مَنْطوِیَّةٌ: مخفی انجام۔

اَخَفُّ: زیادہ ہلکا۔ اَلْکَرَابِیسِیُّ: اسم ہے۔ اَلْاِقْتِرَانُ: متصل ہونا۔ تَوَعَّدَ: اس نے وعدہ کیا۔ اَلْاَلِیْمِ: دردناک۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ السَّادِسُ وَالثَّلاثُوْنَ......﴾

عَنْ اَبِیْ هُرَيرَة رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: (مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤمِن كُرْبَةً مِن كُرَبِ الدُّنيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنهُ كُربَةً مِنْ كرَبِ يَوم القيامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ على مُعسرٍ يَسَّرَ اللّٰه عَلَيهِ فِی الدُّنيَا والآخِرَة، وَمَنْ سَتَرَ مُسلمًا سَتَرَهُ اللّٰه فِی الدُّنيَا وَالآخِرَة، وَاللّٰه فِی عَونِ العَبدِ مَا كَانَ العَبدُ فِی عَونِ اخيه، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلتَمِسُ فيهِ عِلمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا اِلَى الجَنَّةِ، وَمَا اجتَمَعَ قَومٌ فِی بَيتٍ مِنْ بيوتِ اللّٰهِ يَتلونَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدارسونَهُ بَينَهُم اِلَّا نَزَلَت عَلَيهِم السَّكِينَةُ وَغَشِيَتهُمُ الرَّحمَةُ وحَفَّتْهُمُ المَلائِكَةُ وَذَكَرَهُم اللّٰهُ فِيمَن عِندَهُ، وَمَنْ بَطَّا بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ) رَوَاهُ مُسْلِمٌ بهذا اللفظ.

قولُه صلى الله عليه وسلم: (مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤمِن كُرْبَةً مِن كُرَبِ الدُّنيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنهُ كُربَةً مِنْ كرَبِ يَومِ الْقِيَامَةِ) فِيهِ دَلِيْلٌ على استحبابِ القَرْضِ، وعلى استحبابِ خِلاَصِ الاَسِيْرِ مِنْ اَيْدِی الْكُفَّارِ بِمَالٍ يُعْطِيْهِ، وعَلٰی تَخْلِيصِ السملِمِ من ايدِی الظَّلَمةِ وخلاصِهِ من السِجْنِ. يقال: اِنَّ يُوسُفَ عليه السلام لَمَّا خَرَجَ مِنَ السِّجْنِ كَتَبَ عَلٰی بابِهِ: "هٰذا قبرُ الاَحْيَاءِ، وَشَمَاتَةُ الاَعْدَاءِ، وتَجْرِبةُ الاَصْدِقَاءِ". ويَدْخُلُ فِی هٰذَا البَابِ الضَّمَانُ عن المعْسَرِ، والكفالةُ بِبَدَنِهِ، لِمَنْ هُوَ قَادرٌ عليه، امّا العاجزُ فَلاَ يَنْبَغِی لَهُ ذٰلک، وقال بعضُ اصحاب القُفَّالِ: اِنَّ فِی التَّوْرَاةِ مَكْتُوبًا: اِنَّ الْكَفَالَةَ مَذْمُوْمَةٌ اَوَّلُهَا نَدَامَةٌ واَوْسطُهَا مَلاَمَةٌ، وآخرُهَا غَرَامَةٌ. فَاِنْ قِيلَ: قَال اللّٰهُ تعالىٰ: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ [الانعام:١٦٠]۔ وهذا الحديثُ يَدُلُّ على اَنَّ الحَسَنَةَ بِمِثْلِهَا لِاَنَّهَا قُوبِلَتْ بِتَنْفِيسِ كربةٍ واحدةٍ، ولم تقابل بِعَشْرِ كُرَبٍ مِّنْ يومِ القيامَةِ.

فجوابُهُ من وجهيْنِ:

احدُهُمَا: اَنَّ هٰذَا من بابِ مَفْهُومِ العَدَدِ، والحكمُ المعلَّقُ بعددٍ لا يَدلُّ عَلى نفِی الزِّيَادةِ وَالنُّقْصَانِ.

والثانی: اَنَّ كُلَّ كُرْبَةٍ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ القِيَامَةِ تَشْتَمِلُ عَلى اَهْوَالٍ كثيرةٍ واحوالٍ صَعْبَةٍ ومَخَاوَفَ جمّةٍ، وتِلْکَ الاهوالُ تَزِيدُ علی العَشَرَةِ واَضْعَافِهَا. وفِی الحديثِ سِرٌّ آخرُ مَكْتُومٌ يظهرُ بِطَرِيْقِ اللاّزِمِ لِلْمَلْزُوْمِ، وذلکَ اَنَّ فِيهِ وَعْداً بِاِخْبَارِ الصَّادِقِ: اَنَّ مَنْ نَفَّسَ الْكُرْبَةَ عَنِ الْمُسْلِمِ يَخْتِمُ لَهُ بخيرٍ، وَيَمُوتُ عَلى الاِسْلاَمِ، لِاَنَّ الكفَّارَ لاَ يُرْحَمُ فِی دارِ الآخرةِ ولاَ يُنَفَّسُ عنه من كُرَبِهِ شَیءٌ، ففی الحديثِ اشارةٌ اِلی بَشَارَةٍ تَضَمَّنَتْهَا العِبَارَةُ الوَارِدَةُ عَنْ صَاحِبِ الْاَمَارَةِ، فَبِهٰذَا الْوَعْدِ العَظِيمِ فَلْيَثِقِ الوَاثِقُوْنَ ﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ

الْعٰمِلُوْنَ﴾ [الصافات:٦١]۔ فَاَفْضَلُ الْعَمَلِ تَنفِيْسُ الكربِ.

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ(١) نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" جو کسی مومن سے دنیا کی تکالیف میں سے ایک تکلیف دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی تکالیف میں سے ایک تکلیف دور کرے گا اور جو کسی تنگدست پر آسانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر دنیا وآخرت میں آسانی کرے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے اور جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلا اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کیلئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں کوئی قوم جمع نہیں ہوتی کہ وہ کتاب اللہ کی تلاوت کریں اور اسے آپس میں سیکھیں سکھائیں مگر ان پر سکون نازل ہوتا ہے رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان پر سایہ فگن ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بارگاہ میں ان کا ذکر فرماتا ہے اور جس آدمی کا عمل تاخیر کرے اس کا نسب اس کیلئے جلدی نہیں کرتا"۔

روایت کیا اسے امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہی الفاظ کے ساتھ۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ"۔

اس فرمان میں اس بات پر دلیل ہے کہ حاجت مند مسلمان کو قرضہ دینا، کفار کے قبضہ سے مسلمان قیدی کو مال کے عوض چھڑانا، مسلمان کو ظالموں کے قبضہ سے آزاد کروانا اور مسلمان قیدی کو جیل سے آزاد کروانا مستحب ہے۔(٢)

منقول ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ سے نکلے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے دروازے پر لکھا، "هٰذَا قَبْرُ الْاَحْيَاءِ وَشِمَاتَةُ الاَعْدَاءِ وَتَجْرِبَةُ الْاَصْدِقَاءِ وَ يَدْخُلُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ الضَّمَانُ عَنِ الْمُعْسَرِ وَالْكَفَالَةُ بِبَدَنِهٖ لِمَنْ هُوَ قَادِرٌ عَلَيْهِ اَمَّا الْعَاجِزُ فَلَا يَنْبَغِيْ لَهٗ ذٰلِكَ"۔

یہ زندوں کی قبر ہے، دشمنوں کی خوشی ہے، دوستوں کا تجربہ ہے اور اس دروازے میں تنگ دست ضمان داخل ہوتا ہے اس کے بدن کی کفالت کرنا اس آدمی کیلئے ہے جو اس پر قادر ہو بہرحال یہ عاجز کیلئے مناسب نہیں۔(٣)

بعض اصحاب قفال نے کہا ہے، بے شک تورات شریف میں لکھا ہوا ہے کہ کفالت مذموم ہے جس کا اوّل ندامت، اوسط (درمیان) ملامت اور آخرت غرامت ہے۔

پس اگر اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا"۔ [الانعام ۱۶۰](۴)

جبکہ حدیث مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ایک نیکی اپنی ہی مثل ہے (۵) کیونکہ ایک نیکی کو ایک تکلیف دور کرنے کے مقابلے میں لایا گیا ہے قیامت کی دس تکالیف کے مقابلے میں نہیں لایا گیا۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں

اس میں سے ایک یہ ہے کہ یہ مفہوم عدد سے ہے (۶) اور جہاں پر حکم عدد پر معلق ہو (یعنی عدد سے تعلق رکھتا ہو) تو وہ زیادتی و کمی پر دلالت نہیں کرتا۔

دوسرا یہ ہے کہ ایک حسنہ کے مقابلے میں قیامت کی جس ایک مصیبت کو دور کیا جائے گا وہ مصیبت کئی مصیبتوں کے برابر بے شمار مشکل خطرناک احوال پر مشتمل ہوگی اور وہ احوال دس اور زائد پر مشتمل ہوگے۔ (۷)

اور اس حدیث مبارکہ میں ایک چھپا ہوا راز ہے جو لازم کی بدولت ملزوم سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں صادق (رسول اللہ ﷺ) کے خبر دینے کے سبب وعدہ ہے کہ جو کسی مسلمان کی تکلیف دور کرے گا (اس سے آخرت کی مصیبت ہی دور نہیں کی جائے گی بلکہ اس کے علاوہ بھی اسے فضیلت ملے گی) اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا اور اسلام پر مرے گا کیونکہ کفار پر آخرت میں رحم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس سے آخرت کی کسی مصیبت کو دور کیا جائے گا نیز اس حدیث کی عبارت صاحب اقتدار لوگوں کیلئے بشارت کو متضمن ہے (۸) لہٰذا خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اسی وعد عظیم پر بھروسہ کریں، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا،

"لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ" [الصافات ۶۱] (۹)۔

لہٰذا سب سے افضل عمل تکلیف کو دور کرنا ہے۔ (۱۰)

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث مبارکہ میں امام الانبیاء ﷺ نے لوگوں سے خیر خواہی کرنے اور علم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل کرنے کا ارشاد فرمایا۔

(۱) دیکھئے الحدیث التاسع۔

(۲) امیہ بن خلف حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جو اس کی ملک میں تھے دین سے منحرف کرنے کے لئے طرح طرح کی تکلیفیں دیتا تھا اور انتہائی ظلم اور سختیاں کرتا تھا ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ امیہ نے حضرت بلال کو گرم زمین پر ڈال کر تپتے ہوئے پتھر ان کے سینے پر رکھے ہیں اور اس حال میں کلمہ ایمان ان کی زبان پر جاری ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے امیہ سے فرمایا اے بدنصیب ایک خدا پرست پر یہ سختیاں۔ اس نے کہا آپ کو اس کی تکلیف ناگوار ہو تو خرید لیجئے آپ نے گراں

قیمت پر ان کو خرید کر آزاد کر دیا تو اس پر سورۂ لیل کی آیات نازل ہوئیں۔ (تفسیر خزائن العرفان)

(۳) جیل میں انسان زندہ ہونے کے باوجود تکلیف کے باعث مثل مُردہ ہوتا ہے، دشمن خوش ہوتے ہیں، عزیز و اقارب غم میں مبتلا ہوتے ہیں، لوگ حقارت سے دیکھتے ہوئے طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں لہٰذا عاجز محتاج کا اس تکلیف سے نجات پانا بہت دشوار ہوتا ہے۔

(۴) ترجمہ کنز الایمان جو ایک نیکی لائے تو اس کیلئے اس جیسی دس ہیں۔

یہ قانون ہے اور اس سے ہزار ہا گنا عطا فرمانا رب عزوجل کا فضل ہے۔

لہٰذا آیات میں تعارض نہیں۔

(۵) یعنی ایک ہی کے برابر ہے دو یا زیادہ نہیں۔

(۶) اس کا تعلق مفہوم عدد سے ہے، مفہوم عدد ایک اصطلاح ہے یعنی یہاں پر محض یہ فرمایا گیا ہے کہ قیامت کی سختیوں میں سے ایک کو دور کیا جائے گا۔

(۷) یعنی جو مطلق ایک سختی کا دور کرنا فرمایا گیا یہ دیگر دس سختیوں کے دور ہونے کی نفی نہیں کرتا کیونکہ ایک عدد دوسرے عدد کی نفی نہیں کر رہا۔

(۸) کیونکہ صاحب اقتدار کے پاس لوگ اپنی تکالیف و شکایات لاتے ہیں اس طرح صاحب اقتدار اور ان کی تکالیف کو دور کر کے اپنے لیے کثیر نیکیاں کما سکتے ہیں۔

(۹) ترجمہ کنز الایمان ایسی ہی بات کیلئے کامیوں کو کام کرنا چاہیے۔

یہ کلام رب تعالیٰ کا ہے جو آج فرمایا جا رہا ہے یعنی اے بندو اسی کامیابی کیلئے کوشش کرو جس کا حال نہیں سنایا گیا۔

(تفسیر نور العرفان)

(۱۰) اسی طرح دیگر اعمال کو بھی افضل فرمایا گیا جیسے:

وفی الحدیث دَلِیلٌ عَلٰی استِحبَابِ سِترِ الْمُسْلِمِ اِذَا اِطَّلَعَ عَلَیْہِ اَنَّہٗ عَمَلٌ فَاحِشَۃً قال اللّٰہ تعالٰی:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ﴾ [النور:۱۹]۔

والمُسْتَحَبُّ لِلانسانِ اذا اقْتَرَفَ ذَنْبًا اَنْ یَسْتِرَ عَلٰی نَفْسِہٖ، واَمَّا شُھُوْدُ الزِّنَا، فَاخْتَلَفَ فِیْھِم عَلٰی وَجْھَیْنِ:

احدُھُمَا: یستَحِبُّ لَھُمُ السِترُ، والثانی: الشَّھَادَۃُ۔

وفَصَّلَ بعضُهم فقال: إن رَأَوْا مَصْلِحَةً فِي الشَّهَادَةِ شَهِدُوْا، أَوْ فِي السِّتْرِ سَتَرُوْا.

وَفِي الحديثِ دَلِيْلٌ عَلى استحبابِ المَشْيِ فِي طَلَبِ الْعِلمِ، وَيُرْوى أَنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ وتعالى أَوْحٰى الى داوُدَ عليه الصلاةُ والسلامُ: أَنْ خُذْ عَصًا مِنْ حَدِيْدٍ ونَعْلَيْنِ مِنْ حَدِيْدٍ وَامْشِ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ حَتّٰى يَتَخَرَّقَ النَّعْلَانِ وَتَتَكَسَّرُ الْعَصَا.

وَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلى خِدْمَةِ الْعُلَمَاءِ، وَملازمتِهِمْ، والسَّفَرِ معهُمْ، واكتسابِ العِلمِ مِنْهُمْ، قال اللهُ تعالى حَاكِياً عَنْ مُوْسٰى عليه الصلاةُ والسلامُ: ﴿هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾ [الكهف:٦٦]۔

وَاعْلَمْ أَنَّ هٰذَا الحديث لَهُ شَرَائِطُ، مِنْهَا: اَلْعَمَلُ بِمَا يَعْلَمُهُ وقَالَ أَنَسٌ رضى الله عنه: اَلْعُلَمَاءُ هِمَّتُهُمُ الرِّعَايَةُ، والسُّفَهَاءُ هِمَّتُهُمُ الرِّوَايَةُ.

قَال الشاعرُ:

مَوَاعِظُ الوَاعِظِ لَن تُقْبَلا ... حَتّٰى يَعِيَهَا قَلْبُهُ أَوَّلاً

يَاقَوْمِ مَنْ أَظْلَمُ مِنْ وَاعِظٍ ... خَالَفَ مَاقَدْقَالَهُ فِي الْمَلَاءِ

أَظْهَرَ بَيْنَ الْخَلْقِ إِحْسَانَهُ ... وَخَالَفَ الرَّحْمٰنَ لَمَّا خَلا

وَمِنْ شَرَائِطِهِ: نَشْرُهُ، قال اللهُ تعالى: ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ الآية [التوبة:١٢٢]۔ ورُوِيَ أَنَسٌ رضى الله تعالى عنه أَنَّ النبيَّ صلى اللّٰه عليه وسلم قَالَ لِأَصْحَابِهِ: (أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنْ أَجودِ الأَجْوَادِ؟) قَالُوْا: بَلٰى يارَسُوْلَ اللّٰهِ، قال (اَللّٰهُ أَجْوَدُ الأَجْوَادِ، وانا اجودُ وُلدِ آدمَ، واجودُهُمْ بَعْدِي رَجُلٌ عَلِمَ عِلْمًا فَنَشَرَهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أُمَّةً وَحْدَهُ، وَرَجُلٌ جَادَ بِنَفْسِهِ فِي سَبِيْلِ اللهِ حَتّٰى قُتِلَ).

وَمِنْ شَرَائِطِهِ: تَرْكُ الْمُبَاهَاةِ وَالْمُمَارَاةِ، وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم انه قَالَ: (مَنْ طَلَبَ العِلْمَ لِأَرْبَعةٍ دَخَلَ النَّارَ: لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ، أَوْ يُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ، أَوْيَأْخُذَ به الاموالَ، او يَصْرِفَ بِهِ وجوهَ النَّاسِ اليه).

ومن شرائِطِهِ: اَلاحتِسَابُ فِي نَشْرِهِ وتركُ الْبُخلِ بِهِ، قَالَ اللّٰهُ تعالىٰ: ﴿قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا﴾ [الانعام:٩٠]

وِمِنْ شَرَائِطِهِ: تَرْکُ الْاَنْفَةِ مِنْ قولِ لَا اَدْرِیْ، فَاِنَّهٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فِیْ عُلُوِّ مَرْتَبَتِهٖ لَمَّا سُئِلَ عَنِ السَّاعَةِ: (مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ). وَسُئِلَ عَنِ الرُّوْحِ فَقَالَ: (لَا اَدْرِیْ).

وَمِنْ شَرَائِطِهِ: اَلتَّوَاضُعُ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا﴾ [الفرقان:٦٣]۔ قَالَ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لِاَبِیْ ذَرٍّ: (یَا اَبَا ذَرٍّ اِحْفَظْ وَصِیَّةَ نَبِیِّکَ عَسٰی اَنْ یَنْفَعَکَ اللّٰهُ بِهَا، تَوَاضَعْ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَسٰی اَنْ یَرْفَعَکَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، وَسَلِّمْ عَلٰی مَنْ لَقِیْتَ مِنْ اُمَّتِیْ بَرِّهَا وفاجرِهَا، وَاَلْبِسِ الْخُشْنَ مِنَ الثِّیَابِ، وَلَا تُرِدْ بِذٰلِکَ اِلَّا وَجْهَ اللّٰهِ تعالٰی، لَعَلَّ الْکِبْرَ وَالْحَمِیَّةَ لَا یَجِدَانِ فِیْ قَلْبِکَ مُسَاغًا).

ترجمہ:

اورحدیث مبارکہ میں اس بات پر بھی دلیل ہے کہ جب مسلمان کے برے عمل پر مطلع ہو تو اسے چھپانا مستحب ہے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے، ''اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ''۔ [النور،١٩](١١)

(معلوم ہوا کہ) جب مسلمان غلطی سے گناہ کا ارتکاب کرلے تو جسے معلوم ہوا اسے لوگوں پر ظاہر نہ کرنا (چھپانا) مستحب ہے، البتہ زنا کی گواہی کا علماء کرام رحمہم اللہ میں اختلاف ہے،

بعض کے نزدیک چھپانا مستحب ہے۔ بعض کے نزدیک گواہی دینا مستحب ہے۔

اور بعض علمائے کرام رحمہم اللہ نے اس طرح وضاحت کی ہے کہ اگر گواہی دینے میں مصلحت ہو تو ضرور گواہی دے اور اگر گواہی نہ دینے میں مصلحت ہو تو نہ دے بلکہ اسے چھپالے۔

اورحدیث مبارکہ میں اس بات پر بھی دلیل ہے کہ علم دین کی طلب میں چلنا (سفر کرنا) مستحب ہے۔

اورروایت کیا گیا کہ بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی۔

لوہے کا عصا پکڑو، لوہے کی نعلین پکڑو (پہنو) اور علم کی تلاش میں چلو یہاں تک کہ دونوں نعلین پھٹ جائیں اور عصا ٹوٹ جائے۔(١٢)

اورحدیث میں اس بات پر بھی دلیل ہے۔

اورحدیث مبارکہ میں علماء کرام رحمہم اللہ کی خدمت کرنے، ان کی صحبت اختیار کرنے، ان کے ساتھ سفر کرنے اور ان سے علم دین حاصل کرنے پر بھی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق حکایت کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے، "هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا"۔ [الکہف ۶۶](۱۳)

اور تو جان لے اس (حدیث مبارکہ کی فضیلت پانے) کیلئے چند شرائط ہیں

(۱) جو کچھ سیکھا اس پر عمل کرنا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، علماء وہی ہیں جن کا مقصد رعایت کرنا ہے اور بے وقوفوں کا مقصد روایت کرنا ہے۔

شاعر نے کہا، واعظ کی مواعظ ہرگز قبول نہیں کی جاتیں یہاں تک کہ پہلے اس کا دل قبول (تسلیم) کرے۔

اے میری قوم اس واعظ سے بڑھ کر کون ظالم، جو اس کی مخالفت (بالعمل) کرے جو اس نے سرداروں میں کیا۔

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم، جو مخلوق کے سامنے اپنا نیک ہونا ظاہر کرے اور تنہائی میں رحمٰن کی مخالفت کرے۔

(۲) علم دین کا پھیلانا۔(۱۴)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ"۔ [التوبہ ۱۲۲](۱۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضور ﷺ نے اپنے اصحاب کرام علیہم الرضوان سے فرمایا؟ کیا میں تمہیں سب سے زیادہ سخی کے بارے میں نہ بتادوں؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ ﷺ! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ سب سے زیادہ جود و کرم والا ہے (۱۶) اور میں اولادِ آدم علیہ السلام میں سب سے زیادہ جود و کرم والا ہوں، اور میرے بعد سب سے زیادہ سخاوت والا وہ شخص ہے جس نے علم دین حاصل کیا اور اسے پھیلایا ایسا شخص قیامت کے دن اکیلا ایک امت (ایک جماعت) کی حیثیت سے اٹھایا جائے گا اور ایسا شخص جس نے راہ خدا تعالیٰ میں جہاد کیا یہاں تک کہ وہ شہید کردیا گیا۔

(۳) (عالم کا) فخر و جھگڑا (کرنا) ترک کرنا۔

رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا،

جس نے چار (باتوں) کیلئے علم حاصل کیا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

(۱) تاکہ علم کے ذریعے علماء پر فخر کرے۔

(۲) تاکہ علم کے ذریعے بے وقوفوں سے جھگڑا کرے۔

(۳) تا کہ علم کے ذریعے مال جمع کرے۔

(۴) تا کہ علم کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے۔(۱۷)

علم دین بغیر بخل کے پھیلانے میں رضا الٰہی عزوجل کا ہونا۔(۱۸)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا" [الانعام ۹۰]۔(۱۹)

(۵) خودداری، انا پرستی کا ترک کرنا۔

"لَا اَدْرِیْ" کے قول سے خودداری (انا پرستی) کا ترک کرنا، اگر واقعی علم نہیں کسی سوال کا جواب نہیں آتا تو بلا جھجک "لَا اَدْرِیْ" کہہ دے۔

کیونکہ حضور ﷺ سے حضرت جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت کے بارے میں سوال کیا تو حضور ﷺ بہت بلند مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود، "مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ" "جس قیامت کے بارے میں سوال کیا ہوا سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔(۲۰)

اور اسی طرح روح کے متعلق سوال کیا گیا تو ارشاد فرمایا: "لَا اَدْرِیْ، میں نہیں جانتا۔(۲۱)

(۶) اللہ تعالیٰ کیلئے عاجزی کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

"وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا" (الفرقان ۶۳)۔(۲۲)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

اے ابوذر رضی اللہ عنہ! اپنے نبی ﷺ کی وصیت یاد رکھو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس کے ذریعے نفع دے، اللہ تعالیٰ کیلئے عاجزی کرو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے بلند رتبہ عطا کرے اور میری امت میں سے جس نیک و فاجر سے تو ملے سلام کرا اور اللہ عزوجل کی رضا کیلئے کھردرا (سخت) لباس پہنو تا کہ تکبر و حمیت تیرے دل میں جگہ نہ پائیں۔

(۱۱) ترجمہ کنزالایمان: وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برا چرچا پھیلے ان کیلئے دردناک عذاب ہے دنیا و آخرت میں۔

(ان لوگوں سے مراد منافق ہیں) جیسے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی منافق جن کا کام ہے ہی فتنہ پھیلانا۔(تفسیر نور العرفان)

(۱۲) حصول علم بقدر حاجت ضروری ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ"۔

ترجمہ کنزالایمان: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔ [الانبیاء:۷]

(۱۳) ترجمہ کنزالایمان: (اس سے موسیٰ نے کہا) کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھادو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔

مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے

(۱) شاگرد کا استاد کے ساتھ رہنا۔ (۲) استاد کی خدمت کرنا۔ (تفسیر نورالعرفان)

(۳) استاد کا ادب کرنا۔

(۱۴) علم ایک ایسی لازوال دولت ہے جو خرچ کرنے سے مزید بڑھتی ہے کم نہیں ہوتی بلکہ اس کو خرچ کرنے (پھیلانے) کا امام الانبیاء ﷺ نے خود حکم دیا ہے۔

"عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً"۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ مجھ سے لوگوں کو پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ (مشکوۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الاول: صفحہ۳۲ قدیمی کتب خانہ کراچی)

"عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَهَا وَ وَعَاهَا وَاَدَّاهَا"۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل اس بندے کو ہرا بھرا رکھے جو میرا کلام سنے، اسے یاد رکھے، خیال رکھے اور پہنچادے۔ (مشکوۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الثالث)

(۱۵) ترجمہ کنزالایمان: تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

یعنی تمام افراد کا ہی حصول علم کیلئے جانا ضروری نہیں یعنی بعض جائیں اور بعض گھر رہیں، جیسا تفسیر نورالعرفان میں اسی آیت مقدسہ کے تحت ہے

ایک جماعت گھر میں رہے، معلوم ہوا کہ اگر بستی میں ایک شخص بھی مکمل عالم دین ہو جائے تو سب کا فرض ادا ہو گیا۔ (تفسیر نورالعرفان)

اس سے معلوم ہوا کہ علوم دینیہ میں علم فقہ سب سے افضل ہے۔ آج کل لوگوں نے اس سے لاپرواہی کر دی ہے اور قرآن

کے سچے جھوٹے ترجموں کے پیچھے پڑ گئے۔ رب عزوجل فرماتا ہے جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر عطا کی گئی، اور بقدر ضرورت فقہ سیکھنا فرض عین ہے لہٰذا روزے، نماز، پاکی پلیدی کے احکام سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے کہ یہ عبادات سب پر فرض ہیں اور تاجر پر تجارت کے مسائل، ملازم پر نوکری۔ کے مسائل سیکھنا فرض ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم دین سیکھنا نفل نماز سے افضل ہے۔ (خزائن العرفان)

(۱۶) اللہ تبارک وتعالیٰ بے نیاز ہے، وہ سبھی کا خالق و مالک ہے، سبھی کو عطا کرنے والا ہے، جسے عطا کرے بے حساب عطا فرمائے، کچھ اپنی ذات کیلئے بچا کر نہ رکھے لہٰذا اللہ عزوجل کو سخی کہنا ممنوع ہے کیونکہ سخی اسے کہتے ہیں جو کچھ عطا کرے کچھ اپنے پاس رکھے اور اللہ عزوجل کسی چیز کا محتاج نہیں۔ (مزید تفصیل کیلئے دیکھئے مقدمہ کتاب کی شرح)

(۱۷) اگر علم دین رضائے الٰہی عزوجل کیلئے حاصل کیا مگر ضمناً مال حاصل ہوا تو حرج نہیں۔

(۱۸) حصول ثواب کی امید اللہ رب العزت سے رکھے لوگوں سے نہ رکھے۔

(۱۹) ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ میں قرآن پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔

کیونکہ میں تم کو دینے آیا ہوں تم سے لینے نہیں آیا۔ بڑوں کو بڑے ہی اجرت دے سکتے ہیں، حضور ﷺ کو اجرت رب عزوجل ہی دے گا۔ تمام مخلوق تو ان کے در کی بھکاری ہے نیز حضور ﷺ مظہر ذات کبریا ہیں۔ رب عزوجل بلا معاوضہ دیتا ہے، حضور ﷺ بلا معاوضہ عطا کرتے ہیں نیز ہماری کوئی خدمت نبی پاک ﷺ کی معمولی عطا کا معاوضہ نہیں بن سکتی۔ (تفسیر نور العرفان)

(۲۰) مطلب کہ علم قیامت اللہ عزوجل کے رازوں میں سے ہے اس کا تمہیں بھی علم ہے مجھے بھی اس راز کو دوسروں پر ظاہر نہ کر۔ (دیکھئے الحدیث الثانی کی شرح)

(۲۱) حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں میں حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ اللہ الخالق کے پاس حاضر تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ سے 48 مسائل پوچھے گئے (صرف 16 کے جواب ارشاد فرمائے اور) 32 کے بارے میں فرمادیا۔ لا اعلم۔ یعنی میں نہیں جانتا۔ (علم و حکمت کے 125 مدنی پھول صفحہ 57 مکتبۃ المدینہ)

حضرت سیدنا ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اگر ہم حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے ادا ہونے والے یہ لفظ "لَا اَدْرِیْ" (یعنی مجھے معلوم نہیں) لکھنا شروع کر دیں تو صفحے کے صفحے بھر جائیں گے۔ (ایضاً)

(۲۲) ترجمہ کنز الایمان: اور رحمٰن کے وہ بندے زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔

یعنی مومن کی رفتار تواضع اور انکساری کے ساتھ ہوتی ہے کہ وہ چلنے میں نگاہ نیچے رکھتے ہیں آہستہ قدم نرمی سے چلتے ہیں جوتا کھٹکھٹاتے، زور سے پاؤں مارتے۔ اکڑتے اتراتے ہوئے نہیں چلتے۔

وَمِنْ شَرَائِطِهٖ: إِحتِمَالُ الاَذٰی فِی بَذْلِ النَّصِيْحَةِ، وَالاقتداءُ بالسَّلَفِ الصَّالِحِ فِی ذٰلِکَ، قَالَ اللّٰهُ تعالٰی: ﴿وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا اَصَابَکَ﴾ [لقمان:١٧]۔ وقَالَ صلی اللّٰه علیه وسلم: (مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ).

وَمِنْ شَرَائِطِهٖ: اَنْ يَقْصِدَ بِعِلْمِهٖ مَنْ كَانَ اَحْوَجَ إِلَى التَّعَلُّمِ كَمَا يَقْصِدُ بالصَّدَقَةِ بِالْمَالِ الاَحْوَجَ فَالاَحْوَجُ، فَمَنْ اَحْيَا جَاهِلًا بِتَعْلِيْمِ الْعِلْمِ فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا، وَمِمَّا قِيْلَ فِی تَنْبِيهِ الغَافِلِ وَرَدُّهٗ الی الطاعةِ:

مَنْ رَدَّ عَبْدًا آبِقًا شَارِدًا
عَفَا عَنِ الذَّنْبِ لَهُ الْغَافِرُ

قولُهٗ صلی اللّٰه علیه وسلم: (إلاّ نَزَلَت عَلَيْهِم السَّكِيْنَة) هِیَ فَعِيْلَةٌ مِنَ السُّكونِ، اَی: الطُّمَانِيْنَةُ مِنَ اللّٰهِ، قَالَ اللّٰهُ تعالی: ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾[الرعد:٢٨]۔ وكَفٰی بِذِكْرِ اللّٰهِ شَرَفًا ذِكْرَ اللّٰهُ العَبْدَ فِی المَلَا الْاَعْلٰی، وَلِهٰذَا قِيْلَ:

وَاَكْثِرْ ذِكْرَهٗ فِی الاَرْضِ دَوْمًا
لِتُذْكَرَ فِی السَّمَاءِ إِذَا ذَكَرْتَهٗ

وَقِيْلَ:

وَسَاعَةُ الذِّكْرِ فَاعْلَمْ ثَروَةٌ وَغِنًى وَسَاعَةُ اللَّهْوِ اِفْلَاسٌ وَفَاقَاتٌ

قولُهٗ صلی اللّٰه علیه وسلم: (وَمَنْ بَطَّا بِهٖ عَمَلُهٗ) اَیْ: وَإِنْ كَانَ نَسِيْبًا. (لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ) إِلَى الجَنَّةِ فَيُقَدِّمُ العاملُ بِالطَّاعَةِ وَلَوْ كَانَ عَبْدًا حَبْشِيًا على غيرِ العَامِلِ وَلَوْ كان شَرِيْفًا قُرَشِيًا، قَالَ اللّٰهُ تعالٰی: ﴿إِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾. [الحجرات:١٣]

ترجمہ:

(۷) نصیحت (خیر خواہی) کرنے میں تکلیف برداشت کرنا اور اس راہ میں سلف صالحین (بزرگوں) کی پیروی کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

"وَعَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ"۔ [لقمان ۱۷] (۴۳)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میری مثل کسی نبی کو تکلیف نہ دی گئی۔

(۸) اپنے علم سے اس شخص کا قصد کرے (یعنی اس کو سکھائے) جو علم سیکھنے کا زیادہ حاجت مند ہے، جیسا کہ مال کا صدقہ کرنے میں زیادہ حاجت مند کا قصد پھر کم حاجت مند کا قصد کیا جاتا ہے۔

پس جس نے علم دین کے ساتھ کسی بھی جاہل کو زندہ کیا (علم سے آراستہ کیا) تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ ہے۔

اور اسی طرح غافل کو تنبیہ کرنے اور بھلائی کی طرف بلانے میں کہا گیا۔

شاعر نے کہا (۴۴)

جو بھدک کر بھاگے ہوئے ابق غلام کو بلائے
تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دے گا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ"۔

سَكِيْنَةٌ فَعِيْلَةٌ کے وزن پر السکون سے مشتق ہے۔

یعنی اللہ عزوجل کی طرف سے اطمینان ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ"۔ [الرعد ۲۸] (۴۵)

تجھے بزرگی کیلئے ذکر اللہ عزوجل کے عوض اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کا ذکر ملائکہ میں کرتا ہے۔

اسی وجہ سے شاعر نے کہا:

تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر زمیں میں کثرت سے کر
تاکہ جب تو ذکر اللہ (عزوجل) کرے
تو تیرا ذکر آسمانوں میں کیا جائے

اور کہا گیا:

تو جان لے ایک لمحہ ذکر اللہ (عزوجل) کثیر مال و دولت سے بہتر ہے۔ (۴۶)

اور ایک لمحہ لہو و لعب کثیر افلاس و محتاجی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "وَمَنْ بَطَّأَ بِهٖ عَمَلُهٗ" یعنی اگر چہ وہ نبی ہو۔ "لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ" (یعنی جس کا عمل ست ہو، عمل نہ کرے تو اس کا نسب) اسے جنت کی طرف نہ لے جائے گا بلکہ اطاعت وفرمانبرداری کرنے والے کو اطاعت وفرمانبرداری نہ کرنے والے پر مقدم کیا جائے گا اگر چہ وہ حبشی غلام ہو، اگر چہ شریف قریشی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ" [الحجرات ۱۳]۔(۲۷)

(۲۳) ترجمہ کنز الایمان: اور بری بات سے منع کر اور جو افتاد تجھ پر پڑے اس پر صبر کر۔

(۲۴) یعنی نافرمان، گناہ گار کو اللہ عزوجل کی طرف مائل کردے۔ اس کی اصلاح کردے وہ گناہ گار اپنے گناہوں سے پکی توبہ کرلے۔

(۲۵) ترجمہ کنز الایمان: سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

(دلوں کا چین) یا تو اس لیے کہ بے چینی گناہوں سے ہوتی ہے اور ذکر اللہ گناہ مٹاتا ہے لہٰذا چین حاصل ہوتا ہے یا اس لیے کہ اللہ کا ذکر روح کے دیس کا ذکر ہے اور پردیسی کے ذکر سے چین ہوتا ہے۔ بہر حال اللہ کا ذکر مومن کے دل کا چین ہے جیسے دوا سے مرض، پانی سے پیاس، روٹی سے بھوک، سورج سے رات چلی جاتی ہے ایسے ہی اللہ عزوجل کے ذکر سے اور حضور ﷺ کے چرچے سے مومن کے رنج وغم دور ہوکر راحت وچین حاصل ہوتا ہے۔ حضور ﷺ سے تو جانوروں کو بھی چین نصیب ہوئے اگر چہ اللہ عزوجل کے عذاب کے ذکر سے مومن کے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے مگر یہ خوف بھی اطمینان قلب کا ذریعہ ہے کہ ایسے دل میں دنیا والوں کا خوف نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ آیت اس کے خلاف نہیں "وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ" [انفال ۲]۔ (تفسیر نور العرفان)

(۲۶) حصول علم بھی ذکر اللہ عزوجل کی ایک قسم ہے۔ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ عالم کی فضیلت عالم پر ایسی ہے جیسے چودھویں شب میں چاند کر فضیلت سارے تاروں پر اور علماء وانبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے کسی کو دینار ودرہم کا وارث نہ بنایا انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا تو جس نے علم حاصل کیا اس نے پورا حصہ لیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی صفحہ ۳۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۲۷) ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

حضور ﷺ بازار مدینہ میں تشریف لے گئے وہاں ملاحظہ فرمایا کہ ایک غلام یہ کہہ رہا ہے کہ جو مجھے خریدے وہ مجھے حضور ﷺ کے پیچھے پنجگانہ نماز سے نہ روکے۔ اسے ایک شخص نے خرید لیا پھر وہ غلام بیمار ہو گیا تو سرکار ﷺ اس کی تیمارداری کو تشریف لے گئے پھر اس کی وفات ہو گئی تو حضور ﷺ اس کے دفن میں شریک ہوئے اس پر بعض لوگوں نے حیرانی کا اظہار کیا کہ غلام اور اس پر اتنا انعام، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر نور العرفان)

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

نَفَّسَ: اس نے دور کیا۔ کُرْبَۃٌ: سختی۔ کُرَبٌ: سختیاں، کُرْبَۃٌ کی جمع ہے۔ مُعْسِرٌ: تنگ دست۔ طَرِیْقٌ: راستہ۔ بُیُوْتٌ: بَیْتٌ کی جمع ہے، گھر۔ اَلسَّکِیْنَۃُ: سکون۔

اِسْتِحْبَابٌ: مستحب ہونا۔ خِلَاصٌ: چھٹکارا۔ اَلسِّجْنُ: قید خانہ، جیل۔ مَکْتُوْبٌ: لکھا ہوا۔ کَفَالَۃٌ: ذمہ دار ہونا۔ غَرَامَۃٌ: قرض اٹھانا۔ مخاوِف: خطرناک جگہیں۔ سِرٌّ: ایک دوسرا مفہوم، دوسرا راز۔

تَنْفِیْسُ الْکُرَبِ: سختیوں کا دور کرنا۔ عَمَلٌ فَاحِشَۃٌ: برا عمل۔ اِقْتَرَفَ ذَنْبًا: اس نے گناہ کا ارتکاب کیا۔

فَصَّلَ: تفصیل بیان کی۔ مصلحۃ: حکمت۔ اِمْشِ: فعل امر حاضر مثبت معروف، آپ علیہ السلام چلئے۔ تَتَکَسَّرَ: ٹوٹ جائے۔ هِمَّۃٌ: ہمت، قصد، ارادہ، خواہش۔

مَوَاعِظُ: مَوْعِظَۃٌ کی جمع، وعظ، نصیحت۔ حَتّٰی یعی: یہاں تک کہ وہ خود قبول کرے۔ اَوَّلًا: پہلے۔ یَاقَوْمِ: اے میری قوم۔ اَلْمَلَا: سرداروں، اصل میں مَلَاءٌ تھا ہمزہ وزن شعری کی وجہ سے گرا۔ لَمَّاخَلَا: جب تنہا ہو۔ اَجْوَدُ: زیادہ کرم کرنے والا۔ مباهاة: ممارات: جھگڑا۔ اَلْاِحْتِسَابُ: رضائے الٰہی عزوجل کا ہونا۔

تَرْکُ الْاَنَفَۃِ: انا پرستی کا ترک کرنا۔ رُوْحٌ: جان، نفس، وحی، حکم خداوندی، امر الٰہی، قرآن، جبرئیل علیہ السلام۔

عَسٰی: فعل قریب، افعال رجاء وشروع سے ہے۔ اَلْخَشِنُ: کھردرا، سخت۔

اَلْحَمِیَّۃ: عاجزی۔ اَحْوَجُ: زیادہ حاجت مند۔

شَارِدًا: بدک کر بھاگنے والا۔ نُزُدْعَفَا: اس نے معاف کیا۔ اَلْغَافِرُ: معاف کرنے والا، مراد اللہ تعالیٰ کی ذات۔

الملا الاعلیٰ: ملائکہ کا گروہ (جماعت)۔ دُوْمًا: ہمیشہ۔ فاقاتٌ: محتاجی۔ نَسِیْبٌ: نسب والا۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ السَّابِعُ وَالثَّلاثُوْنَ......﴾

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِيمَا يَرْوِيْهِ عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَّهٗ قَالَ: (اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ. وَاِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً) رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ فِي صَحِيْحَيْهِمَا بِهٰذِهِ الْحُرُوْفِ.

فَانْظُرْ يَااَخِيْ! وَفَّقَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكَ اِلٰى عَظِيْمِ لُطْفِ اللّٰهِ تعالى وَتَاَمَّلْ هٰذِهِ الْاَلْفَاظَ، وَقَوْلُهٗ (عِنْدَهٗ) اِشَارَةٌ اِلَى الْاِعْتِنَاءِ بِهَا، وَقَوْلُهٗ (كَامِلَةً) لِلتَّاكِيْدِ وَشِدَّةِ الْاِعْتِنَاءِ بِهَا، وَقَالَ فِي السَّيِّئَةِ الَّتِيْ هَمَّ بِهَا ثُمَّ تَرَكَهَا (كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً) فَاَكَّدَهَا بِـ"كَامِلَةً"، (وَاِنْ عَمِلَهَا كَتَبَهَا سَيِّئَةً وَاحِدَةً) فَاَكَّدَ تَقْلِيْلَهَا بِوَاحِدَةٍ وَلَمْ يُؤَكِّدْهَا بِـ"كَامِلَةً" فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ سُبْحَانَهٗ لَا نُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْهِ، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقِ.

قولُهٗ صلى الله عليه وسلم: (كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ) رَوَى الْبَزَّارُ فِيْ مُسْنَدِهٖ اَنَّهٗ صلى الله عليه وسلم قَالَ: (اَلْاَعْمَالُ سَبْعَةٌ: عَمَلَانِ مُوْجِبَانِ، وَعَمَلَانِ وَاحِدٌ بِوَاحِدٍ، وَعَمَلُ الْحَسَنَةِ فِيْهِ بِعَشْرَةٍ، وَعَمَلُ الْحَسَنَةِ فِيْهِ بِسَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ، وَعَمَلٌ لَا يُحْصٰى ثَوَابُهٗ اِلَّا اللّٰهُ تعالى فَاَمَّا الْعَمَلَانِ الْمُوْجِبَانِ فَالْكُفْرُ وَالْاِيْمَانُ، فَالْاِيْمَانُ يُوْجِبُ الْجَنَّةَ وَالْكُفْرُ يُوْجِبُ النَّارَ، وَاَمَّا الْعَمَلَانِ اللَّذَانِ هُمَا وَاحِدٌ بِوَاحِدٍ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ حسنةً، وَمَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً كَتَبَ اللّٰهُ عليه سَيِّئَةً وَاحِدَةً، واَمَّا الْعَمَلُ الَّذِيْ بِسَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ فَالدِرهم الجهاد فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تعالى. قال اللّٰهُ تعالى: ﴿كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ﴾ [البقرة:٢٦١]، ثُمَّ ذَكَرَ اللّٰهُ سبحانه وتعالى اَنَّهٗ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ زِيَادَةً عَلٰى ذٰلِكَ، وقال اللّٰهُ تعالى: ﴿وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ [النساء:٤٠]۔ فَدَلَّتِ الْاٰيَةُ وَالْحَدِيْثُ وَهُوَ قَوْلُهٗ صلى الله عليه وسلم: (اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ) اَنَّ الْعَشْرَ وَالسَّبْعَمِائَةَ كَلِمَةٌ لَيْسَتْ لِلتَّحْدِيْدِ، وَاَنَّهٗ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعْطِيْ مِنْ لَدُنْهُ مَا لَا يُعَدُّ وَلَا يُحْصٰى فَسُبْحَانَ مَنْ لَا تُحْصٰى آلَاؤُهٗ وَلَا تُعَدُّ نَعْمَاؤُهٗ فَلَهُ الشُّكْرُ وَالنِّعْمَةُ وَالْفَضْلُ.

وَاَمَّا السَّابِعُ فَهُوَ الصَّوْمُ، يَقُوْلُ اللّٰهُ تعالٰى: (كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدم له الا الصوم فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ)،

فَلا یَعْلَمُ ثَوَابَ الصَّوْمِ اِلَّا اللّٰہُ.

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۱) نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، "بے شک اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھ دیں پھر اسے بیان فرمایا کہ جس شخص نے نیکی کا ارادہ کیا لیکن اس پر عمل نہ کر سکا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے ہاں ایک کامل نیکی لکھتا ہے اور اگر اس کا ارادہ کر کے عمل بھی کیا تو اللہ تعالیٰ دس نیکیوں سے لے کر سات سو گنا بلکہ کئی گنا زیادہ لکھتا ہے اور اگر برائی کا ارادہ کرے لیکن اس پر عمل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے ہاں ایک نیکی لکھتا ہے اور اگر ارادہ کرنے کے بعد اس پر عمل بھی کر لے تو اس کیلئے ایک گناہ لکھتا ہے"۔

روایت کیا اس حدیث کو امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں ان حروف کے ساتھ۔

اے میرے بھائی! اللہ تعالیٰ ہمیں اور تجھے اپنے عظیم لطف کی توفیق مرحمت فرمائے (حدیث کے) ان الفاظ پر غور وفکر کر۔ آپ ﷺ کے فرمان "عِنْدَہٗ" سے اس کے ساتھ اہتمام فرمانے اور آپ ﷺ کے فرمان "کَامِلَۃً" سے تاکید اور خاص اہتمام فرمانے کی طرف اشارہ ہے۔

اور آپ ﷺ نے اس گناہ کے بارے میں فرمایا، جس کے کرنے کا مسلمان ارادہ کرتا ہے پھر اسے ترک کر دیتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ اپنے پاس ایک کامل نیکی لکھتا ہے۔ پس اس نیکی کو "کاملۃ" کے ساتھ موکد فرمایا، "وَاِنْ عَمِلَھَا کَتَبَھَا سَیِّئَۃً وَّاحِدَۃً" اور اگر برائی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل بھی کرے تو اللہ تعالیٰ ایک نیکی لکھتا ہے پس اس گناہ کی تقلیل کو واحد کے ساتھ مؤکد فرمایا اور "کاملۃ" کے ساتھ مؤکد نہ کیا۔

پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ کیلئے ہی حمد واحسان ہے جس کی کامل تعریف کرنے کی طاقت نہیں رکھتے (وباللہ التوفیق)۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "کَتَبَھَا اللّٰہُ عِنْدَہٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰی سبعمِائَۃِ ضِعْفٍ اِلٰی اَضْعَافٍ کَثِیْرَۃٍ"۔

بزار علیہ الرحمۃ نے اپنی مسند میں روایت کیا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اعمال سات قسم کے ہیں۔ دو واجب کرنے والے ہیں اور دو عمل ایسے ہیں کہ ایک کے بدلے ایک ہی ہے، ایک عمل ایسا ہے جس میں ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے اور ایک عمل ایسا ہے جس میں ایک نیکی سات سو گنا نیکیوں کے برابر ہے اور ایک عمل ایسا ہے جس کا ثواب اللہ عزوجل جانے (اور اس کے بتائے سے اس کے برگزیدہ بندے جانے)۔

بہرحال وہ دو عمل جو واجب کرنے والے ہیں وہ کفر اور ایمان ہیں۔ (۲)

ایمان جنت کو واجب کرتا ہے اور کفر دوزخ کو۔(۳)

اور وہ دو عمل جو ایک کے بدلے ایک ہی ہیں وہ یہ ہیں کہ

(۱) جس نیکی کرنے کا ارادہ کیا مگر کیا نہ تو اللہ عزوجل اس کیلئے ایک نیکی لکھتا ہے۔

(۲) اور جس نے گناہ کیا تو اللہ عزوجل اس پر ایک ہی گناہ لکھتا ہے۔

اور وہ عمل جس کے بدلے میں سات سو گنا نیکیاں ہیں وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، "کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ"۔ [البقرۃ ۲۶۱](۴)

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ اس پر بھی زیادہ عطا کرتا ہے جس کیلئے چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، وَاِنْ تَکُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا [النساء ۴۰]۔(۵)

پس اس آیت مبارکہ اور حدیث مبارکہ وہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے، "الی اضعاف کثیرۃ" اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بے شک العشر (دس) اور سبعمائة (سات سو) کا کلمہ حد بیان کرنے کیلئے نہیں (بلکہ) وہ تو جسے چاہے زیادہ دے اور وہ اپنی پاک بارگاہ سے بے شمار اور بے حساب عطا فرماتا ہے پس پاک ہے وہ ذات جس کی نعمت کامل اور شاملہ کا شمار نہیں پس اسی کیلئے شکر و نعمت اور فضل ہے۔

بہر حال ساتواں عمل وہ روزہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ابن آدم کا ہر عمل اس کیلئے ہے مگر روزہ بے شک وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔

لہٰذا روزے کا ثواب کوئی نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ(۶) (اور اس کے بتائے سے اس کے برگزیدہ بندے)۔

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث مبارکہ میں احسانات الٰہی عزوجل کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

(۱) دیکھئے الحدیث التاسع عشر

(۲) مومنین جنتی ہیں، "وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ"۔

ترجمہ کنز الایمان: اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنت والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا۔ [البقرہ ۸۲]

کفار دوزخی ہیں، "وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ"۔ [البقرہ ۳۹]

ترجمہ کنز الایمان: اور وہ جو کفر کریں گے اور میری آیتیں جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا۔

"بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓـَٔتُه فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ"۔

ترجمہ کنزالایمان: ہاں کیوں نہیں جو گناہ کمائے اور اس کی خطا اسے گھیرے وہ دوزخ والوں میں ہے انہیں ہمیشہ اس میں رہنا۔

اس آیت مقدسہ سے اشارۃً معلوم ہوا کہ کفار کے شیر خوار بچے دوزخ میں نہیں جائیں گے کیونکہ انہوں نے گناہ نہیں کیے۔ واللہ و رسولہ اعلم.

اور دوزخ میں جانا گناہ پر معلق فرمایا گیا نیز مومن گناہ گار دوزخ میں ہمیشہ نہ رہے گا کیونکہ اسے گناہوں نے گھیرا نہیں، اس کا دل بُرے عقائد سے پاک ہے۔ گناہ گھیر لینے کی صورت یہ ہے کہ دل بھی گندے عقیدے سے گھر جائے۔ (تفسیر نورالعرفان)

(۳) یہ لف ونشر غیر مرتب ہے کہ ایمان کی وضاحت پہلے کی اور کفر کی بعد میں۔

(۴) ترجمہ کنزالایمان: اس دانے کی طرح جس نے اگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے۔

اس آیت مقدسہ کے تحت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لکھتے ہیں "اگانے والا رب تعالیٰ ہے مگر یہاں دانہ کی طرف اس کی نسبت کر دی گئی معلوم ہوا سبب کی طرف فعل کی نسبت جائز ہے"۔

شان نزول: یہ آیت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے غزوہ تبوک کے موقع پر ایک ہزار اونٹ مع سامان چندہ میں دیئے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال یکساں ہوتے ہیں مگر ثواب میں فرق یا اس لیے کہ اخلاص اور حسن نیت میں فرق ہوتا ہے یا اس لیے کہ مقبول بارگاہ کا تھوڑا عمل زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا صحابی ایک صاع جو خیرات کرے اور تم پہاڑ بھر سونا تو اس کے جو تمہارے سونے سے زیادہ ثواب کا باعث ہیں۔ (تفسیر نورالعرفان)

(۵) ترجمہ کنزالایمان: اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دونی کرتا اور اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے۔

(۶) روزے کی فضیلت: "عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ یُضَاعِفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَّا الصَّوْمُ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَجْزِیْ بِهٖ یَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِیْ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ وَالصِّیَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا کَانَ یَصُوْمُ اَحَدُکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ، سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْقَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ اِمْرَءٌ صَائِمٌ"۔ [صحیح بخاری]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کی ساری نیکیاں دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھائی جائیں گی، رب تعالیٰ فرماتا ہے سوائے روزہ کے کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا ثواب دوں گا وہ

میرے لیے اپنی شہوت اور اپنا کھانا چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں ہیں ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب تعالی سے ملتے وقت، روزہ دار کی منہ کی بو جو اللہ تعالی کے ہاں مشک کی خوشبو سے بہتر ہے اور روزڈھال ہے اور جب تم میں سے کسی کا روزہ کا دن ہو تو وہ بری بات کہے نہ شور مچائے اگر کوئی اس سے گالی گلوچ جھگڑا کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

اَلْحَسَنَاتُ: حَسَنَةٌ کی جمع، بھلائیاں، اعمال صالحہ۔ اَلسَّیِّئَاتُ: سَیِّئَةٌ کی جمع، برائیاں۔

اَضْعَافٌ: ضِعْفٌ کی جمع، کئی گنا۔ تَاَمَّلْ: تو غور وفکر کر۔ اِعْتِنَا: اہتمام۔

لَایُحْصٰی: وہ شمار نہیں کیا جاتا۔ فَمَنْ هَمَّ: جس نے ارادہ کیا۔ یُضَاعِفُ: وہ زیادہ کرتا ہے۔

تَحْدِیْدٌ: ڈرانا۔ اَجْزِی بِهٖ: میں اس کی جزا دوں گا۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ الثَّامِنُ وَالثَّلَاثُوْنَ......﴾

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: (اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ: مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ. وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهٗ عَلَيْهِ. وَلَا يَزَالُ عَبْدِیْ يَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ، فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ يَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِیْ يُبْصِرُ بِهٖ، وَيَدَهُ الَّتِیْ يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِیْ يَمْشِیْ بِهَا. وَلَئِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِيَنَّهٗ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِيْذَنَّهٗ) رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

قولُهٗ صلی الله علیه وسلم عَنْ رَبِّهٖ تعالٰی: (مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ) المرادُ هُنَا بِالوَلِیِّ المؤمِن، قَالَ اللّٰهُ تعالٰی: ﴿اللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [البقرة:۲۵۷] ـ فَمَنْ آذٰی مؤمِنًا فَقَدْ آذنهُ اللّٰهُ، اَیْ: اَعْلَمَهُ اللّٰهُ اَنَّهٗ مُحَارِبٌ له، واللّٰهُ تعالی اذا حَارَبَ العَبْدَ اَهْلَكَهٗ، فَلْيَحْذَرِ الْاِنْسَانُ مِنَ التَّعَرُّضِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

قولُهٗ تعالٰی: (وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهٗ عَلَيْهِ) فِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰی اَنَّ فِعْلَ الْفَرِيْضَةِ اَفْضَلُ مِنَ النَّوَافِلِ، وَجَاءَ فِی الحديثِ: (اِنَّ ثَوَابَ الفَرِيْضَةِ يَفْضُلُ عَلٰی ثَوَابِ النَّافِلَةِ بِسَبْعِيْنَ مَرَّةً).

قولُهٗ تعالٰی: (وَلَا يَزَالُ عَبْدِیْ يَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ) ضَرَبَ الْعُلَمَاءُ رضی اللّٰه تعالٰی عَنْهُمْ لِذٰلِكَ مثلًا فَقَالُوْا: مَثَلُ الَّذِیْ يَاْتِیْ بِالنَّوَافِلِ مَعَ الْفَرَائِضِ، وَمَثَلُ غَيْرِهٖ كَمَثَلِ رَجُلٍ اَعْطٰی لِاَحَدِ عَبْدَيْهِ دِرْهَمًا لِيَشْتَرِیَ بِهٖ فَاكِهَةً، وَاَعْطٰی آخرَ دِرْهَمًا لِيَشْتَرِیَ فَاكِهَةً، فَذَهَبَ اَحَدُ الْعَبْدَيْنِ فَاشْتَرٰی فَاكِهَةً فَوَضَعَهَا فِیْ قَوْصَرَةٍ، وَطَرَحَ عَلَيْهَا رَيْحَانًا ومشمُوْمًا مِنْ عِنْدِهٖ، ثُمَّ جَاءَ فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَیِ السَّيِّدِ، وَذَهَبَ الْآخَرُ وَاشْتَرَی الفَاكِهَةَ فِیْ حُجْرِهٖ، ثُمَّ جَاءَ فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَیِ السَّيِّدِ عَلَی الارْضِ، فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الْعَبْدَيْنِ قَدْ اِمْتَثَلَ، لٰكِنَّ اَحَدَهُمَا زَادَ مِنْ عندِهٖ القَوْصرَةَ وَالمَشْمُوْمَ فَيَصِيْرُ اَحَبَّ اِلَی السَّيِّدِ. فَمَنْ صَلَّی النَّوَافِلَ مَعَ الْفَرَائِضِ يَصِيْرُ اَحَبَّ اِلَی اللّٰهِ، وَالمحبَّةُ مِنَ اللّٰهِ اِرَادَةُ الْخَيْرِ، فَاِذَا اَحَبَّ عَبْدَهٗ شَغَلَهٗ بِذِكْرِهٖ وَطَاعَتِهٖ وَحَفِظَهٗ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَاسْتَعْمَلَ اَعْضَاءَهٗ فِی الطَّاعَةِ، وَحَبَّبَ اِلَيْهِ سِمَاعَ الْقُرْآنِ وَالذِّكْرِ، وَكَرَّهَ اِلیه سِمَاعَ الغِنَاءِ وآلاتِ اللَّهْوِ، وَصَارَ مِنَ الَّذِيْنَ قَالَ اللّٰهُ تعالٰی فِی حَقِّهِمْ: ﴿وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ﴾ [القصص:۵۵] وقَالَ تعالٰی: ﴿وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ [الفرقان:۶۳] ـ فَاِذَا سَمِعُوْا مِنْهُمْ كَلَامًا فَاحِشًا اضربُوْا عَنْهُ، وقَالُوْا قَوْلًا يسلمُوْنَ فِيْهِ، وَحَفِظَ بَصَرَهٗ عَنِ المحَارِمِ، فَلَا يَنْظُرُ اِلٰی مَا لَا يَحِلُّ لَهٗ، وَصَارَ نَظَرُهٗ نَظَرَ فِكْرٍ واعتِبَارٍ، فَلَا يَرٰی شَيْئًا مِنَ المصْنُوْعَاتِ اِلَّا اِسْتَدَلَّ بِهٖ عَلٰی خَالِقِهٖ. وَقَالَ عَلِیٌّ رضی الله عنه: مَا رَاَيْتُ شَيْئًا

الآ ورایت اللّٰہ تعالی قبلہ. وَمَعْنَی الاعتِبَارِ الْعُبُوْرُ بِالْفِکْرِ فِی الْمَخْلُوْقَاتِ اِلٰی قُدْرَۃِ الخَالِقِ، فَیُسَبِّحُ عِنْدَ ذٰلِکَ، وَیُقَدِّسُ، وَیُعَظِّمُ، وَتَصِیْرُ حَرَکَاتُہٗ بِالْیَدَیْنِ وَالرِّجْلَیْنِ کُلِّھَا لِلّٰہِ تَعَالٰی، وَلَا یَمْشِیْ فِیْمَا لَا یَعْنِیْہِ، وَلَا یَفْعَلُ بِیَدِہٖ شَیْئًا عَبَثًا، بَلْ تَکُوْنُ حَرَکَاتُہٗ وَسَکَنَاتُہٗ لِلّٰہِ تَعَالٰی، فَیُثَابُ عَلٰی ذٰلِکَ فِیْ حَرَکَاتِہٖ وَسَکَنَاتِہٖ وَفِیْ سَائِرِ اَفْعَالِہٖ.

قولُہٗ تعالی: (کُنْتُ سَمْعَہٗ) یَحْتَمِلُ کُنْتُ الحَافِظَ لِسَمْعِہٖ وَلِبَصَرِہٖ وَلِبَطْشِ یَدِہٖ وَرِجْلِہٖ مِنَ الشَّیْطَانِ، وَیحتَمِلُ کُنْتُ فِیْ قَلْبِہٖ عِنْدَ سَمْعِہٖ وَبَصَرِہٖ وَبَطْشِہٖ. فَاِذَا ذَکَرَنِیْ کَفَّ عَنِ الْعَمَلِ لِغَیْرِیْ.

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''بے شک جو شخص میرے کسی دوست سے دشمنی کرے میں اسے لڑائی کا چیلنج کرتا ہوں اور مجھے فرائض سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں جس کے ساتھ بندہ میرا قرب حاصل کرے اور بندہ نوافل کے ذریعے مسلسل میرے قریب ہوتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں پس جب میں اسے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ چاہے تو اسے پناہ دیتا ہوں''۔ روایت کیا اسے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔

رسول اللہ ﷺ کا اپنے رب تعالیٰ سے منقول فرمان، ''مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ'' اس مقدس فرمان میں ولی سے مراد مومن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ''اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' [البقرۃ۲۵۷]۔(۲)

لہٰذا جس نے کسی مومن کو تکلیف دی تو تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعلان جنگ کیا اور اللہ تعالیٰ کسی بندے سے جنگ کرتا ہے تو اسے ہلاک کر دیتا ہے پس ہر انسان کو چاہیے کہ وہ ہر مسلمان کو تکلیف دینے سے بچے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان، ''وَمَا تَقَرَّبَ اِلٰی عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلٰی مِمَّا افْتَرَضْتُہٗ عَلَیْہِ''

اس مقدس فرمان میں اس بات پر دلیل ہے کہ بے شک فرض کا پڑھنا نفل پڑھنے سے افضل ہے۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے، ''اِنَّ ثَوَابَ الْفَرِیْضَۃِ یَفْضُلُ عَلٰی ثَوَابِ النَّافِلَۃِ بِسَبْعِیْنَ مَرَّۃً'' بے شک فرض کا ثواب نفل کے ثواب سے ستر گنا افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان، "وَلَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ "۔

علماء کرام علیہم السلام نے اس کی یہ مثال بیان فرمائی، انہوں نے کہا اس شخص کی فرائض کے ساتھ نوافل پڑھنے والے اور نہ پڑھنے والے کی مثال اسی طرح ہے کہ ایک آقا اپنے دو غلاموں میں سے ہر ایک کو ایک ایک درہم دیتا ہے تا کہ وہ اس سے پھل خریدیں۔

پس ان میں سے ایک غلام بازار جاتا ہے اور پھل خرید کر بانس کی خوبصورت ٹوکری میں رکھ کر اس کے ارد گرد پھول ڈالتا ہے اور اپنے پاس سے خوشبو لگاتا ہے پھر آتا ہے اور اس ٹوکری کو اپنے آقا کی بارگاہ میں پیش کر دیتا ہے۔(۳)

اور دوسرا غلام بازار جاتا ہے اور پھل خرید کر اپنی جھولی میں ڈال کر لاتا ہے اور اپنے آقا کے سامنے زمین پر رکھ دیتا ہے۔

لہٰذا ان دونوں نے اپنے آقا کی اطاعت کی مگر وہ غلام جس نے اپنے پاس سے بانس کی ٹوکری اور خوشبو کو زیادہ کیا وہ آقا کے نزدیک زیادہ محبوب ہو گیا۔

لہٰذا جو فرائض کے ساتھ ساتھ نوافل پڑھے گا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہوگا (۴) اور اللہ تعالیٰ کا محبت کرنا بھلائی کا ارادہ کرنا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے اپنے ذکر، اپنی اطاعت میں مشغول کر دیتا ہے اور اس کی شیطان سے حفاظت فرماتا ہے یہاں تک کہ اس کے تمام اعضاء کو اپنی اطاعت کے کاموں میں مشغول کر دیتا ہے۔ ذکر، قرآن کی تلاوت اس کے نزدیک محبوب ترین کر دیتا ہے۔

گانا، آلات لہو کا سننا ناپسند کر دیتا ہے اور ایسا شخص ان لوگوں میں سے ہو جاتا ہے جن کے بارے میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا،

"وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْہُ"۔ [القصص ۵۵](۵)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

"وَاِذَا خَاطَبَہُمُ الْجَاہِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا"۔ [الفرقان ۶۳](۶)

پس جب وہ برے کلام کو سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور وہ سلامتی والی بات کہتے ہیں اور محارم سے اپنی نظر کی حفاظت کرتے ہیں پس وہ اس چیز کی طرف نظر نہیں کرتا جو اس کیلئے حلال نہیں اور اسے نظر و فکر حاصل ہوتی ہے۔ وہ مصنوعات میں سے کوئی شے نہیں دیکھتا مگر اس کے ذریعے خالق کے وجود پر استدلال کرتا ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا،

میں کسی شے کو نہیں دیکھتا مگر اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہوں اور اعتبار کا معنی (مطلب) مخلوقات میں خالق کی قدرت پر غور و فکر کرنا، پس وہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح، پاکی اور تعظیم بیان کرتا ہے اور اس کے تمام اعضاء کا حرکت کرنا اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتا ہے۔

وہ لایعنی (فضول) کاموں کی طرف نہیں چلتا اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے بے کار کام کرتا ہے بلکہ اس کی تمام حرکات وسکنات اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتی ہیں۔ پس وہ ان تمام حرکات وسکنات اور تمام افعال میں ثواب دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان، "کُنْتُ سَمْعَهُ" (یہ فرمان اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو) میں اس کی سماعت، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں کی شیطان سے حفاظت کرتا ہوں (اور وہ اس کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو) اس کے سننے، دیکھنے اور پکڑنے کے وقت میری یاد اسکے دل میں ہوتی ہے لہٰذا جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو غیر اللہ کیلئے عمل کرنے سے رک جاتا ہے۔

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث مبارکہ میں بیان ہوا کہ اگر اس کی اطاعت اعمال کے ذریعے کی جائے تو اس کی رضا ملتی ہے اور اگر اس کی نافرمانی کی جائے تو اس کا غضب ملتا ہے۔

(۱) دیکھئے الحدیث التاسع۔

(۲) ترجمہ کنز الایمان: اللہ والی ہے مسلمانوں کا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام پر مضبوطی سے وہی قائم رہ سکتا ہے جو بے دینوں کی صحبت، ان کی الفت، ان کی کتابیں دیکھنے، ان کے وعظ سے دور رہے کیونکہ اسی مضبوطی کو شیطان کے انکار پر موقوف رکھا گیا۔ سانپ اور چور سے اس لیے بچو کہ وہ جان و مال کے دشمن ہیں، بے دین کی صحبت سے اس لیے بچو کہ وہ ایمان کے دشمن ہیں۔

رب فرماتا ہے فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. (تفسیر نور العرفان)

(۳) بانس کی ٹوکری زیادہ خوبصورت ہوتی ہے اور اگر پھولوں، خوشبو سے مزین ہو تو اس کے حسن میں مزید زیادتی ہو جاتی ہے۔

(۴) جس طرح آقا نے غلام کو محض پھل خرید کرلانے کا کہا تھا اور اس نے اپنی عقل وفہم سے آقا کی رضا حاصل کرنے کیلئے بانس کی ٹوکری، پھول، خوشبو کا اضافہ کیا اور آقا کا قرب پایا اسی طرح اللہ عزوجل نے اپنے بندے پر بعض عبادات کو

فرض کیا اسے بجالانے کا حکم دیا لہٰذا جو اللہ تعالیٰ کی رضا پانے کیلئے نوافل (نفلی عبادت) کے ذریعے فرائض پر زیادتی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ ہوتا ہے۔

(۵) ترجمہ کنزالایمان: اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے تغافل کرتے ہیں۔

مشرکین عرب اور اہل کتاب مومنوں کو گالیاں دیا کرتے تھے یہ حضرات گالیاں سن کر ایسے چشم پوشی کرتے تھے جیسے انہوں نے سنا ہی نہیں یعنی سنے کو ان سنا بنا دیتے تھے ان کے متعلق یہ آیت ہے۔

(تفسیر نورالعرفان)

ترجمہ کنزالایمان: اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام۔

اس سلام سے مراد متارکت کا سلام ہے نہ کہ تحیت کا، جیسے کہا جاتا ہے کہ تجھے دور ہی سے سلام ہے اور یہ نرم گفتگو اپنے نفس کے معاملہ میں ہے اگر اللہ و رسول (عزوجل و ﷺ) کی عظمت کا معاملہ آپڑے تو پھر سختی کرنی لازم ہے۔

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

رب عزوجل فرماتا ہے، "اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ"۔ [فتح ۲۹] (تفسیر نورالعرفان)

وَلِیٌّ: مددگار۔ حَرْبٌ: لڑائی۔ لَا یَزَالُ: ہمیشہ، مسلسل۔ اِسْتَعَاذَنِیْ: اس نے مجھ سے پناہ چاہی۔ مُحَارِبٌ: لڑنے والا۔ اَلتَّعَرُّضُ: تکلیف۔

ضَرَبَ الْعُلَمَاءُ: علماء رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مثال بیان فرمائی۔ فَاکِهَةٌ: پھل۔ قَوْصَرَةٌ: بانس کی ٹوکری۔ مَشْمُوْمٌ: خوشبو۔ فِیْ حِجْرِهٖ اپنی جھولی میں۔ اِمْتَثَلَ: فرمانبرداری کی۔

مَحَارِمٌ: محرمٌ کی جمع، حرام کردہ اشیاء۔ یُسَبِّحُ: وہ پاکی بیان کرتا ہے۔ فَیُثَابُ: وہ ثواب دیا جائے گا۔ بَطْشٌ: پکڑنا۔ کَفَّ: وہ رکا۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ التَّاسِعُ وَالثَّلَاثُوْنَ......﴾

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللّٰہ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم قَالَ: (اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لِي عَنْ اُمَّتِي الخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ) حدیث حسن رَوَاهُ ابْنُ مَاجه والْبَيْهَقِيُّ وغيرهما.

وقولُهُ صلى الله عليه وسلم: (اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لِي عَنْ اُمَّتِي الخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ) اَيْ: تَجَاوَزَ عَنْهُمْ اِثْمَ الخَطَاِ والنِّسْيَانِ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عليه، واَمَّا حكمُ الخَطَاِ والنِّسْيَانِ والْمُكْرَهِ عَلَيْهِ فَغَيْرُ مَرْفُوْعٍ، فَلَوْ اَتْلَفَ شَيْئًا خطأً اَوْ ضَاعَتْ مِنْهُ الْوَدِيْعَةُ نِسْيانًا ضَمِنَ، وَيَسْتَثْنىٰ مِنَ الْاِكْرَاهِ عَلَى الزِّنَا وَالقَتْلِ فَلَا يُبَاحَانِ بِالْاِكْرَاهِ، وَيُسْتَثْنىٰ مِنَ النِّسْيَانِ مَا تَعَاطِي الْاِنْسَانُ سَبَبَهُ، فَاِنَّهُ يَاْثِمُ بِفِعْلِهِ لِتَقْصِيْرِهٖ. وَهٰذَا الْحَدِيْثُ اِشْتَمَلَ عَلٰى فَوَائِدَ وَاُمُوْرٍ مُهِمَّةٍ جَمَعْتُ فِيْهَا مُصَنَّفًا لَايَحْتَمِلُهُ هَذا الْكِتَابُ.

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۱) رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا، بھول اور اس چیز سے درگزر فرمایا جس پر اسے مجبور کیا جائے“۔

یہ حدیث حسن ہے جسے روایت کیا ابن ماجہ و بیہقی وغیرہم رحمہم اللہ نے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَلِيْ عَنْ اُمَّتِيْ الْخَطَاَوَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوْعَلَيْهِ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے خطا، نسیان اور مکرہ علیہ کا گناہ اٹھا (معاف کر) دیا۔

بہر حال خطا، نسیان اور مکرہ علیہ کا حکم غیر مرفوع (باقی) ہے۔(۲)

لہٰذا اگر کسی نے کوئی شے خطا کے طور پر تلف کر دی یا ودیعت اس سے نسیان کے طور پر ضائع ہوگئی (گنہگار تو نہیں مگر ضامن ہوگا۔

زنا اور قتل پر اکراہ اس سے مستثنیٰ ہے لہٰذا زنا کرنا، قتل کرنا اکراہ کی وجہ سے مباح نہیں ہونگے اور نسیان (بھولے) سے جس چیز میں انسان مشغول ہوا وہ بھی مستثنیٰ ہے البتہ وہ اس کے کرنے پر کوتاہی کی وجہ سے گناہگار ہوگا۔

اور یہ حدیث مبارکہ کثیر فوائد، اہم امور پر مشتمل ہے جن کو میں نے ایسا جمع کیا جس کا احتمال یہ کتاب نہیں رکھتی (گنجائش نہیں)۔

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث مبارکہ میں اس کا بیان فرمایا جس پر مواخذہ نہیں ہوگا۔

(۱) دیکھئے الحدیث الثالث والثلاثون۔

(۲) یعنی اگر کسی مسلمان سے کوئی فعل خطاء، نسیاناً، اکراھاً ہوا ہو تو وہ گنہگار نہیں ہوگا مگر اس کا حکم باقی رہے گا۔

ان تینوں کا تعلق آخرت سے ہے دنیا کے ساتھ نہیں کیونکہ اس کا حکم باقی ہے لہٰذا اگر کسی سے خطاء کام ہوا تو گناہ (آخرت کے اعتبار سے) معاف اور اس کا حکم (دنیا کے اعتبار سے) باقی ہے لہٰذا اگر کسی مسلمان نے خطاء کوئی شے تلف کر دی تو وہ گنہگار تو نہیں ہوگا مگر اس شے کا ضامن ضرور ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی مسلمان سے بحالت روزہ خطاء پانی حلق سے اتر گیا تو روزہ ٹوٹ گیا، قضا لازم مگر گنہگار نہیں ہوگا۔

یا کسی مسلمان سے کلمہ کفر اکراہاً کہلوایا گیا تو وہ مسلمان کافر نہ ہوگا بشرطیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔

خطاء کی تعریف: غیر ارادی طور پر کسی کام کا کرنا خطا کہلاتا ہے مثلاً بحالت روزہ کلی کرتے وقت پانی کا حلق سے اترنا۔

نسیان کی تعریف: بھولے سے کسی کام کا کرنا نسیان کہلاتا ہے مثلاً بحالت روزہ عدم توجہ کی وجہ سے کھانا پینا وغیرہ۔

اکراہ کی تعریف: کسی کو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر مجبور کر دینا اکراہ کہلاتا ہے مثلاً روزہ دار کو کہنا کہ روزہ توڑ دو ورنہ جان سے مار دوں گا۔

☆......☆......☆......☆

......مشکل الفاظ کے معانی......

تَجَاوَزَ: درگزر فرمایا۔ اَلْخَطَاءُ: غلطی۔ اَلنِّسْیَانُ: بھول۔ اسْتُکْرِھُوْا عَلَیْہِ: جس پر وہ مجبور کیے گئے۔ مُکْرَہٌ: مجبور کیا ہوا۔ تَعَاطٰی: بجالایا، مشغول ہوا۔ مُھِمَّۃٌ: اہم۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِيْثُ الْاَرْبَعُوْنَ......﴾

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى اللّٰه عليه وسلم بِمَنْكِبِيْ فَقَالَ: (كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ) وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ. وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

قَوْلُهٗ صلى اللّٰه عليه وسلم: (كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ) اَيْ: لَا تَرْكُنْ اِلَيْهَا، ولا تَتَّخِذْهَا وَطَنًا، وَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالْبَقَاءِ فِيْهَا، وَلَا تَتَعَلَّقْ مِنْهَا اِلَّا بِمَا يَتَعَلَّقُ الْغَرِيْبُ بِهٖ فِي غيرِ وَطَنِهِ الَّذِيْ يُرِيْدُ الذَّهَابَ مِنْه اِلٰى اهلِهٖ، وَهٰذَا مَعْنَى قَوْلِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رضى اللّٰه تعالٰى عنه: اَمَرَنِيْ خَلِيْلِيْ صلى اللّٰه عليه وسلم اَنْ لَا اَتَّخِذَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا كَمتاعِ الراكبِ وَمِمَّا قِيْلَ فِي الزُّهْدِ فى الدُّنْيَا:

اَتَبْنِي بِنَاءَ الخالِدِيْنَ وَاِنَّمَا ... مُقَامُكَ فيها لو عَقَلْتَ قَلِيْلٌ

لَقَدْ كان فِي ظِلِّ الْاَرَاكِ كِفَايَةٌ ... لِمَنْ كَانَ فِيْهَا يَعْتَرِيْهِ رَحِيْلٌ

ومِمَّا قيل فى الزُّهْدِ فى الدُّنْيَا:

تَرْجُوْ البقاءَ بِدَارٍ لَا بَقَاءَ لَهَا ... وهل سَمِعْتَ بِظِلٍّ غيرِ مُنْتَقِلٍ

وقَالَ الآخرُ:

سُجِنْتُ بِهَا وَاَنْتَ لَهَا مُحِبٌّ ... فَكَيْفَ تُحِبُّ مَا فِيْهِ سُجِنْتَا

فَلَا تَلْهُوْ بِدَارٍ اَنْتَ فِيْهَا ... تُفَارِقُ مِنْكَ يَوْمًا مَا لَهَوْتَا

وَتُطْعِمُكَ الطَّعَامُ وعَنْ قَرِيْبٍ ... سَتُطْعَمُ منك مَا مِنْهَا طَعِمْتَا

وفى الحديثِ دليلٌ على قصرِ الاملِ، وتقديمِ التَّوبةِ، والاستِعْدَاد للموتِ، فاِنْ اَمِلَ فَلْيَقُلْ: اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، قَالَ اللّٰهُ تعالٰى: ﴿وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّا اَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ﴾۔ [الکہف:۲۳،۲۴]

قولُهٗ: (وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ) اَمَرَهٗ اَنْ يَغْتَنِمَ اَوقاتَ الصِحَّةِ بِالعملِ الصَّالح فيها، فاِنَّه يَعْجِزُ عَنِ الصِّيامِ والقيامِ ونحوِهَا، لِعِلَّةٍ تَحْصلُ مِنَ المرضِ والكِبَرِ.

وقولُهٗ: (وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوتِكَ)، اَمَرَهٗ بِتقديمِ الزَّادِ. وهٰذَا كَقَوْلِه تعالى: ﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ [الحشر:۱۸]۔ ولا يُفرِطُ فيها حتّٰى يُدْرِكَهُ الموتُ فيقولُ: ﴿قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ. لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صٰلِحًا فِيْمَا

تَرَکْتُ﴾ [المومنون:۹۹،۱۰۰]۔ وقال الغزالیُ رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: ابنُ آدمَ بَدَنُہٗ معَہٗ کَالشَّبْکَۃِ یکتسِبُ بھا الاعمالَ الصَالِحَۃَ، فاذا اِکْتَسَبَ خَیرًا ثُمَّ مَاتَ کَفَاہُ، وَلَمْ یَحتَجْ بَعْدَ ذٰلک اِلی الشَّبکَۃِ، وھو البَدَنُ الَّذِی فَارقَہٗ بالموتِ، ولا شَکَّ اَنَّ الانسانَ اذا ماتَ اِنقطعَتْ شھوتُہٗ من الدنیا، وَاشتَھَتْ نفسُہٗ العَمَلَ الصالِحَ، لِاَنَّہٗ زَادُ القبرِ، فَاِنْ کَانَ مَعَہٗ اِستَغْنٰی بِہٖ، وَاِنْ لَمْ یَکُنْ مَعَہٗ طَلَبَ الرُّجُوْعَ مِنھَا اِلی الدُّنیَا، لِیَاْخُذَ مِنھَا الزَّادَ، وذٰلک بَعْدَ مَا اُخِذَتْ مِنہ الشَّبْکَۃُ، فَیُقَالُ لَہٗ: ھَیْھَاتَ قَدْ فَاتَ! فَیَبقٰی مُتَحَیِّراً دَائماً نَادِماً علٰی تَفْرِیْطِہٖ فِی اَخْذِ الزَّادِ قَبْلَ انْتِزَاعِ الشَّبکَۃِ.

فَلِھٰذا قال رسولُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: (وخُذْ مِنْ حَیَاتِکَ لِمَوْتِکَ)، فَلاَ حَوْلَ ولا قُوَّۃَ اِلَّا باللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیْمِ.

ترجمہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۱) سے روایت ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے کاندھوں کو پکڑ کر فرمایا ''دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم مسافر ہو یا راستہ عبور کرنے والے'' اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے، جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب تم صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو اپنی صحت سے بیماری کیلئے اور زندگی سے موت کیلئے حصہ حاصل کرو۔ روایت کیا اسے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، ''کُنْ فِی الدُّنیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْعَابِرُ سَبِیْلٍ ''یعنی تو دنیا کی طرف مائل نہ ہو اور اسے اپنا وطن نہ بنا تیرا دل دنیا میں ہمیشہ رہنے کا قائل نہ ہو بلکہ دنیا میں تو زندگی اس طرح بسر کر جیسے ایک مسافر مسافر خانہ سے اپنے اہل (گھر) کی طرف جانے کا ارادہ کرتا ہے۔ (۲)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کا بھی یہی معنیٰ ہے کہ مجھے میرے پیارے محبوب ﷺ نے حکم دیا ہے کہ میں دنیا سے سامان جمع نہ کروں مگر سوار کا سامان۔ (۳)

دنیا سے بے رغبتی کے بارے میں کہا گیا،

(۱) کیا تو دنیا کو ہمیشہ کا گھر بناتا ہے، حالانکہ تیرا ٹھہرنا دنیا میں قلیل ہے اگر تو سمجھے۔

(۲) پیلو کے درخت کا سایہ کافی ہے، ہر اس شخص کو جسے روز سفر پیش آتا ہے۔ (۴)

دنیا سے بے رغبتی کے بارے میں مزید کہا گیا،

(۳) تو اس گھر میں رہنے کی ہمیشہ امید کرتا ہے جسے خود بقاء حاصل نہیں اور کیا تو نے کبھی سنا کہ سایہ منتقل نہیں ہوتا۔

(۴) تجھے اس گھر میں قید کیا گیا ہے اور تو اس سے محبت کرتا ہے۔

ارے نادان تو کیسے اس سے محبت کرتا ہے جس میں تجھے قید کیا گیا ہے۔

(۵) جس گھر میں تو رہ رہا ہے اس میں لہو ولعب نہ کر

کیونکہ ایک دن تجھ سے تیرا لہو ولعب چھوٹ جائے گا۔

(۶) دنیا تجھے کھانا کھلاتی ہے عنقریب

جو تو نے اس سے کھایا وہ تجھ سے کھایا جائے گا۔(۵)

اور حدیث مبارکہ میں امیدیں کم کرنے، توبہ کرتے رہنے اور موت کیلئے زادِ راہ اکٹھا کرنے پر دلیل ہے البتہ اگر امید کرے بھی تو ان شاء اللہ جل مجدہ کہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ"۔ [الکہف ۲۳۔۲۴](۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان، "وَخُذْ مِنْ صِحَّتِکَ"۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحت کے اوقات کو غنیمت جانتے ہوئے نیک اعمال کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ بیماری اور بڑھاپے اور مرض میں انسان روزہ، قیام وغیرہ سے عاجز آ جاتا ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان، "وَمِنْ حَیَاتِکَ لِمَوْتِکَ"۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخرت کیلئے زادِ راہ اختیار کرنے کا حکم دیا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ [الحشر ۱۸]۔(۷)

اور اس نفس کے معاملے میں کوتاہی نہ کرے کہ اسے موت آ لے اور وہ کہے، "قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا"۔(۸) [المومنون ۱۰۰،۹۹]

امام غزالی علیہ رحمۃ الوالی نے فرمایا،

ابن آدم کا بدن اس کے ساتھ جال کی طرح ہے جس کے ذریعے وہ نیک اعمال کرتا ہے پس جب وہ خیر کا کام کرتا ہے اور مر جاتا ہے تو اسے کافی ہوگا۔ اس کے بعد اسے جال کی حاجت نہیں رہتی اور یہ وہ بدن ہوتا ہے جو انسان سے موت کی وجہ سے جدا ہوتا ہے اور اس بات میں شک نہیں کہ جب انسان مر جاتا ہے تو دنیا کی خواہش بالکل ختم ہو جاتی ہے اور اس وقت نفس نیک اعمال کی

خواہش کرتا ہے کیونکہ نیک اعمال قبر کا زادِ راہ ہوتے ہیں۔

اگر اس کے پاس قبر کا زادِ راہ (نیک اعمال) ہو تو اسے کوئی خوف نہیں ہوتا اور اگر اس کے پاس نہ ہو تو وہ واپس دنیا میں لوٹنے کی خواہش کرتا ہے تاکہ اس زادِ راہ کو لے کر آئے مگر واپس لوٹا نہیں جائے گا کیونکہ مرنے کے بعد اس سے جال لے لیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا "هيهات قد فات" ہائے افسوس تو واقعی مر گیا ہے لہٰذا وہ حیران و سرگردان جال کے اکھیڑنے (چھن جانے) سے پہلے پہلے آخرت کا سامان لینے میں کوتاہی کرنے پر نادم ہوگا۔

اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "وَخُذْ حِيَاتِكَ لِمَوْتِكَ" اپنی زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانو۔

"فَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" پس نیکی کرنے کی قوت اور برائی سے بچنے کی قوت نہیں مگر عظیم بلند مرتبہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث مبارکہ میں قصرِ امل یعنی بڑی بڑی امیدیں نہیں ہونی چاہیے کا بیان ہے۔

(۱) دیکھئے الحدیث الثالث۔

(۲) مسافر اس جگہ سے دل نہیں لگاتا بلکہ حتی الامکان کوشش کرتا ہے کہ میں اپنے گھر جلدی پہنچ جاؤں اور اس ارادے سے ذرا غافل نہیں ہوتا یوں ہی مسلمان کو دنیا میں بڑی بڑی امیدیں نہیں کرنی چاہیے سامان آخرت جمع کرنے میں ذرہ برابر بھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔

(۳) یعنی دنیا میں بقدرِ ضرورت سامان جمع کرے وگرنہ جیسا مسافر کو کثیر سامان میں دشواری ہوتی ہے اس طرح دنیا میں کثیر مال و دولت والے کو آخرت میں دشواری ہو سکتی ہے

(۴) مسلسل سفر کرنے والے کو آرام کیلئے محض تھوڑی دیر سایہ میں آرام کرنا کافی ہوتا ہے کیونکہ اس کا ابھی سفر باقی، اگر پرسکون جگہ آرام میں غافل ہو جائے تو اسے مقصد حاصل نہ ہوگا۔ اسی طرح انسان کو دنیا میں بقدرِ ضرورت کام کے بعد آخرت کا سامان جمع کرنا چاہیے کہ دنیا سایہ کی مانند ہے جیسے سایہ کو بقاء تو درکنار اسے دوام حاصل نہیں ہوتا یعنی ایک جگہ پر ٹھہرتا ہی نہیں ہر لمحہ تبدیل ہوتا رہتا ہے اسی طرح دنیا کو بقاء تو درکنار دوام حاصل نہیں۔

دلا غافل نہ یک دم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے
باغیچے چھوڑ کر خالی زمین اندر سمانا ہے
تو اپنی موت کو مت بھول کر سامان چلنے کا
زمین کی خاک پر سونا ہے اینٹوں کا سرہانا ہے

مرشدی بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنے رسالے بنام "غفلت" میں مکاشفۃ القلوب کے حوالے سے عربی اشعار آخرت کی تیاری کرنے کے متعلق نقل کرتے ہیں،

اَلدَّهْرُ وَالْاَیَّامُ وَالذَّنْبُ حَاصِلٌ	وَجَاءَ رَسُوْلُ الْمَوْتِ وَالْقَلْبُ غَافِلٌ
وقت اور دن گزر گئے مگر گناہ باقی ہیں	موت کا فرشتہ آ پہنچا اور دل غافل ہے
نَعِیْمُکَ فِی الدُّنْیَا غُرُوْرٌ وَحَسْرَۃٌ	وَعَیْشُکَ فِی الدُّنْیَا مُحَالٌ وَبَاطِلٌ

تجھے دنیا میں ملنے والی نعمتیں دھوکا اور تیرے لیے باعث حسرت ہیں اور دنیا میں دائمی یعنی ہمیشہ باقی رہنے والی راحتیں پانے کا تصور تیری خام خیالی (غلط فہمی) ہے۔ (غفلت ص ۹، مکتبۃ المدینہ کراچی)

(۵) یعنی گنہگاروں کو قبر کی مٹی دنیا کی غذا سے پرورش پانے والے کو کھائے گی۔

(۶) ترجمہ کنزالایمان: اور ہرگز کسی بات کو نہ کہنا کہ میں کل یہ کردوں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن تفسیر نور العرفان میں اس کا شان نزول کچھ یوں بیان فرماتے ہیں، مکہ والوں نے حضور ﷺ سے اصحاب کہف کا حال دریافت کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا پھر بتائیں گے اور ان شاء اللہ فرمانا یاد نہ رہا تو کئی روز تک وحی نہ آئی اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے اصحاب کہف کے واقعہ کی تفصیل بیان نہ فرمائی تھی۔ (تفسیر نور العرفان)

یعنی حضور ﷺ کو ان شاء اللہ کہنا یاد نہ رہا تو ارشاد ہوا

"وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ" (ترجمہ کنزالایمان)۔

اور اپنے رب کی یاد کر جب بھول جائے۔ [الکہف: ۲۴]

یعنی ان شاء اللہ کہنا یاد نہ رہے تو جب یاد آوے کہہ لیں۔

نیز روح البیان میں ہے کہ آپ (ﷺ) نے اس آیت کے نزول کے وقت ان شاء اللہ کہہ لیا تھا۔ (تفسیر نور العرفان)

(۷) ترجمہ کنزالایمان: اور ہر جان دیکھے کہ کل کیلئے کیا آگے بھیجا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک ساعت کی فکر بہت سے ذکر سے بہتر ہے مگر فکر سے مراد سوچنا ہے۔ رب عزوجل کی عظمت، حضور ﷺ کے محاسن، اپنے گناہ سوچنا سب اس میں داخل ہیں یہی مراقبہ کی اصل ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو دنیا میں اپنا حساب کرتا رہے گا اس کیلئے آخرت کا حساب آسان ہوگا۔ (تفسیر نور العرفان)

(۸) ترجمہ کنزالایمان: تو کہتا ہے کہ اے میرے رب (عزوجل) مجھے واپس پھیر دیجئے شاید اب میں کچھ بھلائی

کماؤں اس میں سے جو چھوڑ آیا۔

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

مَنْكِبَيَّ: اصل میں مَنْكِبَيْنِ تھا، یائے متکلم کی طرف اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ حذف ہو گیا اور یاء کا یاء میں ادغام کر دیا گیا تو مَنْكِبَيَّ ہو گیا، میرے دونوں کندھے۔ غَرِيْبٌ: مسافر۔ عَابِرٌ: راستہ عبور کرنے والا۔ اَلصَّبَاحُ: صبح۔ اَلْمَسَاءُ: شام۔ اَتَبْنِيْ: اَ ہمزہ استفہام۔ تَبْنِيْ: تو بناتا ہے۔ بناء الخالدين: ہمیشہ کا گھر۔ لَوْ عَقَلْتَ: اگر تو سمجھے۔ ظِلُّ الْاَرَاب: پیلو کے درخت کا سایہ۔ يَعْتَرِيْ: پیش آتا ہے۔ رَحِيْلٌ: سفر۔

تَرْجُوْ: تو امید کرتا ہے۔ ظِلٌّ: سایہ۔ سُجِنْتَ: تو قید کیا گیا۔ فَلَا تَلْهُوْا: تو کھیل کود نہ کر۔ تُفَارِقُ: تو جدا ہو گا۔ مَا لَهَوْتَا: جس سے تو کھیلتا ہے۔ تُطْعِمُ: دنیا کھلاتی ہے تجھے۔

قَصْدُ الْاَمَلِ: کم امیدیں۔ عِلَّةٌ: بیماری، مشغول کر دینے والا واقعہ، ج عَلَّاتٌ۔ اَلزَّادُ: زادِ راہ۔ لَا يَفْرِطُ: کوتاہی نہ کرے۔ اَلشَّبَكَةُ: جال۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِیْثُ الْحَادِیْ وَالْاَرْبَعُوْنَ......﴾

عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ عَبْدِاللّٰهِ بنِ عمرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: (لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ) حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ رَوَیْنَاهُ فِیْ کِتَابِ الْحَجَّةِ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ.

قوله صلی اللہ علیہ وسلم: (لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ) یعنی اَنَّ الشَّخْصَ یَجِبُ علیهِ اَنْ یَعْرِضَ عَمَلَهٗ عَلَی الکتَابِ والسُّنَّةِ، وَیُخَالِفُ هَوَاهُ، وَیَتَّبِعُ مَا جَاءَ بِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم وهذا نَظِیرُ قَوْلِهٖ تعالٰی: ﴿وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾[الاحزاب:۳۶]۔ فَلَیْسَ لِاَحَدٍ مَعَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم اَمْرٌ وَلَا هَوًی.

وَعَنْ اِبْرَاهِیْمَ بنِ محمّد الکوفِیِّ قَالَ: رایتُ الشَّافِعِیَّ بکمةَ یُفْتِی النَّاسَ، ورایتُ اِسْحَاقَ بْنَ رَاهُوَیْه واَحْمَدُ بنُ حَنْبَلَ حَاضِرَیْنِ، فَقَالَ احمدُ لِاِسْحَاق: تَعَالِ حَتّٰی اُرِیْکَ رَجُلًا لَم تَرَ عَیْنَاکَ مِثْلَهٗ، فقال لَهٗ اسحاقُ: لَمْ تَرَ عَیْنَایَ مثلَهٗ! قَالَ: نَعَمْ، فَجَاءَ بِهٖ فَوَقَفَهٗ علی الشافِعِیِّ فَذَکَرَ الْقِصَّةَ اِلٰی اَنْ قَالَ: ثُمَّ تَقَدَّمَ اسحاقُ اِلَی مَجْلِسِ الشَّافِعِیِّ فسأَلَهٗ عَنْ کِرَاءِ بُیُوتِ مَکَّةَ، فَقَالَ الشَّافِعِیُّ: هٰذَا عِنْدَنَا جَائِزٌ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: (فَهَلْ تَرَکَ لَنَا عَقِیْلٌ مِنْ دَارٍ؟)، فَقَالَ اِسْحَاقُ: اَخْبَرَنَا یَزِیْدُ ابنُ هَارُوْنَ عَنْ هِشَامٍ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّهٗ لَمْ یَکُنْ یَرٰی ذٰلِکَ، وَعَطَاءٌ وَطَاوٗسٌ لَمْ یَکُوْنَا یَرِیَانِ ذٰلکَ، فقال لهُ الشَّافِعِیُّ: اَنْتَ الَّذِی تَزْعَمُ اهلَ خُرَسَانَ اَنَّکَ فَقِیْهُهُمْ؟ قَالَ اسحاقُ: کَذَا یَزْعَمُوْنَ! قَالَ الشَّافِعِیُّ: مَااَحْوَجَنِیْ اَنْ یَکُوْنَ غَیْرُکَ فِی مَوْضِعِکَ فَکُنت امِراً بِفَرْکِ اُذُنَیْهِ، اَنَا اقولُ: قَالَ رسولُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم: وَاَنْتَ تَقُوْلُ: قَالَ عَطَاءٌ وطاؤسٌ وَالْحَسَنُ وَاِبْرَاهِیْمُ، هٰؤُلَاءِ لا یَرَوْنَ ذٰلِکَ؟ وَهَلْ لِاَحَدٍ مَعَ رَسولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حُجَّةٌ؟ ثُمَّ قَالَ الشَّافِعِیُّ: قال اللّٰهُ تعالٰی: ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیٰرِهِمْ﴾[الحشر:۸]۔ اَفَتُنْسَبُ الدِّیَارُ اِلَی مَالِکِیْنَ اَوْ غیرِ مَالِکِیْنَ؟ قَالَ اِسْحَاقُ: اِلٰی مَالِکِیْنَ. قَالَ الشَّافِعِیُّ: فَقَوْلُ اللّٰهِ تعالٰی اَصْدَقُ الْاَقَاوِیْلِ. وَقَدْ قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: (مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ فَهُوَ آمِنٌ). وَقَدْ اشْتَرٰی عمرُ بْنُ الخَطَّابِ رضی اللہ تعالٰی عنه دَارَ الحجلَتَیْنِ. وَذَکَر الشَّافِعِیُّ جَمَاعَاتٍ مِنْ اَصْحَابِ رسولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فقال لَهٗ اِسْحَاقُ: ﴿سَوَآءَ الْعٰکِفُ فِیْهِ وَالْبَادِ﴾ [الحج:۲۵]۔ فقال لَهُ الشَّافِعِیُّ: المرادُ بِهِ الْمَسْجِدُ خَاصَّةً، وَهُوَ الذی

حَوْلَ الْكَعْبَةِ، وَلَوْ كَانَ كَمَا تَزْعَمُ لَكَانَ لَايَجُوْزُ لِاَحَدٍ اَنْ يُنْشِدَ فِي دُوْرِ مَكَّةَ ضَالَّةً، وَلَا تُحْبَسُ فِيهَا الْبُدْنُ، وَلَا تُلْقَى الْاَرْوَاثُ، وَلٰكِنَّ هٰذَا فِي الْمَسْجِدِ خَاصَّةً. فَسَكَتَ اِسْحَاقُ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ فَسَكَتَ الشَّافِعِيُّ عَنْهُ.

ترجمہ:

حضرت ابومحمد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "تم میں سے کوئی ایک بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہش میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہوجائے"۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے روایت کیا ہم نے اسے کتاب الحجۃ میں صحیح اسناد کے ساتھ۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ"۔

یعنی انسان پر اپنے عمل کو قرآن وسنت پر پیش کرنا (یعنی قرآن وسنت کے مطابق عمل کرنا) نفس کی مخالفت کرنا اور جو شریعت مطہرہ امام الانبیاء علیہ السلام لائے اس کی پیروی کرنا واجب ہے۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان، "اللہ عزوجل کے فرمان مقدس کی نظیر ہے۔

اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا، "وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ" [الاحزاب ۳۶]۔ (۳)

کسی کیلئے اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلے میں اپنے امر وخواہش کو حجت ٹھہرانا جائز نہیں۔ (۴)

امام ابراہیم بن محمد کوفی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو مکۃ المکرمہ میں لوگوں کو فتویٰ دیتے دیکھا، میں نے حضرت امام اسحاق راہویہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما کو بھی وہاں حاضر پایا۔ تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا، آؤ میں تمہیں ایسا شخص دکھاتا ہوں کہ اس سے پہلے تمہاری آنکھ نے ایسا شخص نہ دیکھا ہوگا، یہ سن کر امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کیا واقعی ایسا شخص ہے کہ میں نے اس کی مثل نہیں دیکھا؟ تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "جی ہاں" پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں لے آئے اور یہ سارا واقعہ عرض کیا پھر امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند کے قریب ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے مکۃ المکرمہ کے گھروں کو کرائے کے بارے میں سوال کیا تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ تو ہمارے نزدیک جائز ہے۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا عقیل نے ہمارے لیے ایسا گھر چھوڑا ہے؟

یہ سن کر امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یزید بن ہارون نے ہمیں خبر دی وہ ہشام سے وہ الحسن علیہم الرحمۃ سے روایت کرتے ہیں، بے شک وہ اسے جائز نہیں سمجھتے تھے اور اسی طرح حضرت عطاء، حضرت طاؤس علیہما الرحمۃ کے نزدیک ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ارشاد فرمایا کہ تمہیں تو اہل خراسان اپنا فقیہ سمجھتے ہیں، حضرت امام اسحاق علیہ الرحمۃ نے کہا جی ہاں خراسان والے مجھے اپنا فقیہ سمجھتے ہیں۔ تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اگر تیری جگہ کوئی اور ہوتا تو میں تیرے کان مروڑنے کا حکم دیتا۔

میں تمہیں کہہ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ عطاء، طاؤس، حسن اور ابراہیم علیہم الرحمۃ اسے جائز نہیں سمجھتے تھے۔

کیا رسول اللہ ﷺ کے قول کے مقابلے میں کسی کی بات حجت ہو سکتی ہے؟

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ"۔ [الحشر ۸]

کیا گھروں کو مالکوں کی طرف منسوب کیا گیا یا غیر مالکوں کی طرف۔

حضرت اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، مالکوں کی طرف۔ تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا، اللہ عزوجل کی سب سے زیادہ سچی بات ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے، کہ جو حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں داخل ہو گیا وہ امن والا ہے۔

اور تحقیق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے دار تجین خریدا (پھر کرائے پر دیا) اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اصحاب رسول اللہ ﷺ ورضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت کو ذکر کیا جو مکۃ المکرمہ کے گھروں کو کرایہ پر لیتے اور قیام کرتے تھے۔

پھر امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کی آیت پڑھی: "سَوَاءَ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ"۔ [الحج ۲۵](۵)

تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں فرمایا اس سے خاص مسجد مراد ہے اور وہ کعبہ معظمہ کے اردگرد جگہ ہے، اگر ایسا ہی ہوتا جیسے تم سمجھتے ہو پھر تو مکۃ المکرمہ کے گھروں میں گم شدہ چیز تلاش کرنا کسی کیلئے جائز نہیں۔(۶)

اسی طرح ان گھروں میں بدن کو قید کرنا، لیدوں کا ڈالنا جائز نہیں حالانکہ یہ سب باتیں مسجد کے ساتھ خاص ہیں نہ کہ سارے شہر مکۃ المکرمہ زادھا اللہ شرفا وتعظیما کے ساتھ خاص ہیں۔

یہ سن کر حضرت امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ان سے خاموش ہو گئے۔

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ مومن کی خواہش شریعت کے تابع ہونی چاہیے۔

(۱) حضرت ابومحمد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات زندگی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی اسم گرامی عبداللہ اور کنیت ابومحمد ہے۔حضرت ابومحمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار فضلاء، علماء، زہاد اورعُبادصحابہ کرام علیہم الرضوان میں ہوتا ہے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بینائی آخر میں ختم ہوگئی تھی۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے ساتھ ان کی وفات تک رہے بعدازوفات والد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکۃ المکرمہ سے شام کی طرف تشریف لے گئے اور وہیں سکونت اختیار کی یہاں تک کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۶۵ ہجری میں وصال پایا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرویات سات سو (۷۰۰) ہیں۔

(شرح اربعین نووی فی الاحادیث الصحیحۃ النبویۃ الحدیث الحادی والاربعون، صفحہ ۱۳۵)

(۲) ایمان کے لغوی معنی: ایمان لغت میں تصدیق کرنے (یعنی سچا ماننے) کو کہتے ہیں۔

ایمان کے اصطلاحی معنی: سچے دل سے ان سب باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریات دین سے ہیں۔

(کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب صفحہ ۳۹ مکتبۃ المدینہ)

(۳) ترجمہ کنزالایمان: نہ کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ ورسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار رہے۔

مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس آیت مقدسہ کا شان نزول یوں بیان فرماتے ہیں، یہ آیت حضرت زینب بنت جحش اسدیہ اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش اور ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضورعلیہ السلام کی پھوپھی کے حق میں نازل ہوئی کہ حضورعلیہ السلام نے زید ابن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضورعلیہ السلام کے لے پالک تھے ان کے نکاح کیلئے زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیغام دیا جسے زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان حضرات نے قبول نہ کیا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت زینت رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرھا راضی ہوگئے اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ کردیا گیا۔(نیز) اس سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کے حکم اور نبی علیہ السلام کے مشورے میں فرق ہے۔حکم پر سب کو سر جھکانا پڑے گا، مشورہ کے قبول کرنے یا نہ کرنے کا حق ہوگا۔اس لیے یہاں قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ فرمایا گیا، دوسری جگہ ارشاد ہوا وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ۔ [ال عمران ۱۵۹]

لہٰذا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضورعلیہ السلام کے حکم کے سامنے اپنے ذاتی معاملات میں بھی مومن کو حق نہیں ہوتا۔اگر حضور علیہ السلام کسی پر اس کی منکوحہ بیوی حرام کردیں تو حرام ہوجائے گی جیسے حضرت کعب کیلئے ہوا غرضیکہ حضورعلیہ السلام ہمارے دین کے مالک

ہیں۔

(۵) ترجمہ کنزالایمان: اس میں ایک ساحق ہے وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا۔

یعنی کہ دیسی پردیسی ہر ایک کو وہاں طواف ونماز کا ہر وقت حق ہے (شوافع) یا دیسی پردیسی ہر ایک کو مکہ میں رہنے کا یکساں حق ہے (حنفی)۔ (تفسیر نورالعرفان)

(۶) مسجد میں گمشدہ چیز کا تلاش کرنا (بالاعلام) ممنوع ہے۔

''اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ سَمِعَ رُجَلًا یَنْشَدُ جَمَلًا فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ لَا وَجَدْتَ''۔

بے شک نبی کریم ﷺ نے ایک مرد کو مسجد میں اونٹ کو تلاش کرتے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کو نہ پائے۔

(مسند الامام الاعظم کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۷۴ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

هَوَاهُ: اس کی خواہش، مرکب اضافی۔ تَبَعٌ: تابع، زیر اثر۔ نَظِیْرٌ: مثال۔ یُفْتِیْ: وہ فتوی دیتا ہے۔ اُرِیْ: میں دیکھتا ہوں۔ عَیْنَاکَ: تیری دو آنکھیں، مرکب اضافی اصل میں عَیْنَانِ کَ تھا نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے گر گیا۔

اَلْقِصَّةُ: بات، واقعہ، جمع قِصَصٌ، اَقَاصِیْصُ۔ فَرْکٌ: ملنا۔ اَصْدَقُ الْاَقَاوِیْلِ: سب سے سچی بات والا۔

اِشْتَرٰی: خریدنا اس نے۔

یَنْشُدُ: گم شدہ چیز کی تلاش کرتا ہے۔ دُوْرٌ: مکانات، دَائِرٌ کی جمع۔ اَلْبُدْنُ: بَدَنَةٌ کی جمع ہے، گائے یا اونٹ جس کی قربانی کی جائے مکہ میں حج کے موقع پر۔ اَرْوَاثٌ: جمع قلت ہے اَلرَّوْثُ کی۔

☆......☆......☆......☆

﴿......اَلْحَدِیْثُ الثَّانِیْ وَالْاَرْبَعُوْنَ......﴾

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ یَقُوْلُ: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (یَا ابْنَ آدَمَ اِنَّکَ مَا دَعَوْتَنِیْ وَرَجَوْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ عَلٰی مَا کَانَ مِنْکَ وَلَا اُبَالِیْ، یَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُکَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ، یَا ابْنَ آدَمَ اِنَّکَ لَوْ اَتَیْتَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا ثُمَّ لَقِیْتَنِیْ لَا تُشْرِکُ بِیْ شَیْئًا لَاَتَیْتُکَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً) رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

قَوْلُہٗ تعالی: (عَنَانَ السَّمَاءِ)، هُوَ بِفَتْحِ الْعَیْنِ المهملَةِ، قِیْلَ: هُوَ السَّحَابُ، وقِیْلَ: مَا عَنَّ لَکَ مِنْهَا، اَیْ: ظَهَرَ اِذَا رَفَعْتَ رَاْسَکَ.

قَوْلُہٗ تعالی: (ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ)، هُوَ نَظِیْرُ قولہٖ تعالی: ﴿وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾. [النساء:۱۱۰]، وَالاسْتِغْفَارُ لَابُدَّ اَنْ یَکُوْنَ مَقْرُوْنًا بِالتَّوْبَةِ، قال اللّٰہ تعالی: ﴿وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ﴾. [ھود:۳]

وقال تعالی: ﴿وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾. [النور:۳۱]

وَاعْلَمْ اَنَّ الاستغفارَ مَعْنَاهُ طَلَبُ المغفرَةِ، وَهُوَ اِسْتِغْفَارُ الْمُذْنِبِیْنَ، وَقَدْ یَکُوْنُ عَنْ تَقْصِیْرٍ فِیْ اَدَاءِ الشُّکْرِ، وَهُوَ اِسْتِغْفَارُ الْاَوْلِیَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ، وَقَدْ یَکُوْنُ لَا عَنْ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بَلْ یَکُوْنُ شُکْرًا، وَهُوَ اِسْتِغْفَارُهٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَاسْتِغْفَارُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ الصَّلَاةُ والسلامُ، قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم: (سَیِّدُ الاسْتِغْفَارِ اَللّٰهُ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ، وَاَنَا عَبْدُکَ، وَاَنَا عَلٰی عَهْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ، فَاغْفِرْ لِیْ، فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ). وَقَالَ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لِاَبِیْ بَکْرٍ رضی اللّٰہ عنہ: (قُلْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا. وَفِیْ رِوَایَةٍ کَبِیْرًا وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ، اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ).

وَهٰذَا آخِرُ مَا یَسَّرَ اللّٰهُ الْکَرِیْمُ عَلٰی سَبِیْلِ الْاِخْتِصَارِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

ترجمہ:

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ (۱) سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”اللہ تعالی فرماتا ہے اے ابن آدم جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے گا میں تجھے بخشتا رہوں گا چاہے تجھ سے کس قدر گناہ

صادر ہوں اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ اے ابن آدم اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندی تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے معافی مانگے تو میں تجھے بخش دوں گا۔ اے ابن آدم اگر تو زمین جتنے گناہ لے کر میرے پاس آئے پھر مجھ سے اس حالت میں ملے کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں زمین کو مغفرت سے بھر کر تیرے پاس لاؤں گا"۔

روایت کیا اسے امام ترمذی نے اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان، "عَنَانُ السَّمَاءِ"۔

عین مہملہ کے فتحہ کے ساتھ (ایک قول کے مطابق) سحاب (بادل) کو کہتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق جو تیرے لیے آسمان سے ظاہر ہو یعنی اس چیز کو عنان کہتے ہیں جو اس وقت ظاہر ہو جب تو اپنا سر اٹھائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان، "ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ"۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی نظیر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا"۔ [النساء ۱۱۰]۔(۲)

استغفار (مغفرت چاہنا) کا توبہ کے ساتھ ملا ہوا ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ"۔ [ھود ۳](۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ"۔ [النور ۳۱](۴)

اور تو جان لے کہ استغفار کا معنی مغفرت کا طلب کرنا ہے۔ یہ گنہگاروں کا استغفار ہے اور کبھی استغفار اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانے میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے، یہ اولیاء و صالحین رحمہم اللہ کا استغفار ہے۔ کبھی استغفار ان دونوں قسموں میں سے نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانے کیلئے ہوتا ہے یہ حضور ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا استغفار ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سید الاستغفار یہ الفاظ ہیں: "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْٓءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْٓءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ"۔(۵)

اے اللہ جل مجدہ تو ہی میرا رب عزوجل ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں، میں بقدر استطاعت تیرے عہد، وعدہ پر ہوں۔ اے اللہ جل مجدہ جو میں نے کیا اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو تو نے مجھ پر نعمتیں کیں ان کا اور اپنے گناہوں کا میں اقرار کرتا ہوں پس تو میری بخشش فرما دے، تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ تم کہو:

اے اللہ جل مجدہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور ایک روایت ہے کہ کبیراً لفظ ہے تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا بس تو اپنی (پاک بارگاہ) طرف سے میری مغفرت فرمادے اور مجھ پر رحم فرما بے شک تو بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

اور یہی کچھ تھا جو اللہ کریم نے مختصر طور پر مجھ پر آسان فرمایا، اللہ جل مجدہ کیلئے ہی حمد ہے جو عالمین کا رب جل مجدہ ہے۔

﴿......اَیْضًا ھٰذَا مَا یَسَّرَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِیْ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ......﴾

شرح: خلاصہ حدیث

اس حدیث مبارکہ میں توبہ واستغفار کی اہمیت بیان کی گئی۔

(۱) دیکھئے الحدیث الثالث عشر

(۲) ترجمہ کنزالایمان: اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس آیت مقدسہ کے تحت فرماتے ہیں کہ معلوم ہوا کہ ہر گناہ کی توبہ ہے مگر طریقہ توبہ مختلف ہے۔ کفر کی توبہ ایمان ہے اور حقوق العباد کی توبہ اداءِ حقوق ہے، ترک نماز کی توبہ ان کی قضاء ہے پھر سب کے احکام جدا ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ چوری وقتل کر کے، جوا کھیل کر صرف منہ سے توبہ توبہ کہہ لینا کافی ہے۔

(۳) ترجمہ کنزالایمان: اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو۔

استغفار کی تعریف: گزشتہ گناہوں سے معافی مانگنا استغفار ہے۔

توبہ کی تعریف: آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرنا توبہ ہے۔

کبھی دونوں ہی ایک معنی میں آتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ توبہ واستغفار سے دنیاوی بلائیں ٹلتی ہیں اور راحتیں ملتی ہیں۔

رب فرماتا ہے "فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا"۔ [نوح ۱۰]

(۴) ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

(۵) سید الاستغفار کے بارے میں آقائے کون و مکان، قاسم جنت ﷺ نے فرمایا کہ جو یہ الفاظ دن میں یقین کے ساتھ پڑھے اور اگر اسی دن شام سے پہلے مر گیا تو وہ جنتی ہوگا اور اگر رات کو یقین کے ساتھ پڑھے اور صبح ہونے سے پہلے مر گیا تو وہ جنتی ہوگا۔

"عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ سَیِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَ وَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ قَالَ وَمَنْ قَالَھَا مِنَ النَّھَارِ مُوْقِنًا بِھَا فَمَاتَ مِنْ یَوْمِہٖ قَبْلَ اَنْ یُّمْسِیَ فَھُوَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَمَنْ قَالَھَا مِنَ اللَّیْلِ وَھُوَ مُوْقِنٌ بِھَا فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ یُّصْبِحَ فَھُوَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ"۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب الاستغفار الفصل الاول صفحہ ۲۰۴ صحیح البخاری)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، استغفار کا سردار یہ ہے کہ تم کہو الٰہی (عزوجل) تو میرا رب عزوجل ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھے پیدا کیا میں تیرا بندہ ہوں اور بقدر طاقت تیرے عہد و پیان پر قائم ہوں میں اپنے کیے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں تیری نعمت کا جو مجھ پر ہے اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقراری ہوں مجھے بخش دے تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو یقین دل کے ساتھ دن میں یہ کہہ لے اور پھر اسی دن شام سے پہلے مرجائے تو وہ جنتی ہوگا اور جو یقین دل کے ساتھ رات میں یہ کہہ لے پھر صبح سے پہلے مرجائے تو وہ جنتی ہوگا۔

معلوم ہوا کہ سید الاستغفار، توبہ بلکہ تمام دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کی حمد، اپنی بے کسی بیان کرنا بہتر ہے۔

شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا، کہ کیے سے مراد گناہ بھی ہیں اور نیکیاں بھی، گناہ کی شرط یہ ہے کہ اس سے توبہ کی توفیق نہ ملے اور نیکی کی شرط یہ ہے کہ اس پر تکبر و غرور نہ ہو جائے۔ خیال رہے کہ وہ گناہ جس کے بعد گریہ وزاری، عجز و نیاز و توبہ نصیب ہو، اس نیکی سے بہتر ہے جس کے بعد غرور و تکبر ہو۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خطاء گندم کھالینا شیطان کے سجدوں سے افضل تھا۔

نیز اس سید الاستغفار میں سبحان اللہ (عزوجل) کیسی پیاری عرض و معروض ہے یعنی میں اقرار کرتا ہوں کہ کانٹے میرے پاس ہیں پھول تیرے پاس ہیں، خطائیں میری طرف سے عطائیں تیری طرف سے، بحکم قرآن پاک ظلوم وجہول میں ہوں غفور و رحیم تو ہے، جس لائق میں تھا وہ میں نے کرلیا جو تیری شان کے لائق ہے وہ تو کر، بدکاری میں نے کرلی ستاری تو کر، گنہگاری میں نے کرلی غفاری تو کر، تیرے ایک چھینٹے سے ہمارا بیڑا پار ہے۔

اور اس سید الاستغفار میں یقین کی قید اس لیے لگائی تا کہ معلوم ہو کہ بندہ دعا اور توبہ کے وقت اس کے فضل و کرم کا یقین رکھے یہ سمجھے کہ مجھے رب تعالیٰ نے اپنے دروازے پر بلایا ہے تو آیا ہوں اپنے آپ نہیں آیا اور کریم بھکاری کو بلا کر ہی دیا کرتے ہیں خالی نہیں پھیرتے، جسے یہ یقین ہوگا ان شاء اللہ عزوجل بخشا ہی جائے گا۔

☆......☆......☆......☆

﴿......مشکل الفاظ کے معانی......﴾

وَلَا اُبَالِیْ: اور مجھے پرواہ نہیں۔ قِرَابُ الْاَرْضِ: زمین بھر۔ خَطَایَا: خَطِیْئَۃٌ کی جمع ہے خطائیں، گناہ۔
اَلسَّحَابُ: بادل۔ مَقْرُوْنٌ: ملا ہوا۔
تَقْصِیْرٌ: کوتاہی کرنے والا۔ اَبُوْءُ: میں اقرار کرتا ہوں۔ اِرْحَمْنِیْ: تو مجھ پر رحم فرما۔ یَسَّرَ: آسان ہوا۔
سَبِیْلُ الْاِخْتِصَارِ: مختصر طور پر۔

﴿......اَیْضًا ھٰذَا مَا یَسَّرَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِیْ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ......﴾